اسلامی سائنس
خالق و مخلوقات
کائنات کی حقیقت
اللہ کے کلام کی روشنی میں
اسلامیات
اسلام اور فلسفہ اسلام
جدید معلومات کی روشنی میں
خالق و مخلوقات کے تعلقات
سائنس اور تحقیقات کی روشنی میں
الٰہیات
فلکیات ۔ مادیات ۔ الٰہیات
قرآن کی روشنی میں
تصنیف
ڈاکٹر مولانا محمد فاروق واصفی

اسلامی سائنس
خالق و مخلوقات

کا

ایمان افروز ذخیرہ

کائنات کی حقیقت ۔ اللہ کے کلام کی روشنی میں
اسلام اور فلسفۂ اسلام ۔ جدید معلومات کی روشنی میں
خالق و مخلوقات کا تعلق ۔ سائنس اور تجربات کی روشنی میں
فلکیات ۔ الٰہیات ۔ مادیات ۔ قرآن کی روشنی میں

تصنیف

ڈاکٹر مولانا محمد فاروق واصفی

تاریخ اشاعت ...... دسمبر ۱۹۷۴ء
تعداد اشاعت ...... ایک ہزار

مطبوعہ
(جمال پرنٹنگ پریس، دہلی ۶)

قیمت

دعائے خیر برائے مصنف
دعائے خیر برائے اسلام و اہل اسلام
دعائے خیر برائے والدین مصنف

ملنے کا پتہ

(۱) ڈاکٹر مولانا محمد فاروق مہتمم مسلم مسافر خانہ، بلی ماران دہلی
(۲) ڈاکٹر مولانا محمد فاروق ۱۸۰۳ - احمد منزل کلاں محل دہلی

۷۸۶

کلامِ حق

زمانہ کی ترقیات انسانوں کے ذہن پر ایسے اثرات ڈالتی ہیں جس کے سبب بعض لوگ حقیقت کی تلاش سے غافل ہو کر صرف ظاہر بیں ہو جاتے ہیں اور اندھی تقلید اختیار کر لیتے ہیں۔ ان کا دامن معرفتِ حق کی دولت سے خالی رہتا ہے۔

قرآن پاک نے جو نظریہ پوری دنیا کو پیش کیا ہے وہ حق شناسی کا ہے، یہ کہ تم دنیا کی اور جو کچھ دنیا میں ہے اس کی سیر کرو، دیکھو پھر صحیح اندازِ فکر سے حق کی جانکاری حاصل کرو تم کو خود پتہ چل جائے گا کہ دنیا کے اس عظیم ترین نظام کا اتنے بہترین اصولوں پر

چلنا خود بخود نہیں بلکہ اس کا چلانے والا کوئی نہ کوئی ضرور ہے۔
وہ کون ہے؟

اس کو جاننے کے لئے ہم کو ایک کامل جستجو کو عملی حرکت میں لانا ضروری ہے تاکہ دین حق۔ قرآن کے نظریات، زندگی کے مقاصد پیغاماتِ الٰہی کو سمجھا جاسکے اور خدا کی منشا رکا احترام باقی رکھا جاسکے۔ آئیے منصفانہ دل سے اپنے پیدا کرنے والے کے کائناتی سائنس کا مطالعہ کریں پھر اپنے دل سے ہی فیصلہ چاہیں۔ خدا سعادت عطا کرے۔ آمین۔

ناچیز
محمد فاروق واصفی
عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

آسمانوں اور زمین میں اللہ تعالیٰ کا ہی نور ہے

اللہ تعالےٰ کا یہ دعویٰ اہلِ دانش اور صاحبِ علم حضرات کو ایک ایسی توجہ پیش کرتا ہے کہ انسان ان تمام چیزوں کو (جو دنیا میں پیدا ہیں) اپنے سامنے رکھ کر یہ فیصلہ کرے آیا یہ سب کی سب مخلوقات اتفاقیات ہیں یا یہ چیزیں (جن کو ہم یاد دلا رہے ہیں) یہ مستقل ایک نظامِ عمل کے ماتحت کسی کے حکم کے تابع ہوکر چل رہی ہیں۔ جیسے دن کی روشنی، تاروں بھری رات، آسمان پر کہکشاں، دمکتا ہوا سورج اور اس کے گرد قوس وقزح، آسمان میں دروج وبروج، زحل، مشتری، کیواں، عطارد، مریخ، عصا، نیازک وغیرہ۔

یہ سب آسمان کی جگمگاتی دُنیا اور پھر اس کے نیچے دلکش زمین کے مناظر۔ لہلہاتی کھیتیاں۔ باغ۔ بغیچے۔ ندی۔ نالے جوہڑ تالاب، درختوں کی قطاریں۔ پھل۔ پھول۔ میوے۔

جمادات - نباتات - حیوانات کی آبادیاں - رنگ برنگے موتی -
فلک بوس پہاڑ - سنگ سفید (مرمر) سنگ سُرخ - سنگ اسود -
سنگ خارہ - سنگ موسیٰ - سنگ اخضر - زمین دوز پہاڑ -
دُنیا کو گھیرے ہوئے سمندر - سمندروں میں حیرت انگیز جاندار
مخلوقات (مچھلیاں وغیرہ) مونگا - مرجان - موتی - صدف -
فضا میں بکھری ہوئی دھوپ اور چھاؤں - زمین کا مرکز
(خط موہوم) خط استوائی - قطب شمالی قطب جنوبی - باد و
باراں - برق و سحاب - ژالہ و رعد - آندھی و طوفان - آسمانوں کا
مرکز و محور - زمین کی نقل و حرکت - زمین و آسمان کے درمیان
کرۂ موسمیات (سردی گرمی برسات وغیرہ) مرکزِ کشش -
خط انجماد -
مختلف رنگ، مختلف ذائقہ کے سمندری پانی اور سمندروں
کی تہہ میں پٹرولیم کے چشمے - خدا کی مخلوق کے سفر کے لئے
سمندروں میں تیرتی بادبانی کشتیاں اَللّٰہ غنی کس کس چیز کا
بیان ہو جدھر دیکھو اس کی جلوہ فرمائی ہے -

زمین دیکھنے میں انتہائی نرم ہے کہ ناخن سے کھود لو - ویسے
انتہائی سخت کہ اس پر لاکھوں ٹن وزنی عمارتیں اور
مشینیں ہیں میلوں لمبے پہاڑ ہیں -
کہیں صاف ستھرے سبزہ زار، کہیں کیچڑ کا ڈھیر کہیں ہرے بھرے

باغ و بغیچے ۔ کہیں میلوں لمبے ریت کے جنگل ۔ کہیں ذرّے تپتے ، شیروں
کے بن ۔ کہیں جوہڑ ۔ تالاب ۔ نلیاں ۔ ان پر منڈلاتے زاغ و زغن ۔
مینڈ منڈیر ۔ پگڈنڈی ۔ سڑک ان پر چلتے یکّے تانگے موٹر ۔ ٹرک ۔
زمین کے نیچے قیمتی دھات (سونا ۔ چاندی ۔ تانبہ ۔ پیتل
لوہا ۔ کوئلہ وغیرہ) کی کانیں ۔
زمین کے اوپر غذا کی وسیع پیداوار ، اناج کے لمبے لمبے کھیت ،
یہ مٹی اور اس سے پیدا شدہ رنگ برنگے پھول ۔ بھینی بھینی خوشبو
والے غنچے کلیاں ۔ پودے ۔ پھول اور ان کی ان گنت نسلیں ۔
گلاب ۔ موتیا ۔ گیندا ۔ سدا بہار ۔ سورج مکھی ۔ گلِ تسبیح ۔
گُلِ خیرو ۔ گُلِ دھاوا ۔ مولسری ۔ جوہی ۔ رات کی رانی ۔ گُلِ چنبیلی ۔
گُلِ بابونہ ۔ گُلِ بیلو وغیرہ ۔
حقیقت یہ ہے کہ ان تمام چیزوں کا اپنے وقت پر پیدا ہونا اور مرجھا جانا
ایک معقول نظامِ تخلیق و اصولِ حیات کے مطابق چلتا رہنا ۔
اپنی مقسوم غذا کے ساتھ عالمِ وجود میں آنا ۔ مقررہ وقت اور
تقاضۂ اجل کا شکار ہو جانا (یعنی مر جانا) یہ سب کچھ اتفاقی پیدائش
یا اتفاقی وجود کیسے ہو سکتا ہے ۔ ظاہر ہے دُنیا کے اس عظیم نظام
کو باقی رکھنے کے لئے کوئی نہ کوئی طاقت ضرور ہے جس کی معرفت
کے لیئے قدیم زمانہ سے اب تک مسلسل دعوتِ حق دی جا رہی ہے ۔
خود اللہ نے نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کہکر اپنا تعارف کرایا

ہے اور اُسی ذاتِ اقدس کا مکمل تعارف انبیاء علیہ السلام نے اپنی فطرتِ تسلیم میں پایا۔

صوفیا علیہم کرام نے تذکیہ نفس کے بعد دل کے نشیمن میں پایا۔

فلاسفہ نے تلاش و تجربات کے بعد اس ذات کو جانا۔

سائنسدان حضرات نے برسا برس کھوج لگانے کے بعد جب موت کی گھڑیوں میں۔ مجبوری کے حالات میں خود کو مجبور پایا۔ اور اس قادر القیوم کی کرشمہ سازیوں کے مشاہدات میں خود کو نااہل پایا تو چارو ناچار اس عظیم ذات کا اعتراف کیا جس کی دعوت اسلام دیتا چلا آرہا ہے۔

جدید سائنس داں حضرات کو قدرت کی جانب سے مزید مہلت ملی ہوئی ہے تاکہ وہ چاند تک بھی جائیں اس سے آگے جائیں آسمانوں کے حالات کا مشاہدہ کریں بعد ازاں یہ فیصلہ کریں کہ ان تمام وسائل کا پیدا کرنے والا کون ہے جن وسائل میں ہٹروئیم کا مادہ اور ایٹمی ذرات شامل ہیں۔

عرصہ دراز سے ترقی پسند دنیا اور خدا پرستوں کے درمیان یہ مسئلہ موضوعِ بحث بنا ہوا ہے۔ اب اس روشن زمانہ میں اس مسئلہ کا حل کوئی مشکل نہیں بشرطیکہ انصاف کی نگاہوں سے دیکھا جائے۔

اس کتاب کو اسی مقصد کے لئے لکھا گیا ہے تاکہ کچھ پیچیدگیوں
کا حل تلاش کیا جائے اور تلاشِ حق کو بروئے کار لایا جائے۔
اس مسئلہ کا آغاز ہم کائنات کے لفظ کے ساتھ کر رہے ہیں۔
یہی وہ موضوع ہے جس کا تعلق معلوماتِ عامہ
سے ہے۔ ان جملہ معلومات کو سامنے
رکھ کر پھر حقائق کا علم حاصل کرنا ہے اور اس بات پر یقین کو
مضبوط کرنا ہے کہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا خدا تعالی ہے اور جو بھی چیز
اس دنیا میں پیدا ہوئی ہے اس کو نظام کون و فساد کی رُو سے
ایک روز مر جانا ہوگا صرف اللہ کی ذات باقی رہے گی۔

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ

کائنات

فلکیات ــــ مادیات ــــ الٰہیات

قدیم فلاسفہ اور محققین حضرات نے کائنات کی تشریحات تین طریقوں سے کی ہے۔

آسمانی دُنیا ۔ مادی (زمینی) دنیا ۔ نظام الٰہی اگر کائنات کا علم ایسے انداز سے حاصل کیا جائے کہ کسی چیز کا علم حاصل کرنا ہے، یا یہ کہ کسی بنی ہوئی چیز کی اچھائی اور اس چیز کے بنانے کا طریقہ یا بنانے والے کی قابلیت کا پتہ چلانا مقصود ہو تو یہ پیچیدہ مسئلہ خود بخود حل ہو جاتا ہے، اس حیثیت سے کہ اتنی عظیم اور قدیم کائنات جس کا ہر ہر فعل مستقل ایک نظام عمل ہے نہ صرف یہ بلکہ ایک کون و فساد بھی ہے جس میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں آتی لازمی طور پر ان سب چیزوں کا پیدا کرنے والا ایسا کاریگر ہے جس نے دنیا کو حیرت میں ڈال رکھا ہے ۔ دُنیا کے محققین کا یہ بھی ایک سبجیکٹ رہا ہے

دُنیا کے سیّاح کا تحقیقی انداز یہ رہا ہے کہ انہوں نے تاریخی

قدیم عمارات کی کھوج لگائی پھر اس کے بنانے والے کا پتہ چلایا بعدازاں اس قدیم عمارت کی اس کے بنانے والے کی ایک تاریخ لکھدی تاکہ یادگار زمانہ رہے۔

اس قسم کی ریسرچ آج تک جاری ہے حکومتوں کے کروڑوں روپے اسی پر خرچ ہوتے ہیں کہ ہزاروں سال قبل کی تاریخی یادگاروں کا ان کے بنانے والوں کا پتہ چلایا جائے۔ حد تو یہ ہے کہ دو ہزار سال پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آواز کو فضا سے ریکارڈ کر کے حاصل کیا جائے مگر یہی مسئلہ جب حضرت عیسیٰ نبیّنا علیہ السلام کے پیدا کرنے والے کی معرفت کا آتا ہے۔ کائنات کے خالق کا آتا ہے تو تحقیقات کی منطق کا رُخ بدل جاتا ہے۔ وہاں حق شناسی سے کام نہیں لیا جاتا۔

یہ مانا کہ تحقیقات کا جذبہ بعض فطرتوں میں قدرتی ہوتا ہے۔ بعض میں علم کی روشنی کے سبب ہوتا ہے۔ یہ کوئی بُری چیز نہیں بلکہ خدا تعالیٰ بھی اس کو پسند فرماتے ہیں۔ ان کا ارشاد ہے اے نبیؐ میرا بندہ کہے گا کہ اس چیز کو خدا نے پیدا کیا، اس چیز کو خدا نے پیدا کیا پھر خدا کو (نعوذ باللہ) کس نے پیدا کیا ہے؟ مگر جب وہ ہماری نشانیوں کو دیکھے گا تو خود مطمئن ہو جائے گا کہ خدا احد ہے۔ صمد ہے لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ہے۔

علم ایجاد کسی چیز کی مسلسل تلاش اور مسلسل تجربات علمِ ایجاد

کا کامیاب سبب بنا کرتے ہیں۔ آج اس کائنات میں بھی محققین کے لئے یہی مسئلہ (معرفت خالق کائنات) درپیش ہے، بلکہ یہ ایک مستقل سوال ہے کہ یہ دُنیا کیسے بنی۔ کیوں کر بنی۔ کس نے بنائی؟

ویسے تو اس مسئلہ کو ہر انسان کا دل حل کر دیتا ہے۔ کیونکہ دل سب سے زیادہ منصف ہے۔ انسان زمانہ کو دھوکہ دے سکتا ہے مگر اپنے دل کو دھوکہ نہیں دے سکتا۔ دل سے حق رائے لینے کے بعد منکرین خدا بھی قائل ہو جاتے ہیں ــــ لیکن

ضد کی ہے اور بات مگر خو بری نہیں
بھولے سے اس نے سینکڑوں عدے وفا کئے

قدیم زمانے سے معرفت الٰہی کا یہی سوال مختلف انداز میں دنیا کے سامنے آتا رہا ہے اور ایسی نسل کے سامنے آیا کہ جس کو اللہ نے عقل و شعور کی دولت سے مالا مال کیا ہے۔ اس کو دُنیا کی خلافت دی ہے۔ اس کو فہم و فراست دی۔ ممکن ہے کہ اس متفکر انسانی مخلوق کو فرشتوں پر فکری، ایجادی فوقیت دیکر دنیا کا حکمراں اسی لئے بنایا ہو کہ ایسے پیچیدہ مسائل بھی یہی حل کرے کیونکہ یہ انسان بذاتِ خود اس کا ایک جز ہے۔

گویا علم الٰہی میں حق پرستی، حق جوئی کی بات اس درجہ

تھی کہ یہ انسانیت کے لئے ایک سوال بنے اور یہی انسان کائنات کا ایک جز ہوتے ہوئے حق جوئی کے سوال کا خود جواب بھی بن جائے۔

غالباً خدا کے منشا میں بھی یہی بات ہوگی اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ (جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے) کا ارشاد فرشتوں کو ہوا۔

جب یہ انسان اپنے جسم کی ساخت۔ اپنے عقل و شعور کی پرواز - اپنے ارادوں کی ناکامی۔ بعض مواقع پر اپنی مجبوری و لاچاری۔ اور اپنی موت و زندگی پر گہری نظر ڈالے گا تو یقیناً وہ اپنے خدا کی معرفت حاصل کرے گا۔ اگر اس راہ میں قدرے تردّد بھی ہوگا تاہم وہ اپنی جستجوئے کامل سے ایک نہ ایک دن معرفت کی منزلوں کو پالے گا - یہ کام فرشتوں کے بس کا نہ تھا اس لئے انسانوں کو ہی دنیا کا خلیفہ بنایا۔ یہ رتبہ انسانوں کا ہے جو حق کے متلاشی ہیں۔

بعض وہ لوگ بھی ہیں جو مادی علوم ، علم تجربات سائنس حاصل کرکے دنیا کے پیدا کرنے والے (خدا) کے وجود سے ہی انکار کرتے ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں -

منکرین کا قول

خدا تعالیٰ کی ذات سے انکار کرنے والے یہ کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) خدا کا

کوئی وجود نہیں - یہ اتفاقی حادثات کی پیدا شدہ کائنات ہے
اور اگر کوئی خدا ہے تو وہ نظر کیوں نہیں آتا؟

مُنکرین کے اس دعوے کی تردید ہم مذہبی تعصب میں
اور مناظرہ کی صورت میں نہیں کر رہے بلکہ دعوت حق کی
صورت میں تردید پیش کر رہے ہیں یہ اس لئے ضروری ہے تاکہ
انسانی عقل و شعور کو حق بات کی طرف متوجہ کر دیا جائے - اس کا
عقیدہ درست ہو جائے -

خدا کی پاک ذات سے انکار ایسا ہی بے بنیاد ہے
جیسا کہ کوئی فریبی انسان سورج کی روشنی سے دن میں انکار
کر دے یا کوئی یک چشم آدمی اپنی آنکھ کا عیب محسوس نہ کرے
بلکہ دوسرے لوگوں کی آنکھ کا عیب نکالے - جب اسے آئینہ
دکھایا جائے تب بھی وہ آئینہ کا ہی عیب بتا دے - ایسی
صورت میں آپ اس کے متعلق کیا رائے قائم کریں گے؟ جبکہ
خدا کے ماننے کے لئے خدا کی مخلوقات کی ظاہر نشانیاں موجود
ہیں - بات کچھ ایسی ہے کہ یہ حق و باطل کا نظریاتی ٹکراؤ ہے - باطل
پرست طبقہ کو اپنا مسلک باقی رکھنے کے لئے شیطانی تحریک کا
دامن تھام کر حق پرستوں کے خلاف عَلَمِ بغاوت بلند کرنا تھا - اس
تحریک کو ایک ازم کی شکل دے کر تعلیمات - تقاریر - لٹریچر
کے ذریعہ پھیلایا جا رہا ہے -

آپ جانتے ہیں کہ ناجائز تحریک کو اگر کامیاب بنانا ہو تو اس پر روپیہ خرچ کرکے، کچھ باطل پرست جمع کرکے تحریک کو چلادیا جاتا ہے۔ منکرین کا انکارِ الٰہی کی تحریک کا اس سے زیادہ کوئی اور مقصد نہیں جو ہم نے بیان کیا ہے۔ ناہی اس کے پاس کوئی ٹھوس ثبوت اس بات کا ہے کہ خدا نہیں۔ جیسا کہ آگے آپ خود انہی لوگوں کے اقوال سے اندازہ لگالیں گے۔

دوسری طرف کائنات کے خالق و مالک حق جل مجدہ کا یہ دعویٰ ہے کہ تم ہمارا ثانی پیش کرو۔ فرعون خدا بنا مرگیا۔ نمرود نے خدائی دعویٰ کیا مرگیا۔ شداد نے خدائی دعویٰ کیا مرگیا۔ لیکن سچا خدا زندہ ہے۔ قائم ہے دائم ہے۔ اسی خدا کو مسلمان مانتے ہیں۔ اسی خدائے برحق کے مشنِ توحید کو پھیلانے کے لئے تمام انبیاء رسول علیہم السلام اس دنیا میں آئے اور انہوں نے فراعینی تحریکات کے مقابلہ پر یہ اعلان کیا کہ "نہیں ہے کوئی معبود مگر صرف اللہ ہے۔" "تمام شکر و سپاس کا مستحق ایک اللہ ہے۔"

PRAISE BE TO ALLAH,

اس موضوع بحث کو جاری رکھتے ہوئے منکرین خدا کے دعووں کی تردید میں چند دلائل پیش کر رہے ہیں بغور فرمائیے جہاں جہاں منکرین کے قول پر نشان لگایا گیا ہے اسی پر دلائل قائم کئے ہیں۔

اتفاقی حادثہ

اتفاق کے معنی ذہن میں آتے ہی بہت سی الجھنیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس اعتبار سے کہ اتفاق کے معنی اچانک بلا مقصد بلا اطلاع کسی واقعہ کا پیدا ہو جانا اور جہاں تمام چیزیں بامقصد، باسلیقہ ایک اصول و نظام کے مطابق آتی جاتی ہوں۔ ان چیزوں پر اتفاق کا اطلاق کس قدر بے جا ہے۔ کوئی بھی پڑھا لکھا انسان دُھنویں کو دیکھ کر آگ سے یا کسی آتشی مادہ سے انکار کر دے تو دُھنویں کی حقیقت سے انکار کرنے کے مترادف ہے اور اس شخص کا نظریہ لازم ملزوم کے فلسفہ کے بالکل خلاف ہے۔

اتفاقیات: میں تخریبی پہلو زیادہ ہوتا ہے۔ تعمیری پہلو بہت کم ہوتا ہے۔ جب آپ کائنات کے اس عظیم صحیفہ کو دیکھیں گے تو وہاں آپ کو کروڑوں برس سے دنیا کا تعمیری پہلو زیادہ نمایاں نظر آئے گا جو چار عناصر ہوا۔ آگ۔ پانی۔ مٹی کے مرکب مادہ لطیفہ سے باقاعدہ اصول و ضوابط کے ساتھ مخلوقات پیدائش کی صورت میں ظہور پذیر ہے۔

اس وقت اگر ہم انسان کی پیدائش کو ہی سامنے رکھیں تو اس سے ہی بہت سے عُقدے وا ہو جاتے ہیں کہ نو مہینے تک بچہ کی ماں کے پیٹ میں تعمیر نشو و نما۔ اس کا زندہ رہنا پھر اس کی مختلف درجات میں پیدائش اس کو کون عقلمند اتفاقی حادثہ

کہہ سکتا ہے۔ اسی طرح تمام مخلوقات کا وجود مستقل ایک نظام قدرت کے عین مطابق چل رہا ہے۔ پورے پورے دلائل کے ساتھ ہم مخلوقات کا ذکر شروع کر رہے ہیں۔ سب سے پہلے ہم کلام اللہ کے ٹھوس دلائل کے ساتھ کائنات کا ذکر اور خالق و مخلوقات کے تعلقات کا ذکر کر کے ان دوستوں کی توجہ حق شناسی کی طرف مبذول کرا رہے ہیں۔ جو خدا کے وجود پر (نعوذ باللہ) یقین نہیں رکھتے یا ان کو اس بارے میں ٹھوس معلومات درکار ہیں۔

علم کی دنیا بہت وسیع ہے۔ قدرت کا چیلنج بھی یہی ہے کہ اے ہمارے بندوں پہلے تم ہماری ظاہری نشانیاں دیکھو، کائنات کی حقیقت کا علم حاصل کرو۔ پھر اس خدا کی خدائی کا اقرار کرو جس نے تم کو پیدا کیا ہے۔ اس اقرار سے تم کو ہی فائدہ پہنچے گا وہ یہ کہ تم حق پرستوں میں شامل ہو جاؤ گے۔ اور تمہارے عقیدوں میں پختگی، تمہارے ارادوں میں قوت، تمہارے کاموں میں اخلاص پیدا ہو جائے گا اور تمہارے ذہن سے اتفاقیت کا یہ خلل (جو کچھ لوگوں کے الل ٹپ کہدینے سے اندھی تقلید کی طرح پیدا ہو گیا ہے) وہ نکل جائے گا۔

دلائل قرآنی

قرآن پاک میں اللہ رب العزت نے جہاں کائنات کے مخلوق ہونے اور خود خالق کائنات ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ وہاں اہلِ عقل کو غور و فکر کی دعوت

بھی دی ہے تاکہ خدا کے تسلیم کرنے میں کوئی تذبذب نہ رہے۔ اب آپ قرآن حکیم کی اِن آیات میں کائنات کی حقیقت اور خالقِ مطلق کی قدرت کا ذکر ملاحظہ فرمائیے۔

"ارشادِ خداوندی"

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش
وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ	دن و رات کے اختلاف میں اہلِ عقل کیلئے
لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِیْنَ	روشن نشانیاں ہیں۔ ایسے لوگوں کیلئے
یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا	جو ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں۔
وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ	اُٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے اور وہ زمین و
فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	آسمان کی پیدائش پر فکر کرتے ہیں
رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا ۝ ج	اے ہمارے رب تو نے کوئی چیز بیکار نہیں
سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝	بنائی تو پاک ذات ہے ہمکو عذاب سے بچا۔

خدا کے اس کلام پر جب کوئی شخص گہری فکر سے سوچے گا اور زمین و آسمانوں کی حیرت انگیز بناوٹ پر غور کرے گا تو وہ حق شناسی کی اس منزل پر خود پہنچ جائے گا جہاں اس کو منکرین کے قول فراعینی دعوے جھوٹے نظر آئیں گے۔

"ارشاد ربِّ کائنات"

یٰاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ	اے لوگو تم اپنے پروردگار کی عبادت

الَّذِیْ خَلَقَکُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّکُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۞ پ الم

کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے والوں کو پیدا کیا ہے۔ تم کو اللہ سے ڈرنا چاہیئے وہ ذات ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا ہے اور آسمان کو چھت بنایا ہے اور آسمان سے پانی اُتارتا ہے اور اس کے ذریعہ پھل پیدا کرتا ہے جو تمہارا رازق ہے۔ پس اللہ کے ساتھ شریک مت ٹھہراؤ اور تم خوب جانتے ہو۔

ان آیات میں اللہ جلّ مجدہ نے آسمانوں۔ زمین، بارش اور زمین کی پیداوار کا ذکر کرتے ہوئے ازلی سعادت مندوں، ابدی بدنصیبوں کو اپنے دعوے کے اعتماد اور حاکمیت مطلقہ کی طرف متوجہ کیا ہے اور تنبیہ فرمائی ہے کہ ہرگز اللہ کے ساتھ شریک مت کرو تم خوب جانتے ہو کہ خدا ایک ہے۔

"نورِ خدا سے نورِ جہاں"

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ

(اللہ) وہی ذات ہے جس نے سورج کو چمک والا اور چاند کو روشن بنایا ہے اور مقرر کر دی ہیں ان کی منزلیں تاکہ تم سال بھر کی شمار کر لو اور حساب نکالو۔

مَاخَلَقَ اللّٰہُ ذٰلِکَ اِلَّا بِالْحَقِّ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ (یونس)

مگر اللہ نے ان کو بڑی تدبیر سے بنایا ہے جو حق ہے اور وہ اپنی نشانیاں نمایاں کرتا ہے اس قوم کے لئے جو علم رکھتی ہے

اگر وہ نورِ مجسم اپنے نورِ حقیقی سے چاند و سورج کو روشن نہ کرتا تو یہ دن رات کہاں سے ہوتے اگر وہ چاند کو گھٹتا بڑھتا نہ کرتا تو تم مہینے اور سال کا شمار کیسے کرتے یہ اُس کے حق کی نشانی ہے۔ اہل علم کے لئے۔

"قادرِ موت وحیات"

اِنَّ اللّٰہَ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَمَا لَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ؀

بے شک اللہ کے قبضہ میں آسمانوں اور زمین کی مملکت ہے وہی مارتا اور جلاتا ہے اور خدا کے سوا کوئی تمہارا دوست و مددگار نہیں ہے

حکومتِ الٰہیہ اسی کا نام ہے کہ جو زمین و آسمان کا مالک ہے وہی کائنات کے تمام شعبوں کا مالک و حکمراں ہے۔ وہ اپنا حکم منوانے میں غالب اور کامیاب ہے لیکن انسان اس کے مقابلہ پر مجبورِ محض ہے بلکہ انسان اپنی زندگی کے غیر اختیاری معاملات میں خدا کی فرماں روائی کا اسی طرح مطیع و محتاج ہے جس طرح دوسری مخلوق ہے۔ البتہ دنیا میں سماج کو باقی رکھنے کے لئے ہم جنس سے رابطہ رکھنے کے لئے اللہ نے انسانوں کو متحرک بالارادہ

بنایا ہے - اُسی کی توفیق پر یہ انسان چل پھر سکتا ہے - اُسی غالب قدرت والے سے اگر تم باغی بنے رہے تو پھر اس کے عذاب سے نجات دلانے والا کوئی مددگار نہ ہوگا اور نہ ہی دوست ہوگا - (سوا اللہ کے)

"خدا ہر کام پر قادر ہے"

مَادَمَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ (ھود)

جب تک خدا چاہے گا یہ زمین و آسمان قائم رہیں گے - بے شک تیرا رب جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے -

اس دعویٰ میں حکیم قاطعیت نمایاں طور پر نظر آرہا ہے اور اتنا ٹھوس دعویٰ وہی کرتا ہے جس کو بنانے اور بگاڑنے پر پوری قدرت حاصل ہو - یہ قدرت خالق کائنات اللہ تعالیٰ میں ہے -

"اللہ کی بے مثال صفت"

اَللّٰهُ الَّذِىْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَّجْرِىْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ

اللہ تعالیٰ کی وہ ذات ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستون کے بلند کیا ہے تم اس کو دیکھتے ہو پھر (خود) کو عرش پر قائم کرلیا - سورج اور چاند کو محکوم بنادیا تاکہ سب مقررہ میعاد پر جاری ہیں

الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ بِلِقَآءِ رَبِّکُمْ تُوْقِنُوْنَ (رعد)	اور وہ کائنات کے کاموں کی تدبیر کرتا ہے۔ اپنی نشانیاں ظاہر کرتا ہے تاکہ تم کو اپنے رب کی ملاقات کا یقین ہو جائے۔

یہ بلند آسمان وہ عرشِ بریں جس کی رفعت و لامکانی کا صحیح پتہ چلانا طاقت بشری سے باہر ہے) کس نے بغیر ستون کے بنائے؟ اور کون ہے جو چاند سورج کو مقررہ وقت پر نکالتا ہے۔ اگر یہ بے مثال صفت اور حیرت انگیز کائنات کا پیدا کرنا انسان کا کام نہیں تو پھر وہ کون ہے؟ اسلام نے واضح طور پر اس کا تعارف کرا دیا ہے وہ ذات خدا کی ہے۔

"عالم الغیب"

اِنَّ اللّٰہَ عٰلِمُ غَیْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اِنَّہٗ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (فاطر)	بے شک اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کے پوشیدہ حالات سے خوب واقف ہے اور وہ دلوں کا حال بھی جانتا ہے۔

آسمانوں اور زمین کے کچھ ایسے بھی راز ہیں جو مادی وغیر مادی ہیں جن کو معلوم کرنے کے لئے پوری دنیا کوشاں ہے۔ ان غیب کے حالات سے سوائے اللہ کے کوئی واقف نہیں اور جو کچھ اپنے سینے میں چھپائے ہوئے ہو خدا اس سے بھی خوب واقف ہے۔ تمکو صرف

اپنے محدود علم پر بے جا فخر ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ تمام علوم وفنون (علم غیب، علم کل، علم جز، علم فلکی، علم مادی۔ علم عناصر۔ علم بذات۔ علم الفعل۔ علم کیمیاوی۔ علم معدنیات۔ علم نباتات۔ علم حیوانات، علم کیفیات، علم آخرت۔ علم ظاہری، علم باطنی۔ علم مبدا معاد۔ علم کون وفساد۔ علم سببی۔ علم ہندسہ۔ علم روحانی وغیرہ) یہ تمام علوم قدرت کی چادر علم میں محفوظ ہیں۔ تم کو واقفیت نہیں۔

"قدرت کا چیلنج"

فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ ○ أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ ○ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ○ أَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بَل لَّا يُوقِنُونَ ○

(الطور)

اس کی مثال کوئی بات پیش کرو اگر تم سچے ہو۔ کیا وہ بغیر کسی چیز کے پیدا ہو گئے ہیں کیا وہ (منکرین) پیدا کرنے والے ہیں۔ کیا انہوں نے زمین و آسمان بنائے ہیں؟ پھر بھی وہ اللہ پر یقین نہیں رکھتے۔

کلام الٰہی میں منکرین خدا سے یہ سوالات کہ کیا تم خود بخود پیدا ہو گئے؟ کیا کائنات کو آپ لوگوں نے بنایا ہے؟ کیا زمین و آسمان تمہاری پیدا کردہ چیز ہے؟ اگر نہیں تو پھر خدا کے ماننے میں کیا تردد ہے؟ یہ سوالات خدا کی احدیت کے لئے تاکید ہیں اور منکرین

کے لئے کھلا چیلنج ہے کہ کسی بات میں بھی خدا کی مثال پیش کر کے دکھاؤ۔ اگر تم سچے ہو ورنہ جھوٹے ہو اور خدا اپنے دعووں میں سچا ہے۔

"خدا کا اندازہ"

إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ (قمر)

ہم نے ہر چیز کو اپنے اندازہ سے پیدا کیا ہے اور ہم نے صرف ایک حکم دیا جیسے آنکھ کا اشارہ اور ہم تمہاری تمام چیزوں کو فنا کر دیں گے کیا ہے کوئی روکنے والا۔ تمہارا ہر فعل لکھا جاتا ہے۔

اگر آپ دنیا کی مخلوقات کو ایک سائنس داں کے طور پر دیکھو گے تو آپ کو ہر جاندار و غیر جاندار ایک خاص فطرت اور خاص اندازہ سے بنا ہوا نظر آئے گا ان میں حضرت انسان بھی شامل ہے اور چاند سورج موسمیات سب شامل ہیں۔ آپ غور تو کیجئے کہ یہ اتفاق کیسے ہو سکتا ہے اتفاق تو اور اندازہ کو بگاڑ دیتا ہے۔ آگے اور پڑھئے۔

"مصوّرِ باکمال"

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنكُمْ كَافِرٌ وَمِنكُم مُّؤْمِنٌ وَاللَّهُ بِمَا

وہ ذات کہ جس نے تم کو پیدا کیا کچھ تم میں سے کافر ہیں اور کچھ مومن ہیں اور

تَعۡمَلُوۡنَ بَصِيۡرٌ ۝ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ وَصَوَّرَكُمۡ فَاَحۡسَنَ صُوَرَكُمۡ وَاِلَيۡهِ الۡمَصِيۡرُ (تغابن)

اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔ اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے تدبیر کے ساتھ اس نے تمہاری اچھی اچھی تصویریں بنائی ہیں (ایک دن) تم کو اس کی طرف لوٹنا ہے۔

کس قدر قابل حیرت خالق کی کاریگری ہے کہ ایک بند کوٹھری میں (ماں کے پیٹ) میں انڈے میں زمین کے نیچے پتوں کے اندر کیسی کیسی خوبصورت شکلیں بنادی ہیں پھر بھی انسانوں میں کچھ اس کو مانتے ہیں اور کچھ نہیں مانتے جبکہ یہ بھی مسلم ہے کہ ایک دن تم کو اسی کی خدمت میں جانا ہے۔

"برکت والی ذات"

تَبٰرَكَ الَّذِيۡ بِيَدِهِ الۡمُلۡكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرُ ۝ الَّذِىۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَالۡحَيٰوةَ لِيَبۡلُوَكُمۡ اَيُّكُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡغَفُوۡرُ ۝ الَّذِىۡ خَلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا مَا تَرٰى فِىۡ خَلۡقِ الرَّحۡمٰنِ

برکت والی ہے وہ ذات اور اسی کے ہاتھ میں (تمام) ملک ہے۔ وہ ہر شئی پر قادر ہے۔ وہ ذات ہے جس نے موت وحیات کو پیدا کیا تاکہ تم کو آزمایا جائے کہ کون تم میں اچھے اعمال کرتا ہے اور وہ دوست رکھنے والا معاف کرنیوالا ہے اس نے ساتوں آسمان کے طبقات پیدا

مِن تَفٰوُتٍ فَارۡجِعِ الۡبَصَرَ — کئے۔ نہ پاؤ گے تم رحمٰن کی مخلوقات
هَلۡ تَرٰی مِن فُطُوۡرٍ — میں کوئی تفاوت پس دھیان دے
(تبارک الذی) — تو نظر سے کیا دیکھتا ہے کوئی فطور اس میں

دونوں جہاں کی حکومت کا مالک۔ اور ہر ذرہ ذرہ پر قدرت رکھنے والی ذات کتنی بابرکت ہے کہ اس کے حُسن انتظام میں کوئی تفاوت بگاڑ نہیں اور نہ ہی اس کے قائم کردہ دستور میں کوئی تبدیلی پائے گا۔

قرآن کریم کی یہ آیات بینات جو مختلف انداز میں خدا کی قدرتِ کاملہ حاکمیت مطلقہ۔ ربوبیت تامہ اور اس کے جملہ اوصاف و کمالات کی تصدیق پیش کرتی ہیں ان کو پڑھنے اور سمجھنے کے بعد ہر صاحب عقل کو خدا کے تصور کے لئے گنجائش پیدا کرنی پڑے گی اس کے بعد ہم کائنات کا اول موضوع جو فلکیات سے متعلق ہے جدید وقدیم معلومات کی روشنی میں بیان کر رہے ہیں یہی وہ رشتہ ہے جو خالق و مخلوقات کا تعلق ظاہر کرے گا۔
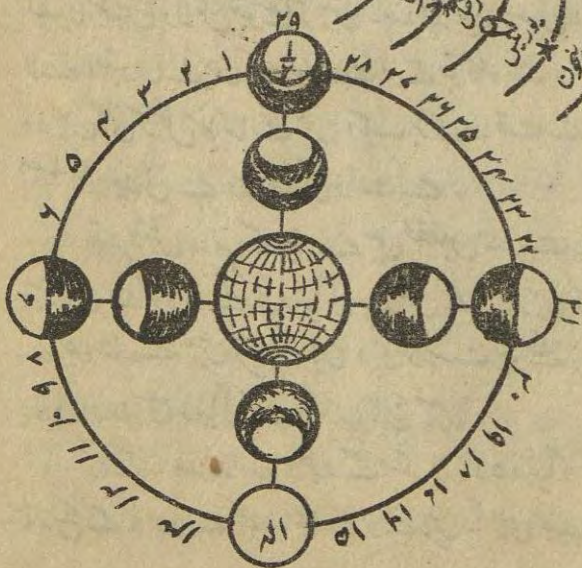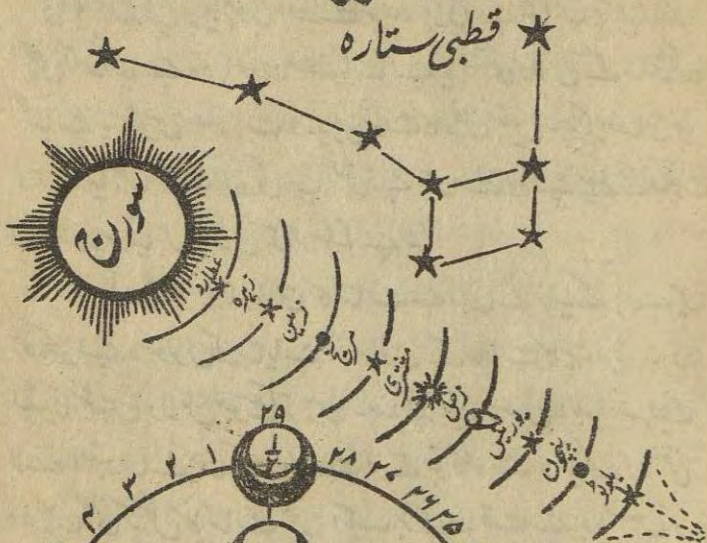
فلکیات
قطبی ستارہ
سورج
عطارد
زہرہ
زمین
مشتری
زحل
نیپچون
اجرام فلکی

آسمان فلکیات کے اس باب میں اجرامِ فلکی اور نظام شمسی کا ذکر ہے۔ یہ دنیا کب پیدا ہوئی؟ کس نے پیدا کی؟ کس طرح پیدا ہوئی اور کتنے عرصہ پرانی ہے؟ اس پر جس قدر بھی لکھا گیا ہے وہ یا محدود معلومات ہے یا عقلی دلائل کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ ٹھوس معلومات اور یقینی ثبوت کا دخل نہیں۔ چونکہ انسان خود اس دنیا میں بہت بعد کی پیدائش ہے اس لئے وہ اپنے پہلے کے حالات اپنے طور پر قیاس آرائی ہی کر سکتا ہے۔

اللہ چونکہ خالقِ کائنات ہے اس نے دنیا کے بارے میں جو کچھ اپنے رسولوں کو بتایا ہے۔ آسمانوں کے حالات کا پتہ دیا ہے وہ یقیناً ٹھوس دلائل ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ جتنے رسول انبیا تشریف لائے انہوں نے حق کی معلومات کر کے جو دعوت دنیا کو دی تھی وہ یہی تھی کہ کُل کائنات میں ایک بڑی طاقت ہے جو اس کو مسلسل چلاتی ہے وہ اللہ کی ذات ہے۔

آفرینشِ عالم کے بارے میں محققین حضرات نے جو رائے پیش کی ہے وہ یہ ہے کہ دنیا کی پیدائش کے سلسلے میں دنیا کے خالق نے جو اشارے پیش فرمائے ہیں وہی درست ہو سکتے ہیں ورنہ اس پرانی اور وسیع دنیا کی کوئی ٹھوس تاریخ نہیں۔

جو لوگ خدا کے وجود کے منکر ہیں وہ دنیا کو قدیم کہہ کر تاریخ کے وجود سے بھی انکار کر دیتے ہیں۔ کیسی عجیب بات ہے کہ

وہ لوگ خدا تعالٰی کے لئے مائی گاڈ My God کا لفظ تو استعمال کرتے ہیں لیکن اس کے وجود سے برابر انکار کرتے ہیں۔ وہ صبح دعا (Rayer) میں بینی فشنٹ دی مرسی فُل (IN THI NAME OF ALLAH, BENEFICIENT THE MERCIFUL.) تو پڑھتے ہیں لیکن اس کی شانِ فریاد رسی سے انکار بھی کرتے ہیں۔ ظاہر ہے اس قسم کا طبقہ حقائق سے ناواقف رہتا ہے اسی ناواقفیت کی بنا پر کائنات کے بارے میں جو غیر معقول رائے قائم کر لیتا ہے اس کو نبھانے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے خواہ وہ ناجائز ہی کیوں نہ ہو، چنانچہ یہی طبقہ آسمان کی حقیقت کے بارے میں یہ رائے رکھتا ہے کہ آسمان کوئی چیز نہیں ہے وہ صرف حدِّ بصر یعنی جہاں نظر ختم ہو جائے وہ ہی آسمان ہے حالانکہ ان کے روزمرّہ کے استعمال میں SKY آسمان کا لفظ آتا ہے لیکن آسمان کے وجود سے انکار ہے۔ کیسے تعجب کی بات ہے۔ قرآن پاک نے آسمان کے وجود کو نہ صرف تسلیم کیا ہے بلکہ اس کے سات درجات بتائے ہیں۔ اب آپ اسلامی سائنس کی روشنی میں آسمان کی حقیقت کا ذکر پڑھیئے۔

فلسفہ اسلام اور آسمان قرآن پاک کی آیات سے اور علمائے کرام کی تحقیقاتی تصانیف سے پتہ چلتا ہے کہ آسمان کا وجود ہے، آسمان میں دروج، بروج،

خرق والتیام بھی ہیں اسمیں حرکت طبعی بھی ہے۔ اسمیں سیّاروںکی ایک وسیع دُنیا
بھی ہے۔ فلکیات کے باب میں آسمانوں کی حرکات و سکانات کی بحث بہت
طویل ہے جس کو عربی فلسفہ کی کتابوں میں ذکر کیا گیا ہے۔

جدید سائنس میں بھی جہاں نظام شمسی کا ذکر کیا جاتا ہے
وہاں آسمان کے لفظ کے ساتھ سُرخی قائم کی جاتی ہے اور پھر
سیاروں کی دنیا کا ذکر کر دیا جاتا ہے۔ یہ بات ضرور ہے کہ آسمانوں
کے بارے میں جدید سائنس میں کوئی تفصیلی بیان نہیں آتا۔
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی آسمان کے وجود کی تحقیقات
جاری ہے۔ یہ ممکن ہے کہ جب اہل دنیا آسمان کے وجود کی تحقیقات
مکمل کر لیں گے تو اسی طرح سے آسمان کے وجود کی شہرت ہوگی
جس طرح چاند پر جانے کی ہوئی۔ اب سے پچاس ساٹھ سال قبل بعض
سائنس داں چاند کے وجود کے بھی قائل نہ تھے وہ اس کو سورج
کا عکسِ سمندری کہا کرتے تھے۔ اب وہ ایک کرۂ چاند ہے جس پر
یہ خود ہو کر آئے ہیں۔

قرآن اور آسمان

قرآن کریم اللہ کی وہ کتاب ہے جو قدرت
کے احکامات اور قانون الٰہی کی شکل میں
محمد رسول اللہ صلعم پر ۱۰ رمضان المبارک غارِ حرا میں وحی کے ذریعہ نازل
ہوئی اس کو آسمانی کتاب بھی کہتے ہیں۔ قرآن کریم سے پہلے تین اور کتابیں
آسمانی نازل ہوئیں۔ توراۃ۔ انجیل۔ زبور۔ ان کتابوں میں بھی

جگہ جگہ فوقی دنیا - تحتی دُنیا - آسمان والے کا ذکر آتا ہے۔ اسی طرح قرآن پاک میں بھی اللہ ربّ العزت نے سات آسمان چمکتے ہوئے ستاروں کا ذکر کیا ہے -

میں اس کتاب میں اس موضوع کو کوئی اختلافی مسئلہ بنانا نہیں چاہتا - اس لئے کہ اسلام کی دعوتِ حق کو جتنی مہلت مل رہی ہے اتنا ہی دُنیا اس کے قریب آتی جا رہی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ہزاروں سال پہلے اللہ کے دعووں کو آج کی دنیا جدید تجربات اور تحقیقات سے متعارف ہو کر خدا کے دعوؤں کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوتی جا رہی ہے - بہت ممکن ہے کہ آئندہ زمانہ میں کچھ روشن ضمیر انسان پیدا ہوں گے ان کو وسائل کی مزید سہولتیں مہیا ہوں گی تب انشاءاللہ آسمان کی حقیقت کا یہ راز بھی فاش ہو جائے گا - ہم آسمان کی اس بحث کو فی الحال اس منزل پر چھوڑ کر صرف آسمان کے مشاہدے - ستاروں کی دنیا - نظام شمسی - نظام کائنات کا ذکر کر رہے ہیں تاکہ آپ کو یہ معلوم ہو سکے کہ آسمانوں میں اور زمین و آسمان کے درمیان قدرت نے کیا کیا عجائبات پیدا کئے ہیں - معلومات کے اس ذخیرے میں جدید سائنس کی بڑی بڑی کتابوں کے بھی کچھ اقتباسات ہیں جن کو پڑھ کر آپ خود اندازہ لگا لیں گے کہ خدا کی ذاتِ

پاک ہے اور اس کی عجیب و غریب مخلوقات سے انکار کرنے
والوں کے انکار کی بنیاد کس قدر کمزور ہے۔ کچھ دیر آپ اپنی توجہ کو
یک سو کر کے آگے مطالعہ فرمائیں۔

آسمان کے مشاہدے

آپ کے سر پر بہت بلند اور بہت وسیع نیلی چھتری نظر آتی ہے۔
اسی کو آپ آسمان کہتے ہیں۔ سورج غروب ہونے کے فوراً بعد
آسمان پر لاکھوں چمکتے ہوئے ٹکڑے ٹکڑے نظر آتے ہیں۔ ان ہی کو ستارے
اور سیارے کہتے ہیں۔ ان میں کچھ جھلملاتے ہیں اور کچھ تیز روشنی
والے ہوتے ہیں۔ کبھی آپ نے دیکھا ہو گا کہ ایک تارہ اپنی جگہ سے
ٹوٹا اور تیزی سے دوسری جگہ جاکر غائب ہو گیا۔

گویا تاروں بھری رات کا پُرکیف منظر اس بات کا پتہ
دیتا ہے کہ آسمان موتیوں سے جڑی ہوئی ایک چادر ہے جو قدرت
نے اپنے بندوں پر تان دی ہے۔ اگر آپ آسماں کے تارے
گِننا چاہیں تو نہیں گن سکتے۔ آپ نے بڑے بوڑھے لوگوں کو
دیکھا ہو گا کہ وہ رات کو پلنگ پر بچوں کو اپنے پاس لٹا کر آسمان
کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں۔

ایک تارہ گگّو تارہ ۔ دو تارے جگّو تارے ۔ تین تارے
جگنو تارے ۔ چار تارے چونک تارے ۔ پانچ تارے
جگمگ تارے ، اسی طرح سینکڑوں تک گنتے ہیں۔ پھر

بھول جاتے ہیں - پھر شروع سے گنتے ہیں - یہ بزرگوں کا دل بہلانے کا محبوب مشغلہ بھی تھا اور ساتھ ہی بچوں کی تعلیم بھی تھی - اس لئے کہ وہ بچّوں سے یہ بھی دریافت کیا کرتے تھے کہ بتاؤ بیٹا یہ چمکتے ہوئے تارے اور یہ آسمان کس نے بنایا ؟ پھر اس کو اللہ کا تعارف کراتے تھے - حقیقت بھی یہی ہے - آسمان کی چتر نیلگوں پر جڑے ہوئے تارے آپ گن نہیں سکتے - اب ہم آپ کو ان تاروں کی حقیقت سے روشناس کراتے ہیں - ویسے تو ان ستاروں کی دُنیا سے آگے اور بھی دنیا ہوگی اور خدا جانے اس دنیا میں کیا کیا ہوگا ؎

تو جس کو سمجھتا ہے فلک اپنے جہاں کا — شاید کہ زمیں ہے یہ کسی اور جہاں کی

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

سیارے اور ستارے

اجرامِ فلکی

اجرامِ فلکی اور ستارے

اجرام فلکی (یعنی آسمان کے جسم کے کچھ حصے) جو اپنی جگہ قائم اور ثابت رہتے ہیں ان کو ثابت ستارے کہتے ہیں۔ آپ ان ستاروں کو جب بھی دیکھیں گے۔ یہ آسمان پر ٹمٹماتے ہوئے نظر آئیں گے۔ یہ ہمیشہ اپنی جگہ پر قائم رہتے ہیں۔ ان کے درمیان جو فاصلہ ہے وہ مستقل اتنا ہی رہتا ہے جتنا قدرت نے بنادیا ہے، زمین کا رُخ بدلنے سے ستاروں کا رُخ بھی بدلا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

مگر اس نقشہ کی رُو سے آٹھ ستاروں کی یہ ٹولی ہے جو بدستور اپنی جگہ ثابت اپنا مرکز چھوڑ کر دوسری جگہ منتقل نہیں ہوتے اور نہ ہی کبھی ان کی ترتیب میں کوئی فرق آتا ہے ان ستاروں کی مدد سے مشرق و مغرب کی سمت معلوم کی جاتی ہے۔ ب۔ الف (دب اکبر) ان دو ستاروں کی سیدھ میں شمال کی جانب ایک بہت بڑا روشن ستارہ ہے اس کو قطبی تارہ کہتے ہیں۔ یہ ہمیشہ

شمال کی سمت میں رہتا ہے۔ اسی ستارہ کے حساب سے قطب نما گھڑی کی ایجاد ہوئی ہے جو پہلے زمانہ میں اور آج کل بھی ہوائی جہاز چلانے میں راستہ بتانے کے کام آتی ہے۔ آسمان پر ہر ایک ستارہ سورج کی طرح گرم اور روشن ہوتا ہے۔ مگر یہ ستارے زمین سے اتنی دُور ہیں کہ دُوربین سے دیکھنے کے بعد بھی صرف نقطہ کی برابر معلوم ہوتے ہیں۔ اگر سورج زمین سے اتنا دُور ہو جائے جتنا دُور ستارے ہیں تو سورج بھی ستاروں کی طرح نقطہ کی برابر نظر آئے گا۔

مگر خالق کائنات نے اپنے حساب سے دن رات پیدا کرنے کی غرض سے اور نظام شمسی کے ذریعہ کائنات میں ضروری تبدیلیاں لانے کے لئے سورج کو زمین کے قریب کر دیا۔ زمین سے سورج کا اتنا فاصلہ بھی رکھا ہے کہ سورج کی کشش زمین کو کھینچ کر اپنے اندر نہ لے لے اور پورے کرۂ ارض کو جلا کر خاک نہ کر دے۔ کیونکہ بنانے والے کو اپنی بنائی ہوئی چیز کی طاقت اور اس سے پیدا شدہ اثرات کا پورا پورا علم ہے۔ اس لئے اس نے ان سب چاند سورج ستاروں کو بڑی تدبیر (حکمت عملی) سے بنایا ہے

سیارے اور تارے

ابھی تک آپ تاروں کا ذکر پڑھ رہے تھے۔ اب سیاروں کا حال پڑھئے ان دونوں کا فرق یہ ہے۔ تارے وہ ہیں جو اپنی جگہ قائم رہتے ہیں۔

سیارے وہ ہیں جو اپنی جگہ سے ہٹ کر بدلتے رہتے ہیں۔ کبھی جھنڈ کی شکل میں دکھائی دیتے ہیں اور کبھی کہکشاں کی صورت میں دل کش منظر بن جاتے ہیں۔ تارے ٹمٹماتے رہتے ہیں اور سیارے مستقل روشن رہتے ہیں۔ یہی وہ سیارے ہیں جو ٹوٹ کر گرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ سیاروں کے ٹوٹنے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے میں نظامِ قدرت کا بہت بڑا دخل ہے۔ قرآن پاک کی تفسیر میں ٹوٹنے والے سیاروں کے بارے میں یہ لکھا ہے۔
وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ ہم نے شیاطین کے مارنے کے لئے ان کو بنایا ہے۔

عبرت اجرامِ فلکی کے اس بیان کے بعد دماغ میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ ہزاروں سال سے یہ اجرامِ فلکی ایک ہی مقررہ نظام کے ماتحت چل رہے ہیں۔ اگر ان پر کسی کا کنٹرول نہیں ہے تو ان فاصلوں میں اور ان کے عمل میں فرق کیوں نہیں آتا؟

اگر وجود کائنات کی تھیوری یہ ہے کہ دو چیزوں کے ملنے سے تیسرا وجود خود بخود پیدا ہو جاتا ہے اور یہی قدیم دنیا کا رواج رہا ہے۔ تو پھر وہ چیزیں جن کے ملنے سے چاند سورج تارے سیارے بنے وہ کیا ہیں؟ اور جب وہ دو مادے ہمیشہ ملتے ہی رہتے ہیں تو پھر کئی سورج اور کئی چاند پیدا ہو جانے چاہئیں تھے؟ لیکن ایسا قطعاً نہیں ہے بلکہ جو چیز ازل سے اللہ نے بنا دی ہے وہ

ویسی ہی ہے اور اسی حیثیت سے کام کر رہی ہے۔

تِلْكَ اٰيٰتٌ بَيِّنَات — یہی تو ظاہر نشانیاں ہیں دجو تمہارے لئے باعثِ عبرت ہیں۔

سورج کی سہیلیاں سیارے

یہ صرف نو سیارے ہیں جو سورج کے چاروں طرف گھومتے ہیں ان کی روشنی اپنی ذاتی نہیں بلکہ آئینہ کی طرح یہ سورج کی روشنی کا عکس اپنے اندر لیتے ہیں۔ بعض سیارے سورج سے قریب ہونے کے سبب روشن اور گرم ہوتے ہیں اور بعض سیارے سورج سے بہت دُور ہونے کے سبب روشن اور ٹھنڈے ہوتے ہیں۔

جیسے سفید شیشہ جس کا دل موٹا ہو جب آپ اس کو سورج کی شعاعوں کی طرف کریں گے تو اس میں سے گرم روشنی نکلے گی یہاں تک کہ وہ کپڑے اور کاغذ کو جلا دیتی ہے۔ ان نو سہیلی سیاروں کے نام یہ ہیں اور یہی سیارے سورج کے ارد گرد گھومتے ہیں۔
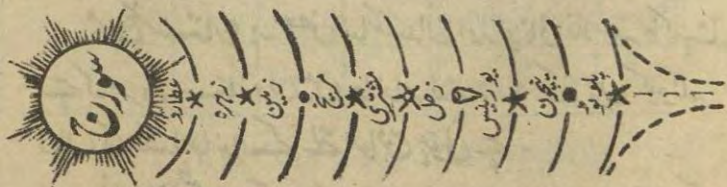
ان سب کا خالق خدا ہے انسان نہیں۔

نظام شمسی

چاند، سورج، سیاروں کے نظام کو نظام شمسی کہتے ہیں۔ ان سے دنیا کو بہت فیض پہنچتا ہے سب سے زیادہ سورج کا فیضان دیکھو کہ پوری دنیا کو روشن کر دیتا ہے

دُم دار ستارے۔ اس کے بارے میں بڑے چرچے ہوتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ منحوس ستارے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ بھاگوان ہیں لیکن اصلیت یہ ہے کہ کچھ صاف ذرّات جب کسی روشن سیارے کے قریب جمع ہو جاتے ہیں تو وہ سب غیر معمولی طور پر چمکنے لگتے ہیں۔ سیارے کی کشش سے ایک جگہ جمع رہتے ہیں۔ آپ نے روٹی پکانے کے توے کو چمکتے دیکھا ہوگا۔ جب روٹی پکا کر توے کو اُتارا جاتا ہے تو لوہے کی گرمی سے کچھ ذرّات بہت دیر تک چمکتے رہتے ہیں۔ لوگ اس کو بھی شگون میں شامل کر لیتے ہیں۔ دم دار سیارے بھی نظام شمسی میں داخل ہیں۔ اسی طرح ثاقب ستارہ (ٹوٹنے والا ستارہ) یہ بھی نظام شمسی میں داخل ہے۔ ثاقب ستارے جسامت میں چھوٹے بھی ہوتے ہیں۔ اور بڑے بھی ہوتے ہیں

مریخ ستارہ:۔ بعض سائنسداں اور یونانی فلاسفہ کا کہنا ہے کہ مریخ ستاروں میں جاندار زندہ رہ سکتے ہیں کیونکہ وہاں کی فضا جاندار کے لئے موافق ہوتی ہے۔

نظام شمسی کے اعتبار سے سورج، سیاروں زمین کے

درمیان - فاصلہ - جسامت - رفتار - قطر - وزن کتنا کتنا ہے یہ ذیل کے نقشے میں ملاحظہ فرمائیے۔

سورج اور سیاروں کی معلومات

	سیاروں کے نام	سورج سے فاصلہ میلوں میں	سورج سے دوری گردش کا وقت	سیاروں کا قطر میلوں میں	گولائی میں گردش کا وقت	زمین کے مقابلہ میں سیاروں کا جسم	زمین کے مقابلہ میں وزن	روشنی میں تبدیلی
۱	عطارد	۳ ۱/۲ کروڑ	۸۸ یوم	۲۷۶۵ میل	۸۸ یوم	۶/۱۰۰	۴/۱۰۰	قائم
۲	زہرہ	۶ ۷/۱۰ کروڑ	۲۲۵ ۳/۴ ″	۷۶۰۰ ″	۰ —	۹/۱۰	۸/۱۰	″
۳	زمین	۹ ۳/۱۰ کروڑ	۳۶۵ ۱/۴ ″	۷۹۱۳ ″	۲۴ گھنٹے	۱	۱	۱
۴	مریخ	۱۴ ۱/۵ کروڑ	۶۸۷ ″	۴۳۵۱ ″	۲۴ ۳/۴ ″	۱/۲	۱/۱۰	۲
۵	مشتری	۴۸ کروڑ	۱۲ ″	۹۰۰۰۰ ″	۱۰ ″	۱۳۵۰	۳۰۰	۹
۶	زحل	۸۹ کروڑ	۲۹ ۱/۲ ″	۷۶۰۰۰ ″	۱۰ ″	۸۰۰	۹۵	۱۰ ۱/۲
۷	یورنیس	۱۷۸ کروڑ	۸۴ ″	۳۱۹۰۰ ″	″ ″	۴۷	۱۴ ۱/۲	۴
۸	نیپچیون	۲۸۰ کروڑ	۱۶۲ ″	۳۴۸۰۰ ″	۱۵ ۸/۶۶ ″	۸۵	۱۷	۰۱
۹	پلوٹو	۳۹۰ کروڑ	۲۸۱ یوم	—	نامعلوم		—	—

(ماخوذ از نظام شمسی دنیا کا سائنس)

چاند چاند بظاہر ایک روشن کرہ ہے۔ اس کی پیدائش کا اصل مقصد اگر سامنے رکھا جائے تو خدا کا اتنا بڑا احسان ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ چاند کے گھٹنے اور بڑھنے کا تعلق دنوں کے حساب کے لئے رکھا گیا ہے۔ اس کے علاوہ قرآن پاک میں اللہ کا چاند سورج دن اور رات کی قسم کھانا معنی خیز ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا۝ وَالْقَمَرِ	اور سورج کہ روشن کر دیا اس کو اور
اِذَا تَلٰهَا۝ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا	چاند کہ چمکا دیا اسکو اور دن کہ اُجالا کر دیا
وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا۝	اس میں اور وہ رات کہ اندھیرا
	کر دیا اس میں۔

چاند کی حقیقت کیا ہے؟ اس بارے میں فلسفہ اسلام تو یہی کہتا چلا آرہا ہے کہ اجرام فلکی کا ایک حصہ ہے جس کو سورج سے روشنی ملتی ہے اور وہ ایک کرہ کی مانند ہے۔ چاند دوسرے سیاروں سے بہت چھوٹا ہے۔ لیکن زمین سے قریب ہونے کے سبب ستاروں سے بہت بڑا معلوم ہوتا ہے۔

اگر آپ قرآن کریم کا مطالعہ اس نیت سے کریں کہ اس میں اسلامی سائنس کیا ہے، تو آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ قرآن اپنی تعلیم کی روشنی میں تم کو ترقی یافتہ دنیا کے ہم پلّہ بنانا چاہتا ہے۔ یہ خیال بالکل غلط ہے کہ اسلام سائنس اور سیاست سے خالی ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام حق پرستی کے نظریہ کے ماتحت جس سائنس کو اور جس سیاست کو پیش کرتا ہے وہ بہت

اونچا ہے جو انسانی قدروں کو اتنا اونچا کرتا ہے کہ وہ انسان دوسروں کے لئے ایک مثال بن جاتا ہے

چاند کی جسامت

یہ چاند زمین پر رہنے والوں کو کبھی گول ◯ نظر آتا ہے کبھی نصف ◯ نظر آتا ہے۔ کبھی کمان کی طرح ☾ نظر آتا ہے۔ چاند دیکھنے میں آسمان کا سب سے بڑا حصہ معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ چاند دوسرے سیاروں اور سورج سے بہت چھوٹا ہے۔ یہاں تک سورج کے اندر چاند جیسے چونسٹھ کرّے سما سکتے ہیں اور بعض سیارے تو ایسے ہیں جو سورج سے بھی زیادہ بڑے ہیں۔

چاند کا فاصلہ زمین سے سورج کے مقابلے پر چار سو گنا کم ہے اتنا قریب ہونے کے باوجود پھر بھی سورج چاند سے بڑا معلوم ہوتا ہے۔

چاند کا قطر اور فاصلہ

زمین قطر کے اعتبار سے چاند سے پچاس گنا بڑی ہے۔ چاند کا قطر ۲۱۶۳ دو ہزار ایک سو تریسٹھ میل ہے۔ زمین سے چاند کا فاصلہ ۲۴۰۰۰۰ لاکھ میل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ مرکز کے تقاضہ کے تحت زمین کی طرف کھینچتا ہے اور زمین کے حلقہ اثر میں زیادہ ہے۔ اس کی اجرامی کیفیات کے بارے میں محققین نے لکھا ہے کہ جمادی کیفیات زمین کے مشابہ ہیں۔ فضائی کیفیات میں سورج کی روشنی کے سبب قدرے گرم ہے

چونکہ چاند کو روشنی سورج سے ملتی ہے۔

چاند کی گردش

چاند ہمیشہ زمین کے گرد چکّر لگاتا رہتا ہے اور اس کا یہ چکّر ۲۹½ دن میں پورا ہوتا ہے۔ جب یہ زمین کے چکّر کو پورا کر کے کرہ کے اوپر آتا ہے تو ۲۹۔ ۳۰ تاریخ کا پہلا چاند (ہلال) کہلاتا ہے۔ یہ چودھویں روز پورا گول ہو جاتا ہے تب اس کو بدر کہتے ہیں پھر گھٹنا شروع ہوتا ہے یہاں تک کہ ۲۸ کی رات میں غائب ہو جاتا ہے۔ اس طرح مہینے کے ۲۹½ — ۳۰ دن پورے بنا رہتا ہے۔

نظامِ قدرت کی مضبوطی دیکھئے کہ چاند کی یہ گردش اور اس کا یہ کام بلا کسی روکاوٹ کے لاکھوں برس سے جاری ہے اور تاقیامت یوں ہی جاری رہے گا۔

آج چاند پر جانے والے سائنسداں حضرات نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ چاند کا جسم مادی ہے۔ وہ ایک کرہ کی طرح ہے۔ جب کہ یہی بات قرآن بہت پہلے بتا چکا ہے۔ کمی یہ ہے کہ مسلمان قرآن کو صرف عقیدت کے انداز میں پڑھتا ہے لیکن اس سے کچھ حاصل کرنے کے لئے فلسفیانہ نگاہوں سے نہیں پڑھتا۔ آپ قرآن کا مطالعہ کیجئے اور اس میں رازِ قدرت کا علم حاصل کیجئے۔

چاند کی شکلیں

جیساکہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ چاند کی شکل میں جو تبدیلیاں آتی ہیں اُن سے مہینے کے ۳۰ دن کا شمار کیا جاتا ہے۔ عموماً ڈھائی دن تک چاند غائب رہتا ہے۔ آخیر مہینے میں اس کا سبب یہ ہے کہ چاند گردش کرتے کرتے زمین کی آڑ میں آجاتا ہے۔ چاند کے گھٹنے اور بڑھنے کی شکل یہ ہے جو آپ اس نقشہ میں دیکھ رہے ہیں چاند ۲۹½ دن ہماری زمین کی گردش اس طرح پوری کرلیتا ہے اور نقشہ کے مطابق اس کی شکل بدلتی ہے۔ ایک رات سے دوسری رات تک چاند کے نکلنے کا وقفہ ۵۶ منٹ کا ہوتا ہے اور چار ہفتوں میں چاند کی شکلیں حسب ذیل نقشہ کے مطابق بدلتی ہیں۔

نصف
بدر
نصف

پہلا ہفتہ　پہلا ہفتہ　دوسرا ہفتہ　تیسرا ہفتہ　مہینے کا آخیر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے چاند کی تبدیلیوں کو تمہارے حساب کے لئے بنایا ہے۔ جس زمانہ میں گھڑیاں نہیں تھیں، اس زمانہ میں رات کا وقت چاند کی گردش کے مقام سے پتہ کرتے تھے۔ دن میں سورج کی دھوپ اور سایہ سے اوقات معلوم کرتے تھے۔

سورج

سورج اجرام فلکی کا سب سے زیادہ روشن اور سب سے بڑا حصہ معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں یہ درمیانی درجہ کا ایک روشن اور گرم ستارہ ہے جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیا میں روشنی پہنچانے کے لئے اور گرمی وسردی کا توازن برقرار رکھنے کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ سورج کے علاوہ آسمان میں اور کئی ستارے ایسے ہیں جو سورج سے بھی زیادہ بڑے ہیں مگر وہ ستارے سورج کے مقابلہ پر ہم سے بہت دور ہیں اس لئے وہ سورج سے چھوٹے معلوم ہوتے ہیں۔ اب آپ سورج کے اس فیض عام کو سامنے رکھتے ہوئے قدرت کے احسانات کا اندازہ لگائیے

سورج کا طلوع وغروب

طلوع وغروب کے اعتبار سے سورج بھی زمین کے چاروں طرف مستقل گردش میں ہے۔ اس کا ایک چکر زمین کے ارد گرد ۲۴ گھنٹے میں پورا ہوتا ہے۔ یہ ہر روز صبح سویرے مشرق سے نکلتا ہے اس کے طلوع ہونے کی نشانی یہ ہے کہ مشرق کے افق پر معمولی اُجالا ہوتا ہے اور وہ بڑھتے بڑھتے پورے آسمان پر پھیل جاتا ہے۔

اس وقت پرندے درختوں پر اپنے پر پھیلا کر چہچہانے لگتے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد چمکتے ہوئے سورج کی تھالی نظر آنے لگتی ہے۔
جوں جوں سورج اوپر ہوتا جاتا ہے وہ وہ دن روشن ہوتا جاتا ہے حتیٰ کہ پوری دنیا خورشید تاباں سے منور ہو جاتی ہے

غروب

دوپہر میں سورج بیچ آسمان پر آجاتا ہے اور پھر ڈھلنا شروع ہو جاتا ہے۔ اسی کو زوال کا وقت کہتے ہیں۔ جو پانچ منٹ سے سات منٹ تک رہتا ہے اور شام کو دن بھر کا تھکا ماندہ سورج مغرب کی وادی میں چھپ جاتا ہے۔ لیکن یہ سوتا نہیں یہ تو ایک محاورہ ہے کہ سورج تھک گیا۔ سورج برابر اپنا کام کرتا رہتا ہے۔

سورج غروب ہو جانے کے بعد دنیا کا وہ خطہ جو دن کی روشنی سے منور تھا رات کی تیرگی سے تاریک ہو جاتا ہے اور وہ ممالک جو ایشیا کے مقابلہ پر زمین کے نشیبی علاقہ میں واقع ہیں وہاں دن نکلتا ہے۔ جیسا کہ امریکہ وغیرہ۔ سورج کا یہ طلوع و غروب نظامِ شمسی میں داخل ہے۔ لیکن یہ نظامِ شمسی نظامِ قدرت کے تابع ہے۔
یہاں نظامِ قدرت سے مراد اللہ تعالیٰ خالق کائنات کے قائم کردہ اصول و ضوابط ہیں جو ان تمام اجرام فلکیات اور مادیات۔ جمادات۔ نباتات۔ حیوانات پر مشتمل ہیں اور وہ سب کے سب حکم الٰہی کے تابع ہیں۔

سورج کی تپش

گرمیوں میں چند منٹ دھوپ میں کھڑے ہو کر سورج کی تپش کا اندازہ لگائیے۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ پتھر لوہا، دھات، حتیٰ کہ پانی بھی گرم ہو جاتا ہے۔ یہ سورج کی تپش ایسی صورت میں ہے جبکہ سورج کی یہ ٹکیہ ہم سے بہت دور ہے۔

(گرم) کھولتے ہوئے پانی سے ۶۰ گنا سورج کی تپش ہوتی ہے اور یہ تپش سورج کی شعاؤں کی ہے۔ ظاہر ہے کہ سورج کے اندر کی حرارت کس قدر تیز ہوگی۔

سایہ

سورج کے بہت قریب رہ کر کوئی مادی یا ٹھوس جسم کی چیز سورج کی روشنی کے لئے مانع نہیں بن سکتی اس لئے کہ وہ سورج کے قریب ہو کر اپنے جسم کو ہی باقی نہیں رکھ سکتی۔ ہاں البتہ آپ لوگوں کے سروں سے قریب ہو کر معمولی چھتری بھی آپ کو سورج کی تپش سے بچا لیتی ہے۔ آپنے دھنویں، بادل، گرد، کہر وغیرہ کے اُفق پر چھا جانے کے بعد سورج کی تیزی میں کمی دیکھی ہوگی۔ بس اسی کو سایہ کہتے ہیں جو انسان کے قریب ہوتا ہے۔ لیکن جب نور کے آگے نور کا جسم یا شیشہ کا جسم کھڑا کر دیا جائے تو اس کا سایہ نہیں ہوتا۔ بلکہ اس میں سے روشنی چھن کر پار ہو جاتی ہے۔

احسان خداوندی

اللہ تعالیٰ کا ہم پر بہت بڑا احسان

ہے کہ اس نے سورج کو ہمارے لئے بلکہ پوری دنیا کے لئے بہت ہی کام کی چیز بنا دیا ہے۔ سچ پوچھئے تو بات یہ ہے کہ دنیا کی مخلوقات کی نشوونما کا دارومدار سورج پر ہے۔ اگر زمین کی مقدار کے مطابق سورج سے روشنی اور گرمی نہ ملے تو جانداروں کی زندگی اور جمادات، نباتات کی نشوونما میں رکاوٹیں پیدا ہو جائیں گی۔ دنیا کے جن ملکوں میں سورج بہت کم نکلتا ہے وہاں کے رہنے بسنے والوں کی زندگی دیکھئے کہ ان کا خمیر کتنا کچا اور ان کی طبیعت کی کیفیات کس قدر مرطوب ہوتی ہے۔

الغرض دن و رات و موسموں کی تبدیلیاں وغیرہ سورج کے نظام پر ہی موقوف ہیں۔

سورج کا فاصلہ زمین سے

سورج سے زمین کا فاصلہ کوئی قطعی پیمائش نہیں ہے لیکن جدید معلومات سے یقینی تخمینہ یہ ہے کہ سورج زمین سے ۹ کروڑ ۳۰ لاکھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اگر کوئی ایسی سواری (جہاز) سات سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے آسمان کی طرف جائے اور مسلسل چلتی رہے، تو وہ پندرہ سال میں سورج کے پاس پہنچے گی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا کہ خدا کی بلند کائنات کا اندازہ بلند فکر کے ساتھ ہی ہو سکتا ہے سب سے زیادہ اگر کوئی تیز رفتار چیز ہے تو وہ روشنی کی شعاعیں

ہیں جو ایک سیکنڈ میں ۱۸۶۰۰۰ میل طے کر لیتی ہیں۔ لیکن سورج کی روشنی کی شعاؤں کو بھی زمین تک آتے آتے آٹھ منٹ لگتے ہیں سورج کے علاوہ آسمان کے وہ سیارے جو سورج کے بعد ہم سے سب سے زیادہ قریب ہیں۔ ان کی روشنی زمین تک پہنچنے میں ساڑھے چار ۴½ سال لگتے ہیں۔ اس نسبت سے ان سیاروں کی دوری کا اندازہ لگائیے کہ وہ کس قدر دُور ہیں اور وہ کس قدر روشن و گرم ہوں گے۔

مقامِ فکر:۔ آتشیں روشن سیاروں کی شعاؤں کے ذرّات جب سائنس کی مدد سے قابو میں کر لئے جائیں گے اور یہ مختلف الکیفیات ذرات کو اور شعاؤں کو ایسی صورت میں جمع کیا جائیگا جو ان کے تقاضۂ مرکزیت کے خلاف ہو تو وہ اپنے مرکز کو حاصل کرنے کے لئے جب دھماکہ کے ساتھ باہر آئیں گے تب پوری دنیا مہلک خطرات میں مبتلا ہو جائے گی۔ بہت ممکن ہے کہ اس قسم کے حالات ہی قیامت کا پیغام ہوں۔ ابھی تو ایٹم بم اور ہیڈروجن بم اس مرتبہ پر نہیں پہنچا جس مرتبہ پر قدرت کی کائنات میں پوشیدہ ایسے ایسے مادّے اور ذرّات ہیں جو اسی کو معلوم ہیں۔

سورج کا وزن

قدیم فلاسفہ اور جدید سائنسداں حضرات نے اس بات کی تصدیق

گردی ہے کہ سورج زمین سے ۱۳ لاکھ گنا بڑا ہے اور ۳۳۳۰۰۰ گنا وزنی ہے جو آپ کو اور ہم کو ایک تھالی کی مانند نظر آتا ہے۔ ذرا غور و فکر کے ساتھ اندازہ تو لگائیے جس فضا میں سورج جیسی بڑی چیز ذرّہ کی مانند ہو اس فضا کی پہنائی۔ طول و عرض کا کیا ٹھکانا ہوگا۔ کہاں کہاں خدا کی مخلوق آباد ہوگی اور کیسی کیسی ہوگی۔

سورج کا قطر

سورج کا قطر زمین کے مقابلے پر ۸۶۴۰۰۰ میل زائد ہے لیکن زمین پر رہنے والوں کو سورج زمین سے چھوٹا نظر آتا ہے۔ یہ کوئی تردّد کی بات نہیں جو چیز خلا میں بلند ہو جاتی ہے وہ دیکھنے والوں کی نظر میں چھوٹی ہو جاتی ہے۔ آپ ہوائی جہاز کو دیکھئے جب آپ اس کو زمین پر کھڑا ہوا دیکھیں گے تو آپ کو بہت بڑا نظر آئے گا، مگر جب آپ اس کو فضا میں آسمان کی بلندیوں میں پرواز کرتا ہوا دیکھیں گے تو وہ پرندے سے بھی چھوٹا نظر آئے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ آنکھوں کی بینائی کا دور بینی حلقہ سورج کی جسامت سے بھی زیادہ وسیع ہے کیونکہ جو چیز دور ہوتی جاتی ہے وہ آنکھوں کی دور بینی حلقہ میں داخل ہو جاتی ہے ایک جہاز کیا بلکہ ہزاروں جہاز بلندیوں پر جانے کے بعد آنکھوں کی دور بینی حلقہ میں محصور ہو جاتے ہیں۔

اب آپ خدا کی قدرت کی کارسازی کو اپنی آنکھوں کے کیمرہ میں دیکھئے کہ کتنے بڑے سیّارے، چاند، سورج حتّٰی کہ

آسمان کا پورا اُفق آپ کی آنکھ کے چنے برابر بینا میں نظر آتے رہتے ہیں۔ نظر کا دور بینی حلقہ اس طرح چوڑا ہوجاتا ہے۔
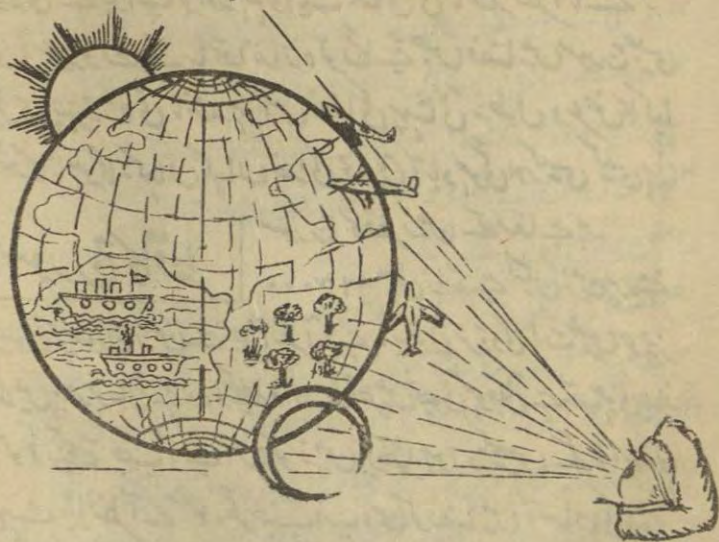
اللہ کی نظر اور عبرت

اللہ تعالیٰ جل شانہ جب بہت اونچے عرش پر بیٹھ کر پوری کائنات کو دیکھے تو کیا اسی طرح اس کی آنکھ کی دُور بینی وسعت میں ہم سب اور ذرّہ ذرّہ نظر نہ آئے گا؟ یقیناً سب کچھ نظر آئے گا جیسا کہ آپ نقشہ میں دیکھ رہے ہیں۔ اسی لئے ہر انسان کو یہ دھیان رکھنا چاہیے کہ ہمارے ہر فعل پر اللہ کی نظر ہے اور پھر ان کی نظر کا تو کہنا ہی کیا۔

وہ بہت بلند نشیں ہیں۔ ان کی نظر نورانی ہے - اندھیرے اُجالے میں یکساں کام کرتی ہے۔ اچھے بُرے - امیر غریب ظالم و مظلوم سب کو دیکھتی ہے -

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○

اے مسلمانوں اللہ سے ڈرو جو ڈرنے کا حق ہے۔ اور تم کو موت نہ آئے مگر ایسی حالت میں کہ تم مسلمان ہو۔

سالانہ تبدیلیوں کا نظام اور موسمیات

آپ کو معلوم ہے کہ ایک سال میں چار موسم آتے ہیں گویا ہر تین ماہ بعد موسم تبدیل ہو جاتا ہے - وہ چار موسم یہ ہیں - سردی - بہار - گرمی - خزاں -

موسم سرما: میں دن چھوٹے اور راتیں بڑی ہوتی ہیں -

موسم بہار: میں دن اور راتیں قریب برابر ہوتی ہیں -

موسم گرما: میں دن بڑے اور راتیں چھوٹی ہوتی ہیں -

موسم خزاں: میں دن اور رات برابر ہو جاتے ہیں -

ان تبدیلیوں کا سبب یہ ہے کہ سورج بارہ مہینے یکساں بلندی پر نہیں رہتا بلکہ سردیوں میں بلندی اور گرمیوں میں

بلندی زیادہ ہوتی ہے۔ موسم خزاں و بہار میں سورج کی بلندی قریب قریب برابر ہوتی ہے۔

جیسا کہ تبدیلی موسم کی بیل و نہار آپ اس نقشہ میں دیکھ رہے ہیں سورج ہمیشہ ایک ہی مقام پر سے نہیں نکلتا۔ سردیوں میں مقام طلوع اصل مشرق سے ذرا ہٹ کر جنوب کی سمت سے مل کر نکلتا ہے اور غروب کے وقت عین مغرب سے ہٹ کر غروب ہوتا ہے۔ گرمیوں میں مطلع طلوع اصل مشرق سے ذرا ہٹ کر شمال کی جانب مل کر نکلتا ہے۔ اسی طرح غروب

بھی اصل مغرب سے ہٹ کر ہوتا ہے۔

سورج کے اس طلوع وغروب کی تبدیلی اور گردش کا فرق موسمیات کی تبدیلیوں اور دن رات کی کمی بیشی کا باعث ہے۔

البتہ موسمِ بہار اور موسم خزاں میں سورج عین مشرق سے نکلتا ہے اور عین مغرب میں غروب ہوتا ہے۔

طلوع اور غروب کے اس نظام کو سامنے رکھتے ہوئے وقت اور سایہ معلوم کرنے کے لئے دھوپ گھڑی کے ذریعہ تو اس مسئلہ کا انکشاف ہوتا ہے کہ سورج بھی گردش کرتا ہے۔ اسلامی فلسفہ نے اس قسم کی تحقیقات بہت پرانے زمانہ میں کی تھیں یہاں تک کہ یونان کے فلاسفہ اور عرب کے محققین نے کافی عرصہ تک اسی مسئلہ کی ریسرچ کی اس کے بعد دلائل کے ساتھ اپنی تحقیقات کا اظہار فرمایا۔ اب اس ترقی یافتہ دنیا نے بھی بڑی بڑی تحقیقات کی ہیں اور اپنے دلائل پیش کئے ہیں۔ اس جگہ کسی کے مسلک کی مخالفت نہ کرتے ہوئے یہ کہنا بجا سمجھتا ہوں کہ تمام محققین کی کوششیں قابل قدر ہیں خواہ وہ قدیم زمانہ کے فلاسفہ ہوں یا سائنسداں حضرات ہوں اب رہا یہ کہ کون بالکل صحیح کہہ رہا ہے۔ اس کا فیصلہ زمانے کے حالات، ایجادات اور ان سب کی برسابرس کی تحقیقات کرے گی تاہم اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس وسیع دنیا اور

کائنات کے عظیم صحیفہ میں انسانی معلومات محدود وسائل اور محدود صلاحیت کے سبب محدود ہے۔

ہر وہ شخص جو کسی چیز کی تحقیقات میں مصروف ہے وہ تا حدِ وسائل اور صلاحیت کے مطابق ہی تحقیقات کی منزلیں پوری کر سکتا ہے ۔ یہ دُنیا جوں جوں ترقی کرتی جا رہی ہے اُسی قدر اللہ خالق کائنات کے ان دعوؤں کی تصدیق کرتی جا رہی ہے کہ جو دعوے اللہ نے اپنی لاثانی حاکمیت اور ربوبیت عامہ۔ قادرِ کُل کے بارے میں کئے ہیں ۔

اب نظام شمسی کا ذکر کرتے ہوئے اسلامی فلسفہ کا وہ اہم کارنامہ بیان کرتے ہیں جس کے سبب دنیا میں اوقات اور موسمیات کا پتہ چلایا گیا ہے ۔ مثلاً دھوپ، گھڑی جنگلات میں مثلین کا نشان ۔ قطب نما اور نظام شمسی کی شعاؤں کی کیفیت کا معلوم کرنا، سورج کا کب اور کس وقت صحیح مشرق سے نکلنا ۔ شام کو صحیح مغرب میں غروب ہونا، فضا کی چار جانب ۔ مشرق ۔ مغرب ۔ شمال ۔ جنوب ۔ ان چاروں سمتوں کا معلوم کرنا، زمین کا ایک محور پر گھومنا وغیرہ ایسی بہت سی معلومات، اسلامی سائنس نے کی ہیں اور پوری دنیا کو ان معلومات سے غیر معمولی فیض پہنچا ہے بلکہ یہ کہہ دینا کسی حد تک بجا ہو گا کہ کائنات کی تحققات کا

کام اول عرب اور یونان نے شروع کیا لیکن وہ وسائل کی کمی کے سبب زیادہ ترقیات نہ کر سکے۔ مغربی ممالک کو وسائل اور کثرت زر کی سہولتوں سے خدا نے نوازا وہ عرب و یونان کی معلومات یا ان کے آئیڈیئے لے کر تجربات کی دنیا میں کود پڑے اور یہاں تک کے کامیابی کی منزلوں کو چوم لیا۔

نکتۂ عبرت

جدید سائنس کا کہنا ہے کہ آئندہ پچاس سال کے بعد سورج زمین کے بہت قریب آجائے گا۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب سورج حرکت کر ہی نہیں سکتا تو پھر سورج زمین کے قریب کیسے آجائے گا؟ جب سورج منجمد ہے تو پھر اس کا الحاق کسی دوسرے جسم کے ساتھ ہونا چاہیئے وہ جسم کون سا ہے۔ سورج کے ساتھ کوئی دوسرا جسم گرمی کے سبب قائم نہیں رہ سکتا اور اگر سورج کو معلق مان لیا جائے تو پھر وہ حرکت طبعی کا محتاج ہونا چاہیئے اگر یہ مسئلہ کشش پر موقوف کیا جائے تب بھی یہ ماننا پڑیگا کہ سورج کے اوپر کوئی اور چیز ایسی ہے جو اپنی کشش سے سورج کو روکے ہوئی ہے، یا یہ کہ سورج میں کشش ہے وہ زمین کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ تو پھر اس لفظ کا استعمال (کہ سورج زمین کے قریب آجائے گا) غلط ہو جاتا ہے۔ پھر

یوں ہونا چاہیئے تھا کہ پچاس برس بعد زمین سورج کے قریب چلی جائے گی اور پانی کی سطح بہت نیچے ہوجائے گی۔

لیکن آج کل تو بالکل اُلٹا ہو رہا ہے کہ پانی کی سطح بہت ہی اونچی ہو رہی ہے۔

بہر صورت اس جگہ سائنس اور فلسفہ، اسلام کا ٹکراؤ مقصود نہیں ہے بلکہ نہایت سنجیدگی کے ساتھ صحیح معلومات حاصل کرنا مقصود ہے اور اسلامی تعلیم کا مقصد بھی یہی ہے کہ کائنات کی پوری تحقیقات کرو۔ قرآن پاک کے رموز حاصل کرو اور سیدھی راہ اختیار کرو تاکہ شعور انسانی کو اعلیٰ مقام حاصل ہو سکے۔ علم ایک روشنی ہے اور روشنی کا کام یہ ہے کہ وہ نامعلوم چیز کا علم پیش کرے اور غلط راہ کے خدشات وخطرات سے بچالے۔ یہ صفت کم وبیش ہر علم میں ہے جو بداخلاقی اور غیر مہذب انداز سے محفوظ ہو مگر ہوا یہ کہ علم بڑھ گیا۔ عمل گھٹ گیا۔ علوم کو عروج ہوا ہے تہذیب کو زوال ملا ہے۔ آج پرانے پڑھے لکھے لوگ نئے پڑھے لکھے نوجوانوں کو بڑی حیرت کی نظروں سے دیکھتے ہیں اس وجہ سے کہ وہ اپنے اندر علم کی روشنی رکھتے ہوئے بھی جہالت۔ بُری تہذیب غیر شعوری حرکتوں۔ غیر اصلاحی رسم ورواج کی تاریک گھاٹیوں سے باہر نہیں نکلے۔ بلکہ مصداق یہ ہے کہ

ہم تو سمجھے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

علم کی قدریں

دنیا میں علم سے بڑھ کر کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کو یہ فخر حاصل ہو کہ اس نے زمین کے خاک پاروں کو زمین کے ذرّوں کو قرین فلک بنا دیا ہو اور صحفیۂ کائنات کی ایک ایک چیز کا راز فاش کر کے رکھ دیا ہو (الا البعض) مگر گاہے گاہے بازخواں کے پیش نظر علم کی برائی برکتیں جدید علوم کی بعض نحوستوں کا ماتم بھی کر رہی ہیں۔ یہ بات قابل تجزیہ ہے کہ آیا علم بگڑا یا علم والے بگڑے۔ اس بارے میں راقم کی قلم کو یہ جرأت تو ہو ہی نہیں سکتی کہ خود علم کی اچھائیوں کا ذکر کر کے علم کی بُرائیوں کو بھی لکھے۔ ہاں حقیقت بیانی قلم کا کمال ہے تو وہ یہ ہے کہ علم نہیں بگڑا۔ علم منحوس نہیں ہے۔ علم حاصل کرنے والوں کا معاشرہ۔ ان کی اپنی روزمرّہ کی تہذیب (جو غیر مہذب) ہوتی ہے۔ ان کا ماحول علم کی روشنی سے فائدہ نہ اٹھاتے ہوئے بھی بعض نادان اہل علم کے علم پر غالب ہو جاتے ہیں دیکھنے والے علم کو بدنام کرتے ہیں۔ چنانچہ علم اور علم سے حاصل شدہ تحقیقات کا سلسلہ قدیم زمانہ سے چلا آ رہا ہے ہر طبقہ نے اصلاحی۔ سماجی۔ اقتصادی اور قابلِ قدر

ترقیاتی کامیابیاں حاصل کی ہیں ۔ لیکن انہوں نے تہذیب و اخلاق کے حسین لباس سے علم کو عریاں نہیں کیا تھا۔ اب اس دور میں ایسا ہوگیا۔ تو اس درجہ تک (تہذیب و اخلاق اپناکر) اچھا تھا بہت اچھا تھا۔ اس درجہ پر (تہذیب و اخلاق چھوڑ کر) طریقہ بُرا ہے بہت بُرا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جب فطرت انسانی شعور کی حدوں سے نکل کر اور علمی و انسانی قدروں کو مٹا کر زندگی گزارتی ہے اور شانِ قدرت خداوندی کے خلاف الل ٹپ دعوے کرنے لگتی ہے۔ یہی حرکت غیر شعوری حرکت بن جاتی ہے ایسی فطرتوں پر راز مشئیت بھی ہنستی ہے اور دنیا میں بھی جگ ہنسائی ہوتی ہے۔ کیا ہی خوب ہو کہ اہلِ علم علم کی روشنی سے اپنا ضمیر روشن کریں، اپنی تہذیب کو منوّر کریں، اپنے سماج کو اچھا بنالیں۔ اپنے معاملات کو درست کریں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو سمجھیں۔ انسانی قدروں کو بلند کریں۔ علم کے ذریعہ حق شناسی حاصل کریں اللہ کی معرفت پائیں۔

دعوتِ حق

پرانی دنیا میں علم و ہدایت انبیا اور رسولوں کے ذریعہ پھیلی اور کائنات کی بہت سی معلومات بھی ان ہی کے ذریعہ اہل دنیا تک پہنچی اگر ان کا زمانہ مشینی زمانہ نہ تھا۔ الیکٹرک کا زمانہ نہ تھا۔ اس کے باوجود ان علمائے حق کی تحقیقات و معلومات ان کے

جاری کردہ غنونیات ۔منطق ۔ فلسفہ ۔ ریاضی ۔علم اصول ۔علم بیان ۔ علم ادب ۔ علم ہندسہ ۔علم فلکیات ۔علم طب ۔علم نباتات ۔علم نجوم ۔ علم قیافہ ۔ وغیرہ آج بھی دنیا میں چشمۂ فیض ہیں ۔ اللہ تعالٰے نے دنیا میں علم پہنچانے ۔کائنات ۔کا شعور عطا کرنے کے لئے اپنے روشن ضمیر رسولوں کو بھیجا وہ علم لدنی سے فیض یاب ہوکر دنیا کو فیض پہنچاتے تھے ۔ ان کا سب سے بڑا کام یہ تھا کہ وہ خدا کی مخلوق کو گمراہی سے بچائیں ۔ توہمات اور غیر اللہ کی پرستش سے بچائیں ۔ ان کو حق پرستی حق شناسی کا علم دیں اسی لئے ان کی جانب سے دعوت حق کا سلسلہ جاری رہا اور اس دعوت حق کے لئے خدا کی جانب سے ان پر وحی نازل ہوئی ۔ ان کو اچھے اصول دیے گئے ۔ قانونِ زندگی ، قانونی نظامِ دنیا بتایا گیا ۔ اللہ نے دعوتِ حق کے اس کام پر سب سے پہلے انبیاء و رسولوں کو مقرر فرمایا پھر ان کے نائبین اصحاب علیہم کرام ، ہادیوں ۔ رشی منیوں ، پیروں ، صوفیوں ، علماء وغیرہ کو مقرر فرمایا ۔ تاکہ رہتی دنیا تک دعوت حق کا یہ سلسلہ جاری رہے ۔ قوانینِ حق کو منوانے کے لئے بادشاہوں ، وزیروں ، محاسبوں کو مقرر فرمایا ۔

یہ سلسلہ ہزاروں برس پہلے سے خدا کی جانب سے چلا آرہا ہے اور اسی کی روشنی میں محققین بتدریج کائنات کا علم حاصل

کر رہے ہیں۔

حقیقت کا اعتراف

اب تو سائنس نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ راز حقیقت اور علم کل کا حاصل کرنا انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ انسان اپنی طاقت وصلاحیت اور وسائل کے ذریعہ اجمالی علم تو حاصل کر سکتا ہے لیکن یہ کہ وہ اپنی صلاحیت سے بڑھ کر حصولِ علم کے دعوے کرے وہ لغو ہوا کرتے ہیں۔

جب کوئی انسان حقائق کو انتہا تک حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اسکی ہمت وقوت جواب دیدیتی ہے۔

پروفیسر ہانزن برگ

مشہور سائنس داں پروفیسر ہانزن برگ صاحب (HEISEN BERG) اصول عدمِ تعین کے عنوان (PRENCIPLE OF INDETERMINARY) سے اس بات کو تشریح کے ساتھ لکھتے ہیں کہ اگر کائنات کے ہر ذرہ ذرہ کا حقیقی علم انسان کو ہو جاتا تو وہ ساری کائنات اور دنیائے کون وفساد کے مستقبل کے بارے میں یقینی پیشین گوئی کر سکتا تھا مگر جدید سائنس نے یہ پتہ چلا لیا ہے کہ کائناتِ علوی اور کائناتِ سفلی کے مقدمات کی جملہ دریافت کرنے میں قانونِ قدرت حائل ہے۔

اگر یہ معلوم کر لیا جائے کہ فضا میں الکٹران کس مقام پر

ہے ۔ تب بھی یہ ٹھیک نہیں بتایا جاسکتا کہ وہ کتنی رفتار سے گردش کر رہا ہے ۔ ہاں ۔ قدرت (اللہ تعالیٰ) نے کچھ اختیارات ایسے دیئے ہیں جن کے ذریعہ معلومات کا اجمالی سلسلہ جاری ہے اور انسان قدرت کی کرشمہ سازیوں سے بے خبر بھی نہ رہے ۔ لیکن جب کوئی اختیاراتِ انسانی سے بڑھکر قدرت کے وسیع ترین راز کے سمندر میں گھسنا چاہتا ہے تو اسکی پہنائیوں میں گم ہو جاتا ہے پھر قدرت بھی کوئی مدد نہیں کرتی ۔ اس لئے انسان حقیقت مطلق کا علم حاصل کرنے سے قاصر ہے ۔

پروفیسر جیمز جنیز[1]

اسی تھیوری کی تشریح کرتے ہوئے سائنسداں مسٹر جیمز جنیز (JEMS HANEBESE) لکھتے ہیں کہ قدیم سائنس کی مثال ایک ناقص لالٹین کی ہے کہ اس کی روشنی میں مقابل چیز کے دونوں رُخ نمایاں طور پر ظاہر نہیں ہوتے ــــــ یعنی جس رُخ پر روشنی پڑتی ہے وہ بھی پوری نہیں پڑتی اور جس حصہ پر اندھیرا ہوتا ہے وہ بھی پورا نہیں ہوتا تو ضرورت یہ محسوس کی گئی کہ اچھی لالٹین حاصل کر کے اس کی صحیح روشنی میں تمام چیزوں کا

---

[1] ماخوذ: ماڈرن سائنس بھاشے ص ۱۷-۱۸

علم حاصل کیا جائے

اچھی لالٹین سے مراد جدید سائنس ہے۔ اس میں ایک حقیقت یہ نکلی کہ اچھی لالٹین کے ذریعہ یہ بات صاف ہوگئی کہ مقابل چیز کے جس حصہ پر روشنی پڑی وہ بالکل روشن ہوگئی اور جس حصہ پر اندھیرا تھا وہ بالکل چھپ گیا۔ اس سے یہ پتہ چلا کہ کائنات کی حرکات اور کائنات کی کیفیات یہ حقیقتِ مطلق کے دو پہلو ہیں جو بیک وقت معلوم نہیں ہوسکتے اور اسی میں رازِ قدرت پنہاں ہے۔

حضراتِ گرامی یہ تو ایک ضمنی بحث تھی جو قدیم سائنسداں حضرات کی تحقیقات کی روشنی میں اصلاحی طور پر یہاں لائی گئی ہے۔ دراصل کتاب کے مضامین میں نظام شمسی کا ذکر چل رہا تھا اسی سلسلہ کو قائم رکھتے ہوئے اب سورج کی شعاؤں سے اوقات کا پتہ چلانے کے لئے سب سے پہلے جو چیز ایجاد ہوئی وہ پیشِ خدمت ہے۔

دھوپ گھڑی

سولھویں صدی سے پہلے محققین حضرات نے موسمیات کی تبدیلی دن رات کے بارہ بارہ گھنٹے معلوم کرنے کے لئے جو طریقہ نکالا تھا وہ یہ تھا کہ زمین میں سرکنڈے کا ٹکڑا گاڑ دیا جاتا تھا۔ دھوپ کی روشنی سے اس کا سایہ زمین پر پڑتا تھا اس سے

اوقات معلوم کئے جاتے تھے۔ پھر صحیح اوقات معلوم کرنے کے لئے یہ ساعت شمسی (دھوپ گھڑی) کی ایجاد ہوئی جو پتھر پر بنائی گئی۔ اس شکل میں آپ کو مفصل بتایا جا رہا ہے کہ ایک عمود کے سائے سے قبل دوپہر اور دوپہر کے بعد کے اوقات کس طرح معلوم ہوتے ہیں اور رات کے اوقات چاند تاروں کی حرکت ان کے مقام کی تبدیلیاں کس طرح معلوم کی جائیں وہ دھوپ گھڑی کا نقشہ یہ ہے۔
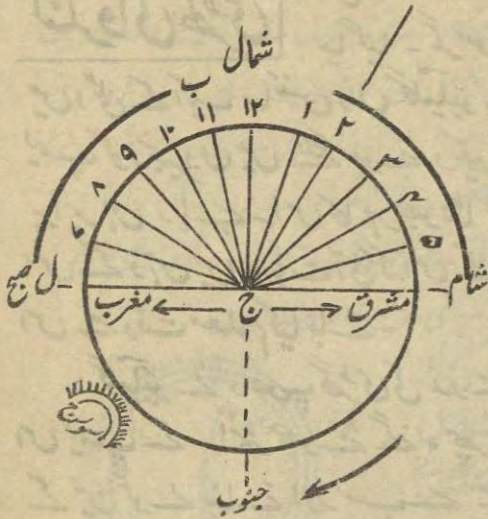
شمال ب ۱۲ ۱۱ ۱۰ ۹ ۸ ۷ ۱ ۲ ۳ ۴ ۵ ل صبح شام مغرب ج مشرق جنوب

دھوپ گھڑی کے اس نقشہ میں دکھایا گیا ہے کہ وِکٹ کا سایہ گھڑی کی سوئی کا کام کر رہا ہے۔ نقطہ "ل" سے نقطہ "ب" تک چھ نشان ہیں۔ یہ ہر نشان ایک گھنٹہ کا وقت بتاتا ہے۔ بارہ سے دوسری جانب یعنی مشرق کی جانب جب

وِکیٹ کا سایہ جائے گا تب دوپہر کا وقت شروع ہو جائے گا۔

لنگروالی گھڑی

کافی زمانہ تک دھوپ گھڑی سے کام لیا گیا۔ مگر سولھویں صدی کے شروع میں اٹلی کے ایک سائنس داں گلیلیو نے گرجا گھر میں ایک لیمپ کو زنجیروں میں لٹکے ہوئے دیکھا اور یہ دیکھا کہ وہ برابر ہل رہا ہے۔ اس کا ہر جھونٹا برابر حرکت کر رہا ہے اس کے ذہن میں یہ بات آئی کہ اس کے جھونٹے گن کر کیوں نہ اس سے وقت معلوم کیا جائے۔

گلیلیو نے دھوپ گھڑی کی مدد سے ایک گھنٹے میں اس لیمپ کے ساٹھ جھونٹے گنے۔ پھر اس نے دھات کے تین گولے بنائے اور سب سے پہلے ایک لنگر تیار کیا جو مسلسل ہلتا رہے۔ بیچ کا گولہ توازن کے لئے اِدھر اُدھر کے گولے جھونٹا دینے کے لئے۔ چنانچہ موصوف سائنس داں نے سب سے پہلے یہ لنگر والی گھڑی تیار کی جس میں لکڑی کی دو سوئیاں بنا کر لگائیں اور پوری گھڑی کو لکڑی کے فریم میں تیار کیا۔ جیسا کہ آپ نقشہ میں دیکھ رہے ہیں۔

اس میں ڈائل بنا کر ۶۰ دانتوں والی غراری کی مدد سے ایک سوئی کو چلایا پھر ایک منٹ ساٹھ سیکنڈ

بنائے۔ جب اس میں کامیاب ہوگیا تو پنڈولم (لٹکن) کی لمبائی کم کر کے چال کو تیز کرنے کا تجربہ کیا کیونکہ لٹکن کی زنجیر لمبی ہوگی تو جھونٹا سست ہوگا اور اگر زنجیر چھوٹی ہوگی تو جھونٹا تیز ہوگا۔ الغرض پنڈول کے ہر جھونٹے کا وقت ایک سیکنڈ کا بنا کر گھڑی تیار کرلی گئی۔ ترقی پذیر دنیا کے دستور کی رُو سے ان معلومات و تجربات میں اضافہ ہوتا گیا اور فکرِ انسانی وسائل کی سہولتوں کو حاصل کر کے مسائل کا حل پیدا کرتا رہا۔ اب اس دَور میں پرانے زمانہ کے مقابلہ پر ایسی ترقی ہوئی ہے کہ عجیب عجیب گھڑیاں، گھنٹے، ٹائم پیس۔ دستی گھڑی۔ جیب گھڑی۔ انگوٹھی گھڑی تیار ہونے لگی ہیں۔
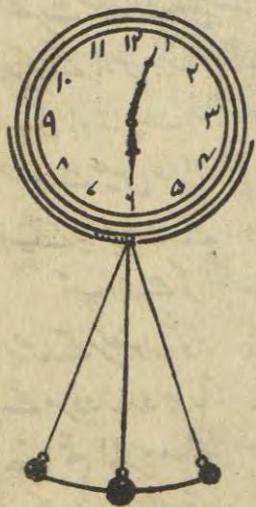
آپ اس بات پر غور کیجیے کہ دنیا کی یہ حیرت انگیز ترقیات قابلِ تعریف ہیں لیکن وہ قدرت کہ جس نے صرف پچاس انچ ڈائی میٹر میں انسان کے دماغ کا ایسا کارخانہ بنادیا ہے جس کارخانہ میں بغیر اوزاروں کے راکٹ، جہاز، ریڈیو، ٹیلی ویژن، جیسی عجائبات کے نقشے بن جاتے ہیں وہ کس قدر قابلِ تعریف ہوگی مگر آج انسان کو سائنسداں کی تعریف کرتے ہوئے دیکھا جاتا ہے لیکن سائنسداں کے پیدا کرنے والے کی تعریف کرتے ہوئے کسی کو

نہیں دیکھا گیا۔ اسی غیر فطری حرکت کو تعجب کہتے ہیں ۔ جہاں تک ان عجائبات کا تعلق ہے جو انسانی طاقت سے بالاتر ہیں اور وہ اللہ کے نیک بندوں کے اشاروں سے ظہور میں آتے ہیں۔ آج ان کا ذکر تو ذکر تصور بھی کوئی نہیں کرتا۔ حالانکہ وہ عجائبات قدرت کی کرشمہ سازی اور معجزاتِ نبی ایسے تھے کہ بڑے بڑے سائنسدان حیران رہ جاتے تھے وہ معجزات یہ تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام: عصا (جو سانپ بنتا تھا) یدِ بیضی (ہاتھ کا چمکنا)

حضرت سلیمان علیہ السلام:۔ جنات اور ہوا کا تابع ہونا ۔ اللہ سے دعا کر کے بارش برسانا تخت شاہی کا ہوا پر پرواز کرنا ۔ پوری دنیا میں آپ کی بادشاہت ہونا ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام : یونانیوں کی حیرت انگیز ترقیات کے مقابلہ پر آپ کے یہ معجزات تھے ۔

آپ اندھے کی آنکھوں پر دم کرتے تھے ۔ بینا ہو جاتا تھا۔ کوڑھ ۔ ابرص کے مریضوں کو آپ کے دم سے شفا ہو جاتی تھی۔ خدا سے دعا کرتے تھے مردہ زندہ ہو جاتا تھا ۔

خاتم المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم : آپ کے زمانہ میں بھی غیر اللہ پرستی اور الحاد کا زور تھا ۔ کاہن ۔ نجومی ، جادوگروں کی حکومت تھی ۔ اوہام پرستی عام تھی ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نو سو

معجزات عطا فرمائے جو ہر موقع پر منکرین کے لئے حیرت خیز بن جاتے تھے جس کو دیکھ کر منکرین قبول ایمان پر مجبور ہو جاتے تھے۔

اب تک جو بیان آپ کے زیرِ مطالعہ تھا۔ وہ فلکیات سے متعلق تھا۔ آگے مادیات کی معلومات کا سلسلہ جاری کر رہے ہیں جس میں دُنیا اور مادیات، اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس پر اسلامی سائنس کی روشنی میں اور جدید سائنس کی روشنی میں بحث کی ہے۔ مادیات کے بیان کے بعد دو اہم مسئلے اور بیان کئے ہیں۔ ایک سائنسدان حضرات کی رائے اسلام کے بارے میں کیا ہے؟

دوسرے وہ سب کچھ جسے آپ دیکھ رہے ہیں قائم رہے گا یا ختم ہو جائے گا۔ (یعنی قیامت) آئے گی اور قیامت کیا ہے؟

یہ دونوں مسائل کتاب کا نچوڑ ہیں۔ ان کو ضرور پڑھیے۔
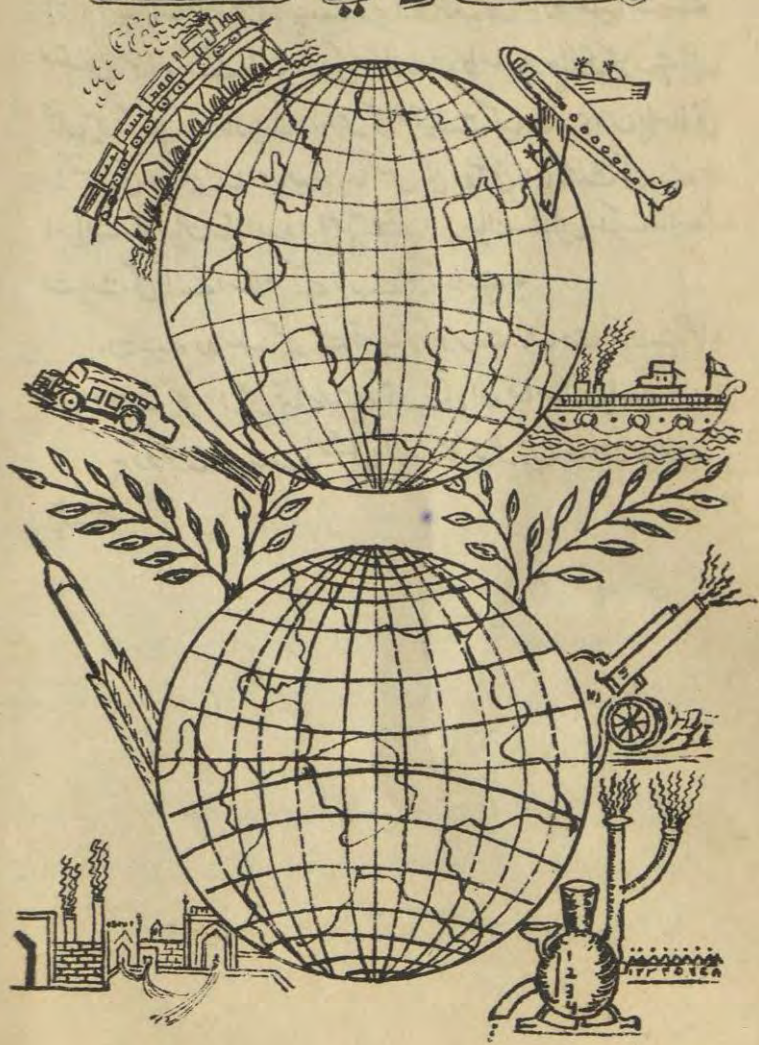
مادّیات

مادّیات

کتاب کے شروع میں کائنات کے باب میں آپ نے فلکیات۔ مادیات۔ اِلٰھِیات کا ذکر نظام شمسی کی بحث میں پڑھا ہے فلکیات کی مختصر بحث کے بعد اب مادیات کا ذکر آپ کے پیش نظر ہے۔ اس میں قدیم وجدید معلومات کو جمع کر کے تحقیقاتی پیچیدگیوں کا ایسا مناسب حل پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو مذہبی اور سماجی۔ دینی و دنیوی ہر اعتبار سے مفید ثابت ہو سکتی ہے خصوصاً ہمارے ان طلبا و طالبات کے لئے جن کا خصوصی مضمون سائنس ہے۔ لیجیے سب سے پہلے مادہ کی تعریف زیرِ قلم ہے۔

مادّہ کیا ہے؟

مادّہ اور ھیولیٰ یہ دونوں الفاظ معمولی فرق کے ساتھ ہم معنیٰ ہیں۔ دونوں کی عام تعریف یہ ہے۔

ھیولےٰ :۔ ایسے اجزا جن میں ایسی قابلیت ہو کہ وہ کسی صورت کے بنائے جانے کے لئے بنیادی سبب بن سکیں۔

مَادّہ :۔ ایسا خمیر ایسے اجزا جو از خود یا کسی دوسری چیز کا سہارا لے کر کسی شکل میں تبدیل ہو جانے کی قابلیت رکھیں۔

اسلامی سائنس اور مادّہ

اسلامی فلسفہ (سائنس) کی اصطلاح میں ھیولیٰ اور

مادّہ کی مفصل تعریف یہ ہے

ھیولیٰ اس کو کہتے ہیں جس میں اپنے اجزائے جوہریہ کے سبب کسی چیز کو اپنے اندر حل کر لینے یا کسی چیز میں قوّتِ قابلہ کے ساتھ حل ہو جانے کا وصف ہو۔ ایسی صورت کو جوہریہ بھی کہتے ہیں اور ھیولیٰ بھی کہتے ہیں۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔

صورت جسمیہ ــــــ صورت نوعیہ

جسمیہ :۔ ایسے اجزار کو کہتے ہیں جو کسی مکمل صورت کو وجود میں لانے کے لئے شکل و صورت میں کسی صورتِ جوہریہ کے ساتھ رونما ہوں۔

نوعیہ :۔ وہ اجزا ہیں جو کسی ایک قسم سے بحیثیت مخصوص جزوی قسم کے منسوب ہوں تاکہ جزوی قسم کے جان لینے سے قِسم کُل کا علم حاصل ہو جائے۔ جیسے موسمِ سرما۔ موسمِ گرما۔ یہ موسمیات کی بڑی قسمیں ہیں۔ لیکن سردی کی اسبابی قسمیں اور بھی ہیں۔ برف باری، کُہر، ٹھنڈی ہوا اسکے احساس سے بے موسم سردی کا علم ہو جاتا ہے، خواہ وہ عارضی کیوں نہ ہو، اور یہی ہوا گرمیوں میں لُو بن جاتی ہے تو یہ جزوی اقسام صورت نوعیہ کہلاتے ہیں۔ نوعیہ کی پھر دو قسمیں ہیں :

ہیئت عرضیہ ــــــ ہیئتِ طبعیہ

ہیئت عرضیہ : ہیئت عرضیہ وہ ہے کہ ھیولیٰ نوعیہ کسی جسم کے ساتھ عارض ہو جیسے رنگ، زنگ۔ سیاہی۔ یہ چیزیں کپڑے یا کسی بھی جسم کے ساتھ عارض ہو کر اپنا وجود پیش کرتی ہیں۔ ان عوارضات کا وجود جسم اصلی کی بقا پر منحصر ہوتا ہے۔ بعض صورتوں میں ایسا بھی ہوتا

ہے کہ ہیئت عرضیہ کا اپنا الگ ایک وجود ہوتا ہے اس کے سبب دوسرے جسم کو اچھائی (حسن)، برائی (بے رونقی) کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ اسی ہیئتِ عریضہ کو قوتِ قابلہ ہونے کے سبب ھیولیٰ کہتے ہیں۔ مختلف وجوہات اور مختلف ایجادات کے سبب اس کے مختلف نام ہیں۔

اس جگہ یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ یہ قسم فعلی اعتبار سے ایسے اجسام پر اثر انداز ہوتی ہے جو اس میں حل نہ ہو جیسے کپڑا۔ یعنی رنگ کپڑے میں حلول ہوتا ہے نہ کہ کپڑا رنگ میں مل جائے۔

یہی ہیئت عرضیہ دوسری مادی صورتوں میں حل ہو جانے کے بعد (جیسے پانی۔ دودھ۔ دہات۔ دوائیں وغیرہ) مادہ مرکب کہلاتا ہے جو اپنے اصل مادہ کے ساتھ دوسری مادیات سے مل کر مختلف کیفیات پیدا ہوجانے کا سبب بن جاتا ہے۔ پھر اس کے مختلف نام ہوتے ہیں (مادۂ غلیظ۔ مادہ رقیق۔ مادہ نفسی۔ مادہ کثیف۔ مادہ آتشی۔ مادہ منوی۔ مادہ قوامی۔ مادہ آبی۔ مادۂ بادی۔ مادہ آہنی۔ مادہ نقرئی مادہ طلائی۔ مادۂ جمادی۔ مادۂ ثلجی۔ مادۂ مومی۔ مادۂ۔ مادہ فاسدہ۔ مادہ صالحہ۔ مادۂ نباتی۔ مادۂ حیوانی۔ مادۂ تیزابی۔ مادۂ دخانی۔ مادہ دھنی (پٹرولیم) وغیرہ) یہ مذکورہ مادے مادۂ عریضہ کی حیثیت سے کسی جسمِ کامل کے لئے یا کسی صورت کے لئے عرض نوعی بن کر مادہ کی اصلیت کا اظہار کرتے ہیں جیسے روشنائی مختلف چیزوں سے مل کر بنتی ہے جب عبارت لکھی جاتی ہے تو کاغذ پر یا کپڑے پر یا پتے پر روشنائی کے اجزائے جوہر یہ

کا صحیح علم سیاہی کے رنگ کے ساتھ ہوتا ہے. گویا سیاہی مادّہ کہلاتی ہے۔ لکھا ہوا کاغذ یا کپڑا مادہ نہیں کہلاتا۔ اسی طرح انسان کا جسم ایک صورت ہے۔ یہ جس مادہ سے بنا ہے وہ اجزائے جوہر یہ (مادّہ طینیہ) کہلاتے ہیں۔ اسی کو مادّۂ منویہ بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ اسلامی فلسفہ میں حیوانات کے پیدا ہونے کا مادّہ مادّہ طینیہ ہی ہے اس کی مفصل تعریف مادّہ طینیہ کے باب میں ملاحظہ فرمایئے۔ اسلامی فلسفہ کی رُو سے ھیولیٰ و مادّہ کی تعریف اور قسمیں یہی ہیں جو آپ پڑھ چکے ہیں۔

ہئیت طینیہ:۔ ہئیت طینیہ ایسے خمیر کو کہتے ہیں جو اجزائے جوہریہ اور دیگر اجزا کی قوت قابلہ کے ساتھ مشترک ہو کر کسی چیز کے وجود کا سبب بنے جیسے اجسام۔ برتن (ظروف) دیگر اشیاء اور حیوانات و انسان وغیرہ اسلامی سائنس کی رُو سے عالم حیوانات (جس میں فصل امتیازی کے ساتھ نسلِ انسانی بھی شامل ہے) یہ سب مادہ طینیہ سے پیدا ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں خالق کائنات نے ارشاد فرمایا ہے۔

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ	بلاشک ہم نے انسان کو (نطفہ) اجزائے
سُلٰلَةٍ مِنْ طِيْنٍ ○	جوہریہ کے خمیر (سلالہ) سے پیدا کیا ہے۔

سُلٰلَة: سلالہ اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی چیز میں سے نکالی جائے یعنی نطفہ کے ذریعہ سے اولاد۔ سلالہ یہ مادہ انسان کے اندر سے یا حیوانات میں سے خارج ہوتا ہے جو تولیدِ اولاد کا سبب بنتا ہے جب کسی انسان

یا حیوان کے اس مادہ میں اولاد پیدا کرنے کے جراثیم نہیں ہوتے یا کمزور ہوتے ہیں ان کے ہاں اولاد پیدا نہیں ہوتی۔

یہ مادہ چار خلطوں سودا۔ صفرہ۔ بلغم۔ خون سے مل کر پیدا ہوتا ہے اور یہ چاروں اخلاط غذا سے پیدا ہوتے ہیں۔ وہ غذا جو حیوانات کھاتے ہیں۔

اسلامی فلسفہ اور طبی معلومات سے یہ ثابت ہے کہ غذا میں چار عناصر۔ ہوا۔ آگ۔ پانی۔ مٹی۔ کے اجزا کا بھی دخل ہے۔ جب غذا اپنے تمام اجزائے جوہریہ کے ساتھ مکمل ہو کر کھانے کے لائق ہو جاتی ہے اور انسان یا کوئی حیوان اس کو کھاتا ہے تو جسم کی مشین اس کو تحلیل کر کے مختلف حصّوں میں اخلاط پیدا کرنے کے لئے تقسیم کر دیتی ہے۔

تلّی۔ مرّہ (پتّہ) مرکز صفرہ معدہ کا بائیں حصّہ مرکز بلغم۔ جگر مرکز خون۔ یہ چاروں اخلاط اس قدرتی مشین میں پیدا ہو کر حیوانی زندگی کا بنیادی سبب بنتے ہیں اور مناسب مقدار میں انسانی اعضا میں تقسیم ہوتے رہتے ہیں۔

قلب (دل) کا کام خون کی صفائی کرنا اور تمام جسم میں جسم کی باریک باریک نسوں میں خون کو پہنچاتا ہے۔ دل کی یہ مشین پیدائش سے لے کر موت تک مسلسل چلتی رہتی ہے۔

خون:۔ خون کو زندگی کی بنیادی چیز کہا جاتا ہے اور مذکور چاروں خلطوں "سودا۔ صفرہ بلغم۔ خون" کا ذکر آپ پڑھ ہی چکے ہیں۔ خون میں ان اخلاط کے سبب بہت سے ضروری اجزا پیدا ہوتے ہیں۔

سُرخ ذرّات - سفید ذرّات - چکنائی - حرارت - رقّت وسیلانیت -
یہی چیزیں زندگی کی ضامن ہوئی ہیں - اس کا مفصل ذکر تخلیق حیوانات
میں آجائے گا - آپ کو اس جگہ صرف مادّہ کی تعریف سے روشناس کرانا
مقصود ہے - اب مادّیات کی بحث میں کائنات (دنیا) کی پیدائش
کے ذکر کا آغاز کر رہے ہیں جس میں لاکھوں قسم کے مادوں سے بنی ہوئی
خدا کی مخلوق کا ذکر آپ پڑھیں گے -

دُنیا کی ابتدا

دنیا کی ابتدا کے بارے میں ایسی کوئی تحریر نہیں
جو آنکھوں دیکھا حال کی حیثیت سے لکھی گئی ہو -
کیونکہ جس وقت انسان کے لئے زمین اور زمین میں پیدا ہونے والی مخلوقات
وجود میں لائی جا رہی تھیں اور یہ سب کچھ انتظامات اس اشرف المخلوقات
کے لئے کئے جا رہے تھے جس کو دنیا کی خلافت عطا کرنی تھی (یعنی انسان)
تو اس وقت یہ انسان خود موجود نہ تھا - پھر تاریخ کون لکھتا اور آفرینشِ عالم
کے ابتدائی حالات کیسے لکھے جاتے - اس بارے میں بعض تاریخی کتابوں
میں کچھ اقتباسات ایسے ہیں جو آفرینش عالم کے سلسلہ میں قرینہ قیاس
ہو سکتے ہیں - ان میں سب سے زیادہ قابلِ اعتماد اور لائقِ یقین وہ
ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ خالقِ کائنات نے دنیا کے پیدا کرنے ، دنیا کی
حقیقت کے بارے میں بیان کیا ہے - اس کی روشنی میں جو کچھ لکھا
گیا ہے وہ بھی تاریخ کا بڑا اہم حصّہ ہے - چنانچہ اس سلسلہ میں قدیم
کتابوں اور پرانی تاریخوں کے جو اقتباسات ہیں وہ بپیشِ نظر ہیں -

ملاحظہ فرمائیے۔

پانی اور خشکی

دُنیا کیسے بنی یہ ایک بنیادی سوال ہے۔ اسلامی فلسفہ کی روشنی میں اس کا جواب یہ ملتا ہے۔ کہ زمین کے پیدا ہونے سے کروڑوں برس پہلے دنیا میں پانی ہی پانی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے نور کو پیدا کیا۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ نور کیا تھا؟

نُور کی تشریح کچھ نہیں ہے واللہ اعلم کہ وہ نور کیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک کے اعتبار سے تو یہ ظاہر ہے کہ سب سے اوّل نُورِ محمدیؐ پیدا ہوا، جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے اول ما خلق اللہ نوری (ترجمہ) "سب سے اول خدا نے جو چیز پیدا کی وہ میرا نور تھا" سائنس اور فلسفہ کے اعتبار سے یہ لکھا ہے کہ یہ نور بہت تیز روشنی تھی جس کی تیزی سے پانی میں جوش آجاتا تھا پھر اس نور کے بعد ریت کے ٹیلے اور پہاڑ، زمین ظاہر ہونے شروع ہوئے اس ذکر سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ یہ ذکر (سائنس کا کتنا اہم سبجیکٹ ہے) جو موجودہ تعلیمات کے لئے لازمی ہے۔ بہرصورت سب سے پہلے نور کا پیدا ہونا ثابت ہے جس کے سبب دنیا میں روشنی ہوئی اور اس تیز روشنی کے ذریعہ خدا نے جمادات، نباتات، حیوانات کو وجود بخشا۔ اسلام کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ نور اللہ کا ہی نور تھا جس نے نورِ نبوت آشکارا کیا۔

پانی سے خشکی

خالق کائنات کی یہ منشا تھی کہ دنیا میں ایک ایسی مخلوق پیدا کی جائے جو خدا کی پیدا کردہ اشیار کا صحیح استعمال کر سکے اور دنیا میں ایک معقول نظام حکومت قائم کرے نیز اپنے مقصدِ حیات کو جانے اور خدا کی پرستش کرے (وہ مخلوق انسان ہے)

اس اشرف المخلوقات کے رہنے بسنے کے لئے خشکی (خطہ زمین) کا ہونا ضروری تھا۔

جہاں تک زمین کی پیدائش کا مسئلہ ہے وہ اتنا آسان نہیں تھا جس کو انسان بنا لیتا۔ قدرت نے کتنے اچھے سائنس سے اس خطۂ زمین کو وجود بخشا ہے۔ یہ قابل غور ہے اکثر کتابوں میں سائنس کے باب میں زمین کا ذکر تو آتا ہے لیکن زمین کے پیدا کرنے والے کا کوئی ذکر نہیں آتا۔ لیجئے اب خالق کی کرشمہ سازی پڑھئے۔

آغاز

زمین کے پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے سورج کو پیدا کیا ہے۔ احمد ابن نظامی عروضی سمرقندی نے اپنے فلسفہ کی کتاب میں لکھا ہے کہ سورج کی شعاؤں نے سینکڑوں برس تک پانی پر اپنا ایسا اثر ڈالا کہ سمندروں میں منجمد مادوں (جیسے سمندر سوگ) قسم کی چیزیں پیدا ہونے لگیں۔ اور یوں ہی سمندر کے بیچ میں خشکی کا ایک نقطۂ موہوم نمودار ہوا۔ اس پر کثیف مادوں کے ذرات پانی کی لہروں کے ساتھ آن آن کر چمٹتے رہے۔

پھر اس کے نیچے جمادی مادّے پہاڑوں پتھروں کی صورت میں پیدا ہوئے
آپ اس کا تجربہ سائنس کے انداز میں اس طرح کیجئے۔ ایک شیشے کے
ٹینک میں کنویں کا پانی بھر دیجئے اس کو سورج کی روشنی میں یا بجلی کے
۲۰۰ واٹ کے بلب کی روشنی کے نیچے رکھئے ہر روز وہ پانی ½۱ سوت کم
ہو جائے گا جس جگہ سے پانی کی سطح نیچے ہوگی اس جگہ پر سفید کھار پتھر
یا سمنٹ جیسا مادہ جما ہوا نظر آئے گا۔ اسی طرح سمندروں کے پانی نے
سورج کی تیزی کے اثر کو قبول کیا اور ایک منجمد مادہ وجود میں آنا شروع ہوا
اور سورج کی مسلسل تیزی سے پانی کی سطح اترتی گئی۔ پانی کے اندر بھی
پہاڑ اور پتھروں کے ٹیلے تھے۔ پانی کی سطح اترنے سے مختلف مقامات پر
ٹاپو جزیرے نمودار ہوئے۔ پھر سینکڑوں برس میں خشکی (یعنی زمین) کا بہت
بڑا حصہ وجود میں آگیا۔ قدیم فلسفہ میں اسی کو زمین کا نقطہ موہوم کہتے ہیں

بعض محققین نے اس طرح لکھا ہے کہ آسمان کے نیچے سے ایک
سیارہ ٹوٹا اس کا کچھ حصہ نیچے آگرا اس نے زمین کی شکل اختیار کر لی
لیکن نظامی کی تحقیق قرینہ قیاس معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ جدید سائنس
بھی زمین کے وجود کی تعمیر سلسلہ بسلسلہ مانتا ہے۔

پہاڑ اور پتھروں میں نشوونما کا یہ مادہ ہوتا ہے۔ چنانچہ بڑھتے
بڑھتے زمین پر اونچے اونچے پہاڑ اور ریت کے ٹیلے نمودار ہونے لگے
اس میں خدا کی مشیت یہ تھی کہ اس وزن سے پانی کے بیچ میں زمین کا
کرہ متوازن رہ سکے اور قائم رہے۔

پھر یہ خشکی (زمین)، کہیں سرسبز کہیں جنگل، کہیں ریگستان کہیں کوہستان کہیں شور یلا میدان کی صورت میں بنتی چلی گئی۔ زمین کے اس حصّے کو ربع مسکون کہتے ہیں۔ یعنی پانی کے مقابلہ پر رہائش کے لئے آبادی کا چوتھائی حصّہ بنا دیا گیا۔ یہ سب کاریگری خدا کی ہے۔

مولود ثلاثہ

یہ ہماری زمین ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے جانداروں کے رہنے کا مقام بنا دیا ہے اور جانداروں کی پرورش کے لئے ایسی زمین میں غذا کی پیداوار کا انتظام فرمایا اور اس کی معیشت کے لئے جملہ انتظامات مولود ثلاثہ کے ذریعہ کئے۔ مولود ثلاثہ کیا ہیں؟

جمادات ——— نباتات ——— حیوانات

جمادات :- منجمد مادّے کو کہتے ہیں جیسے پہاڑ پتھر۔ قیمتی موتی دہات اور زمین سے نکلنے والے منجمد مادّے۔ جمادات کی ابتدا کس طرح ہوئی؟ وہ آپ زمین کے ذکر میں مفصل پڑھ چکے ہیں لیکن جمادات اور نباتات حیوانات کا آپس میں کیا رشتہ ہے اور کیسا قدرتی تعلق ہے۔ یہ پڑھ کر آپ کو حیرت ہوگی۔ لیجئے ملاحظہ فرمائیے۔ جب اللہ تعالےٰ جل شانہ نے جمادات کی پیدائش کو مکمل فرما دیا تو آخر میں مونگا (مرجان) کو پیدا کیا۔ یہ ایک پتھر ہے اور اس کی شکل و شباہت نباتات (یعنی درختوں) کے مشابہ کردی۔ مرجان سمندر کے اندر پیدا ہوتا ہے ہلکا سبزی مائل رنگ ہوتا ہے۔ درخت جیسی شاخیں ہوتی ہیں اور

وہ پانی کے اندر درخت کی طرح نشوونما پاتا رہتا ہے۔ دواؤں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ خصوصاً کشتۂ مرجان بہت مشہور ہے اور یہ اکثر دواؤں میں استعمال ہوتا ہے۔

جب قدرت کی صنعت گری نے جمادات میں یہ آخری کمال پیدا کر دیا تو پھر عالم نباتات (سبزیاں۔ پھل، پھول۔ گھانس۔ پودے وغیرہ کا) آغاز فرمایا۔

نباتات:۔ نباتات اس پیداوار کو کہتے ہیں جو سبزہ زاری سے تعلق رکھتی ہے۔ اس میں تمام قسم کے درخت۔ جڑی بوٹیاں۔ گھاس۔ پودے۔ پھل۔ پھول اور اناج وغیرہ سب شامل ہیں۔

محققین نے لکھا ہے کہ زمین میں سب سے پہلے نباتات میں جو چیز پیدا ہوتی ہے وہ گھانس ہے۔ یہ بغیر بیج ڈالے، بغیر ہل چلائے بغیر شاخ لگائے خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔ گھانس اپنی جوہر قابلہ کے سبب چار عناصر ہوا۔ آگ۔ پانی۔ مٹی کا سہارا لے کر پیدا ہو جاتی ہے۔ جدید باغبانی کے طریقوں میں یہ بھی ہے کہ گھانس کی جڑوں کو لگا کر گھانس اُگائی جاتی ہے۔ اس کے بعد نباتات میں لاکھوں چیزیں اللہ نے پیدا کر دیں۔ آخر میں نباتات کو ایسا کمال بخشا کہ اسکی خصلت کو حیوان کی خصلت کی مشابہ کر دیا۔ مثلاً آخر میں کھجور اور انگور کو پیدا کیا۔ ان دونوں چیزوں میں حیوانی خصلت پیدا کی۔ جیسے دشمن سے اپنا دفاع کرنا یا نسل پیدا کرنے کا مادہ تاکہ اپنے ختم ہونے سے پہلے

اپنی نسل پیدا کرلے۔ انگور عشقہ جین کی بیل سے بچکر اپنا مقام بدلتا رہتا ہے۔ کھجور کے ذریعہ اہل عرب کھجوروں کی بہت سی نسلیں پیدا کراتے ہیں۔ جب نباتات کی آخر پیداوار کو اللہ تعالیٰ نے حیوانی خصلت کے مشابہ کیا تو اس کے بعد عالم حیوانات پیدا کیا۔

حیوانات: جاندار مخلوق کو حیوانات کہتے ہیں۔ جب قدرت کاملہ نے جمادات و نباتات کی عجیب و غریب مخلوقات سے دنیا کو سجادیا تب ان تمام چیزوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے جاندار مخلوق پیدا کی۔ اور حیوانات میں سب سے پہلے کیچوے کو پیدا کیا (اس کو کرم گلخوارہ) بھی کہتے ہیں۔ یہ برساتی پانی سے مٹی میں خود بخود پیدا ہوتا ہے۔ یعنی اس کی یہ پیدائش منشائے خالق میں اسی طرح ہے۔ یہ منہ سے کھانے اور سونگنے کا کام لیتا ہے۔ اس کے متعلق مشہور ہے کہ اس کے آنکھ نہیں۔ یہ دونوں طرف چلتا ہے۔ اس کو خراطین بھی کہتے ہیں۔ ان کو سکھا کر تیل بھی بنایا جاتا ہے۔

اس حیوان کے بعد ہزاروں اور لاکھوں قسم کی اللہ نے حیوانی مخلوقات پیدا فرمائی۔ چوپائے۔ پرندے۔ پانی کے جانور زمین کے اندر رہنے والے جانور (حشرات الارض) پیروں کے بل پر چلنے والے جانور۔ پیٹ کے بل چلنے والے جانور۔ پروں کے ذریعے اڑنے والے جانور اور ایسی ایسی مخلوقات پیدا کردیں جن کے حسین رنگ و روپ کو بڑے بڑے سائنسداں دیکھ کر محو حیرت رہ جاتے ہیں

عالم حیوانات میں سب سے آخر باکمال جانور جو انسان کے مشابہ بنایا گیا ہے وہ نسناس (بن مانس) ہے۔ اس کی عادت، خصلت، ہاتھ پیر بالکل انسان سے ملتے جلتے ہیں۔ دماوند ترکستان کی پہاڑیوں میں پایا جاتا ہے۔ امریکہ میں بھی ہوتا ہے۔ مولود ثلاثہ اور یہ تمام مخلوقات کس لئے پیدا کی گئیں! ان سب چیزوں کو ایسے اچھے انداز سے کس نے پیدا کیا؟ ان سوالات کا جواب قرآن پاک میں اس طرح دیا گیا ہے کہ اے انسانوں یہ کُل کائنات ہم نے تمہارے لئے پیدا کی ہے اور تم کو ہم نے اپنی بندگی کے لئے پیدا کیا ہے۔ (قرآن)

چنانچہ مخلوقات کی پیدائش اور ان کا مقصد آفرینش ان کی رزق رسانی کے سلسلہ میں قرآن حکیم نے جو دلائل پیش کئے ہیں وہ ملاحظہ فرمائیے:۔

عقلمندوں کے لئے اللہ کی نشانیاں

وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ

اور وہ وہی ذات ہے جس نے زمین کو پھیلا دیا۔ اس میں وزن رکھا (پہاڑوں کا) اور نہریں جاری کیں اور ہر قسم کے میوے رکھے اور اس میں جوڑے جوڑے پیدا کئے اور وہ دن پر رات کو ڈھانکتا ہے۔ ان میں اس قوم کے لئے نشانیاں ہیں

وَ فِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِیْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَیْرُ صِنْوَانٍ یُّسْقٰی بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰی بَعْضٍ فِی الْاُکُلِ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝

(الرعد ۱۳)

جو دھیان دیتی ہیں اور زمین میں ملے جلے کھیت ہیں اور انگور کے باغ ہیں اور کھیتیاں ہیں اور قطار قطار کھجور کے درخت ہیں اور بغیر ملے ہوئے کھجور کے درخت ہیں ایک ہی پانی سے (پرورش) پاتے ہیں اور ہم بڑھاتے ہیں ایک سے ایک کو میووں کے ساتھ، ان میں بھی اللہ کی نشانیاں ہیں ان کے لئے جو دریافت کرنا چاہیں (یعنی جو عقل رکھتے ہیں)

رزق رسانی اللہ کے ہاتھ میں ہے ۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا وَیَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا کُلٌّ فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ وَّکَانَ عَرْشُهٗ عَلَی الْمَآءِ ۝ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا

(هود ۱۲)

جو بھی کوئی چرند (چوپایا) جاندار زمین پر ہے سب کی روزی اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہ جانتا ہے (روزی) کا ٹھکانا اور روزی) تقسیم کرنے کی جگہ، سب کچھ اسکی کھلی ہوئی کتاب میں ہے (روشن ہے) اور وہ ذات جس نے چھ دن میں زمین و آسمان بنا دیے، جبکہ اس کا تخت (مبارک) پانی پر تھا، یہ سب اسلئے کیا) تاکہ تم کو آزمائے کہ کون تم میں اچھے عمل کرتا ہے (ہود)

اللہ کی قدرت اور فیاضی

هُوَالَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ (طٰہٰ)

(اللہ) وہ ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے بچھونا بنادیا اور جاری کردیں اس میں راہیں اور اس نے آسمان سے پانی اُتارا اور وہ فرماتا ہے ہم نے اس میں سے قسم قسم کی سبزیاں پیدا کیں، کھاؤ اور چوپاؤں کو چراؤ اسمیں یہ عقلمندوں کیلئے اللہ کی نشانیاں ہیں۔

اللہ کے سائنس کی ایجادات

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ٥ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ع وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِى الْاَرْضِ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ٥ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ٥ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ

اور ہم نے تمہارے اوپر سات راہیں بنادیں اور ہم اپنی مخلوق سے بے خبر نہیں ہیں۔ ہم نے آسمان سے پانی اُتارا اندازہ کے ساتھ اور اسکو زمین پر ٹھہرا دیا اور ہم اس (پانی) کو لیجانے (خشک) کرنے کی قدرت بھی رکھتے ہیں پھر (اس پانی سے) اُگا دیئے کھجوروں اور انگوروں کے باغ (ان باغوں میں) تمہارے لئے میوے ہیں بے شمار اور خوب کھاؤ ان میں سے اور وہ درخت جو سینا کے پہاڑ سے اُگتا ہے

طُوْرِ سَيْنَاءَ تَنْبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْآكِلِيْنَ وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِي بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَأْكُلُوْنَ (المومنون)

اس میں تیل ہوتا ہے جو روٹی ڈبو کر کھانے والوں کے لئے ہے، چوپائے جانوروں میں تمہارے لئے عبرت ہے (کیونکہ) ہم تم کو ان کے پیٹ کی چیز (دودھ) پلاتے ہیں اور تمکو اس میں بہت فائدے ہیں اور بعض تو تم کھا جاتے ہو۔

خالق کی کرشمہ سازی

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهُ ثُمَّ يَجْعَلُهُ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهِ مَنْ يَّشَاءُ وَيَصْرِفُهُ عَنْ مَّنْ يَّشَاءُ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهِ يَذْهَبُ بِالْأَبْصَارِ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ٥

کیا تو نے دیہ، نہیں دیکھا کہ اللہ کس طرح بادلوں کو ہانکتا ہے اور پھر دل بادل جمع کرتا ہے۔ تو دیکھے گا کہ ان (بادلوں) کے بیچ میں سے پانی برستا ہے اور ان (بادلوں) میں برف کے پہاڑ ہیں۔ پس جہاں چاہتا ہے (بادلوں کو) پھیلا دیتا ہے (وہ بجلی) کہ لے جائے آنکھوں کی بینائی آنا فانا ہیں۔

اللہ بدلتا ہے رات اور دن اس میں عبرت ہے آنکھوں والوں کے لئے۔

اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ ○ وَاللّٰہُ خَلَقَ کُلَّ دَآبَّۃٍ مِّنْ مَّآءٍ فَمِنْھُمْ مَّنْ یَّمْشِیْ عَلٰی بَطْنِہٖ وَمِنْھُمْ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰی رِجْلَیْنِ ○ وَمِنْھُمْ مَنْ یَّمْشِیْ عَلٰٓی اَرْبَعٍ یَخْلُقُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ ○ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ (النور ۱۸)

اللہ نے ہر چوپائے کو پانی سے بنا دیا۔ ان میں بعض پیٹ کے بل چلتے ہیں۔ بعض ٹانگوں سے چلتے ہیں۔ بعض چاروں ہاتھ پیروں سے چلتے ہیں۔ اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

مسئلہ کُنْ فَیَکُوْن

قرآن کریم میں کائنات کی پیدائش کے سلسلے میں جو اشارے پیش کئے گئے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ کائنات کا یہ بہترین وجود اور تمام مخلوق کا نہایت مناسب انداز سے پیدا ہونا زمین و آسمان کا حیرت انگیز وجود اور اس کا یہ ٹھوس نظام مختلف انواع کی مخلوقات جو کروڑوں سال سے قائم ہے دُنیا کی ایک تاریخ ہے۔ محققین نے کائنات کی تحقیقات میں کہا ہے کہ اس دُنیا کو اس درجہ تک بننے میں بہت عرصہ لگا ہے۔ دوسری طرف قرآن پاک کا یہ لفظ کُن فیکون (ہو جا بس ہو گئی)، گویا اللہ تعالےٰ کے فرماتے ہی دنیا بن کر تیار ہو گئی جس تاریخ کو اور آفرینش عالم کے جس انداز کو آپ پڑھتے چلے آرہے ہیں۔ اس میں اور کن فیکون میں بظاہر ایک تضاد پایا جاتا ہے، بلکہ بعض لوگ اس کو اعتراض کے انداز

میں پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ اس میں حقیقت یہ ہے کہ کن فیکون بھی صحیح ہے اور بتدریج اس کائنات کا وجود میں آنا بھی درست ہے۔

کُن۔ امر کا صیغہ ہے۔ یعنی حکم ہوا کہ ہو جا

فیکون۔ مضارع کا صیغہ ہے۔ یعنی ہونے لگی۔ ہونے لگے گی۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب اللہ جلّ مجدہٗ نے دنیا کو پیدا کرنا چاہا تو فرمایا کن ہو جا۔ دُنیا بنی شروع ہو گئی اور اسکی تعمیر میں کسی نقشہ پاس کرنے یا انجنیروں کے مشوروں کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ بس اس طرح کائنات اللہ کی منشا کے مطابق وجود میں آتی رہی۔ خدا کی قدرت ہر چیز پر غالب ہے۔ اس کے خزانے بے کراں ہیں۔ اس کے ذہن میں کائنات کی تعمیر کے جو نقشے ہیں وہ ازلی و ابدی ہیں۔ وہی کاتبِ تقدیر ہے اور وہی مالکِ لوح و قلم ہے۔ اس کو کسی سے مشورہ کی مطلق ضرورت نہیں۔ نہ ہی کسی کو اس سے سوال کرنے کا حق ہے (کہ ایسا کیوں کیا) وہ مختارِ کل ہے وہی اَحکمُ الحاکمین ہے۔ سب سے بڑا سائنسداں ہے۔ اس نے پہلے کُن کہہ کر دنیا کی ابتدا کر دی پھر آرام آرام سے مخلوقات کے چہرے رنگ و روپ بناتا رہا۔

کمال یہ ہے کہ اللہ مخلوقات کی پیدائش کا یہ کام ایسے پردۂ راز میں کرتا ہے کہ کسی کو پتہ نہیں چلتا۔ اس کی صناعی کے کرشمے کہیں ماں کے پیٹ میں ہیں۔ کہیں زمین کے اندر۔ کہیں پانی کی لہروں میں کہیں ہوا کے دوش پر۔ کہیں اُفق کے دامن میں۔ کہیں صحرا و وادی میں

کہاں کہاں اور کیسے کیسے پردۂ راز میں اپنی مخلوقات کو بناتا ہے۔ گویا جب اس کے کارخانۂ قدرت سے کوئی چیز بن کر سامنے آجاتی ہے تو دیکھنے والے نہ صرف خوش ہوتے ہیں بلکہ حیرت میں پڑ جاتے ہیں حتیٰ کہ اللہ کا انکار کرنے والا ایک سائنسداں بھی اسوقت خوشی میں پھولے نہیں سماتا جب اللہ کے سائنس سے ایک بچہ تیار ہوکر اسکی اولاد بن کر آتا ہے۔ اب ایک طرف خدا کے وجود سے انکار۔ دوسری طرف خدا کی عطا کردہ دولت سے گود بھرنا اور خوشیاں منانا یہ تو انکار کے پردے میں اقرار ہے۔

جب یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے انکار بذاتِ خود اللہ کے وجود کو تسلیم کرنے کا سبب ہے تو پھر کیوں نہ دعوتِ اسلام قبول کر کے سعادت حاصل کی جائے۔ اس بحث میں بہت سے مسائل ایسے ہیں جن کو حل کرنے کے لئے لب کشائی کرنی ہی پڑتی ہے۔ مثلاً منکرین کا قول ہے (نعوذ باللہ) خدا کا کوئی وجود نہیں۔ اس کے بارے میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب آپ کے نزدیک خدا کا وجود ہی نہیں تو پھر خدا کے وجود کی بحث کیوں ہے؟ خدا کا نام کیوں ہے؟ کسی چیز کا موضوع بحث بن جانا گویا اس چیز کے وجود کی تصدیق کرتا ہے۔ یہ بات الگ ہے کہ منکرین اس بات کو مانتے ہیں یا نہیں مانتے۔ ان دو باتوں میں سے ایک بات تو لازمی اختیار کرنی ہوگی۔ مانتے ہیں تب اور نہیں مانتے ہیں تب بہر صورت

خدا کا وجود موضوع بنتا ہے. جب خدا کے وجود پر یہ بحث ہے کہ وہ ہے یا نہیں تو پھر یہ بہت آسان ہے کہ اس کے وجود سے انکار کرنے والا ان چیزوں کو اپنے سامنے رکھ کر بحث کرے جنکا بنانا انسان کا کام نہیں تو پھر ان کا بنانے والا آخر کون ہے ؟ (فقط اللہ تعالیٰ جل شانہ)۔

اسلامی عقیدہ اسی نظریہ کو پیش کرتا ہے کہ ہزاروں سال کی تحقیقات کے بعد بھی اللہ کے وجود کو کسی نہ کسی منزل پر تسلیم کرنے کے لئے سخت سے سخت منکر بھی مجبور ہو جاتا ہے تو پھر مخلوقات کی ان روشن دلیلوں کو دیکھ کر کم وقت میں کیوں نہ صحیح منزل کو حاصل کر لیا جائے ۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دونوں جہان کا چلانے والا صرف ایک اللہ ہے ۔ دوسرا کوئی نہیں ۔ اگر دوسرا کوئی اور بھی خدا ہوتا تو اس نظام کائنات میں فساد پیدا ہو جاتا

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۝	اگر زمین و آسمان میں خدا کے علاوہ کوئی اور خدا ہوتا تو فساد ہو جاتا ۔

خدا کے وجود پر ہمارا یقین ہے اور وہ وحدہ لاشریک ہے ۔ اس یقین کو ہی ایمان کہتے ہیں ۔ اس بحث کو سامنے رکھتے ہوئے دنیا کے مادی نظام کا ذکر پڑھئے ۔ اس میں چند ایسی مثالیں پیش کی گئی ہیں جو انسانی شعور کو بیدار کرتی ہیں اور اسی ذکر میں کچھ ایسے واقعات بھی پیش کئے گئے ہیں جو حقیقت الٰہیہ کے آئینہ دار ہیں ۔ اسی باب میں قدیم و جدید مفکرین حضرات اور بڑے بڑے سائنسدانوں کے متفقہ فیصلے اللہ کے

وجود کے بارے میں دیئے گئے ہیں۔ اب آپ پہلے عناصر کی تعریف پڑھیے اور دیکھیئے کہ قدرت نے کس کس سائنس سے ان عناصر کی کیفیات کو برقرار رکھا ہے اور کیسے تدبر سے ان کا خمیر مرتب فرما کر گوناگوں مخلوقات پیدا کی ہیں۔

عناصر

تخلیق کائنات میں اربع عناصر کا بہت بڑا دخل ہے اسلئے عناصر کی تفصیلی تعریف سے آگاہ کرنا بھی ضروری ہے

جس طرح نظام شمسی، زمین، چاند اور سیاروں کے لئے اہم چیز ہے۔ اسی طرح زمین اور خلا میں مادی مخلوقات کے لئے چار عناصر ہوا۔ آگ، پانی، مٹی، بھی نہایت اہم چیز ہیں۔ ان چار عناصر کو اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کے پیدا کرنے سے پہلے پیدا کیا تھا۔ پھر ان چاروں عناصر کو اجزائے جوہریہ بنایا گیا۔ جملہ مخلوقات کے لئے جس کا تعلق مادہ سے ہے۔ ان چار عناصر میں ہر عنصر کی کیفیت جدا جدا ہے۔ جب سے عناصر کو ان کے اوصاف بخشے گئے ہیں تب ہی سے وہ اوصاف اپنی اپنی کیفیات پر قائم ہیں۔

ہوا :۔ میں خشک کرنے اور اڑانے کی صفت پیدا کی ہے۔

آگ :۔ میں گرم کرنے اور جلانے کی صفت پیدا کی ہے

پانی :۔ میں ٹھنڈا کرنے۔ تر کرنے۔ بجھانے اور کثیف اجزا کو نرم کرنے کی صفت پیدا کی ہے۔

مٹی :۔ میں بوجھل بنانے اور شکل اختیار کرنے کی صفت پیدا کی ہے۔

عناصر اور خدا کی حکمت

خالق اور مخلوقات کے درمیان جب حریم ناز کے پردے اُٹھ جاتے ہیں تو تمام راز فاش ہو جاتے ہیں۔ انسان سے پہلے فرشتوں کی مخلوق تھی اور وہ نور سے پیدا کی گئی۔ اس کے مقابلے پر عناصر سے پیدا کی جانے والی مخلوق میں خدا کی کیا حکمت ہے؟

حکمت یہ ہے کہ عناصر کی کیفیات اس جسم میں جو عناصر سے بنا ہے ضرور اثر انداز ہوگی۔ چنانچہ فرشتے اپنے اندر وہ اوصاف پیدا نہیں کر سکتے جو عناصر کے سبب انسان میں (حکمت۔ عفت۔ شجاعت۔ عدالت) پر مبنی ہوں۔ یہ اوصاف عناصر اربع ہوا، آگ، پانی، مٹی۔ کی کیفیات کے ذریعے ہی پیدا ہو سکتے ہیں۔ مشیت ایزدی کا یہ راز انسانی پُتلے میں ظاہر ہوا اور پھر انسان کے مُنّے سے دل کو اپنے اوصاف جلالی و کمالی کا آئینہ بنا دیا۔ انسان میں خالق نے عناصر کے اجزا کی جو کیفیات پیدا کی ہیں وہ یہ ہیں:

ہَوا۔ کے ذریعہ انسان میں فکر و خیال کی کیفیت پیدا کی تاکہ انسان کے دماغ میں ترتیب پانے والے خیالات سوچ و فکر کی صورت میں حقائق شناسی کی طرف پرواز کریں۔ کسی بھی معاملے کو سلجھانے کے لئے فہم و فراست سے کام لے۔

آگ۔ یا آتشی شعائیں۔ انسان کے خمیر میں آگ کی کیفیات کا اثر یہ ہے کہ وہ اپنے دشمن پر۔ اپنے نقصان پر، اپنی بے عزّتی پر،

ناانصافی پر، کسی کے ظلم وستم پر، بدمعاملگی پر۔ برانگیختہ غصہ میں آئے اور پوری طاقت سے برائی کو دور کر دے۔ اس فطرت کا صحیح استعمال شجاعت (بہادری) کہلاتا ہے۔ آگ۔ (آتشی)، کیفیات بظاہر انسان کے خون میں حرارت جاری رکھنے کے لئے قرار دی جاتی ہے لیکن محققین کے نزدیک اس میں اللہ کی حکمت یہ ہے جو بیان کی گئی ہے۔ حیوان میں بھی یہ حس ہے مگر وہ عقل سلیمہ جو اس حس کا صحیح استعمال کراتی ہے وہ انسان میں ہے حیوان میں نہیں۔ چنانچہ انسان میں غصّہ کا وصف عقل سلیمہ کے تابع ہو کر ایک معیاری وصف بن جاتا ہے جو کہ برائی کو مٹانے۔ ظلم کو مٹانے۔ اپنے خدا۔ اپنے رہبر۔ اپنے خاندان۔ اپنے مذہب کی توہین و تذلیل کو برداشت نہ کرنے کی صورت میں بہادرانہ انداز میں دفاع کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ حرّیت پسند اقوام کے نزدیک اور شریف الطبع لوگوں کے نزدیک یہ وصف قومی فریضہ اور عظمتِ انسانی میں شمار ہے۔

ہاں غصّہ کے وصف کا غلط استعمال قہر و جبر۔ ظلم وستم قرار دیا گیا ہے۔

پانی۔ کے مادہ کی تاثیر جسم انسانی میں طب کی رو سے تر و تازگی کے لئے ہے لیکن حکمت کے اعتبار سے پانی کے عنصر کی تاثیر کا کام جسم انسانی میں یہ ہے کہ اس میں حلم، اخلاق۔ مروت۔ صلہ رحمی پیدا ہو جو رابطۂ انسانی کے قائم رکھنے کے لئے انتہائی ضروری چیزیں

چیزیں ہیں اور اس عنصر کا ایک اہم کام یہ بھی ہے کہ جب کبھی انسان کو غصّہ آئے تو یہ عنصر دیاتی اعقل سلیمہ کے حکم کے تابع ہوکر غصّہ کی آگ بجھادے۔

طبّی اعتبار سے بھی آپ تجزیہ کیجئے۔ آپ کو پتہ چلے گا کہ جب انسان میں پانی کی کمی ہو جاتی ہے۔ تب اس کے خون میں گرمی۔ دماغ میں۔ چڑچڑاپن اور ہر وقت غصّہ کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔

مٹّی۔ کا یہ عنصر طب کے اعتبار سے جسم کا کثیف مادہ ہے جس میں گوشت۔ ہڈّیاں۔ رگ۔ پٹھے شامل ہیں مگر حکمت کے اعتبار سے مٹّی کے عنصر کی تاثیر یہ ہے کہ انسان خاک کا پتلا ہے۔ اس میں عاجزی انکساری، سرنگوں کا مادہ ہونا چاہیئے۔ تاکہ وہ اپنے خدا، رسول۔ بادشاہ۔ امیر۔ آقا۔ حاکم وقت کے سامنے عاجزانہ آداب پیش کر سکے۔ اگرچہ اللہ نے انسان کو اُس سے زیادہ طاقتور حیوانات پر غلبہ عطا فرمایا ہے مگر خدا کی مشیت یہ ہے کہ وہ پوری کائنات پر غلبہ پانے کے بعد سب سے غالب ذات اللہ کے حضور جُھک جائے۔ جب کوئی انسان عاجزی کے اس حق کو پورا کرتا ہے تو اسی کو مقام بندگی کہتے ہیں۔

تعجّب: تعجب کا مقام یہی ہے کہ خدا کی وہ مخلوق جو خدا کے حکم کے بغیر ایک قدم آگے نہیں چل سکتی اور جس میں یہ چاروں عناصر بھی داخل ہوں آج وہ اپنے اوصاف کے باقی رکھنے میں کتنا نااہل

ثابت ہوا ہے ۔ تعجب ہے ۔ جب تک یہ عناصر الگ الگ تھے ان میں اپنی اپنی کیفیات باقی تھیں ۔ لیکن انسان کے خمیر میں مل جانے کے بعد عناصر اربع کے وہ اوصاف جو اللہ کی حکمت میں شامل تھے ، عملی اعتبار سے انسان میں مفقود نظر آتے ہیں ۔ اس کا سبب یہی ہو سکتا ہے کہ اوصاف تو موجود ہیں لیکن ان کا استعمال عقل سلیمہ کے مطابق نہیں ۔

عناصر کی ان تشریحات کے بعد مادّی ذکر میں زمین کے حالات اور زمین کی کُل مخلوقات جو خدا نے پیدا کی ہے ۔ قرآن پاک اور قدیم و جدید معلومات کی روشنی میں جمع کئے ہیں جو ہماری زمین کی ایک تاریخ بھی ہے اور اسلامی سائنس کا ایک خاکہ بھی ہے لیجئے ملاحظہ فرمائیے ۔

زمین کے تذکرے

جائزے

اور

مطالعے

زمین کی صورت

محققین کی دریافت کے مطابق اس زمین کا وجود دو ارب سال پہلے ہوا۔ جس زمین پر آپ اور ہم رہتے ہیں اسی زمین پر سب کا مرنا جینا۔ شادی غمی وغیرہ ہوتی ہے۔ اس کی شکل گول ہے جیسا کہ تصویر میں دکھائی گئی ہے

زمین کے گول ہونے کے ثبوت۔ ماہرین ارضیات و محققین مادیات نے مختلف انداز میں پیش کئے ہیں۔ یہ بھی ذکر آتا ہے کہ محققین حضرات

نے زمین پر بڑے بڑے لمبے سفر کئے، مگر ان کو زمین کا کنارہ نہ مل سکا۔ تاہم بلندیوں اور پستیوں کا سفر کر کے یہ رائے قائم کی ہے کہ زمین گول ہے لیکن قدرے بیضاوی شکل میں ہے۔

زمین کے گول ہونے کے ثبوت میں یہ دلائل پیش کئے جاتے ہیں کہ جب آپ دُور سے کسی ریل گاڑی کو آتا ہوا دیکھیں گے تو پہلے ریل گاڑی کا دھواں نظر آئے گا۔ پھر انجن کا منہ پھر پہیے وغیرہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ زمین گول ہے اسی طرح آپ کسی گاؤں میں کھڑے ہو کر سامنے دیکھیں تو زمین اور آسمان کے کنارے ملے ہوئے نظر آئیں گے پھر آپ جتنا آگے جائیں گے اتنا ہی وہ اُفق زمین کا الحاق جُدا ہوتا نظر آئیگا سامنے دیئے ہوئے
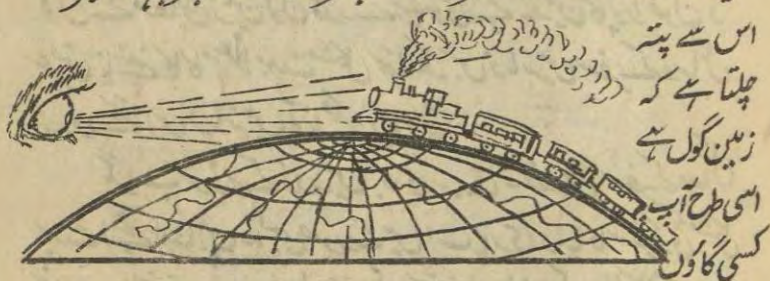
نقشہ سے اندازہ لگائیے جس طرح زمین گول ہے جیسا کہ آپ کو نقشہ میں

دکھایا گیا ہے گویا دُور سے پانی کے جہاز کا اگلا حصّہ انجن کی طرح نظر
آئے گا۔ پھر پورا جہاز نظر آئے گا۔

زمین چپٹی کیوں نظر آتی ہے؟

زمین چونکہ بہت
بڑی ہے اور ہم
ایک وقت میں زمین کا بہت تھوڑا حصّہ دیکھ سکتے ہیں۔ اس لئے
ہماری آنکھوں کے سامنے زمین چپٹی نظر آتی ہے۔ لیکن محققین کے
قول کے مطابق زمین گول قدرے بیضوی ہے۔ زمین کا پورا طول و
عرض ناپنے کا کام عملاً بہت مشکل تھا بلکہ جس زمانہ میں سفر کے وسائل
محدود تھے اس زمانہ میں تو ناممکن ہی تھا۔

مگر اب ترقی کے دَور میں بحری۔ بری۔ فضائی سفر کے وسائل
بہت اچھّے مہیا ہیں۔ ایسی صورت میں اب پوری دنیا کا سفر کوئی مشکل
نہیں۔ چنانچہ اب جدید معلومات کی روشنی میں زمین کی پیمائش کے بہت
سے فیگرس حاصل ہوئے ہیں۔

میگلن:۔ سب سے پہلے میگلن ملاح نے زمین کا پورا چکر لگانے کے لئے
۱۵۲۰ء میں ارادہ کیا۔ چنانچہ قدیم و جدید کوششوں کے بعد زمین
کے قطر اور زمین کے محیط کا جو اندازہ سامنے آیا ہے وہ یہ ہے جو آپ
نقشہ میں دیکھ رہے ہیں لیکن اس میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری
ہے کہ یہ پیمائش قدرے کم و بیش کا احتمال رکھتی ہے۔ نقشہ پر ایک بار
نظر ڈال کر آپ اندازہ لگائیے کہ زمین کی پیدائش کیا ہے۔

زمین کا محیط (گھیراؤ) ۲۴۹۰۰ میل ہے
زمین کا قطر . . . ۷۹۱۳ میل ہے

لیکن یہ ملحوظ خاطر رہے کہ یہ پیمائش جہاں اپنی درستگی کا دعویٰ کرتی ہے وہاں اہل نظر کی نگاہوں میں احتمالِ خطا بھی ہے کیونکہ اس بیان کے شروع میں لکھا جاچکا ہے کہ زمین اور آسمانوں کی صحیح پیمائش کا علم ان کے پیدا کرنے والے (خدا) ہی کو حاصل ہے . . . بندوں کو ان کی کوششوں کے مطابق محدود علم دے دیا جاتا ہے۔ اس علم کو علمِ کُل نہیں کہتے اندازہ کہہ سکتے ہیں اور اندازہ کبھی کبھی غلط بھی ہوسکتا ہے۔
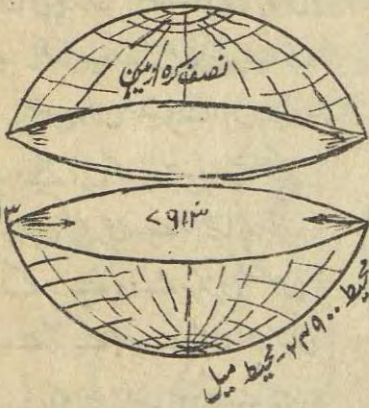
زمین کی دو جانب

زمین کی دو جانب ایسی ہیں جن پر آبادی ہے ایک اوپر کی جانب ہے دوسرے نیچے کی جانب ہے۔ محققین کی رائے کے مطابق زمین کا گول تسلیم کرلینا پھر دونوں جانب آبادی کا ہونا۔ یہ مسئلہ پھر تشریح طلب ہوگیا۔ یعنی

ہم ہندوستان کے رہنے والے جنوبی امریکہ کے لوگوں کو زمین کے بالکل نیچے آباد پاتے ہیں۔ جغرافیائی اعتبار سے بھی یہی ثابت ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ زمین کے نیچے رہنے والے کس طرح آباد ہیں جب کہ ان کی پوری معیشت اُلٹی ہو گئی؟
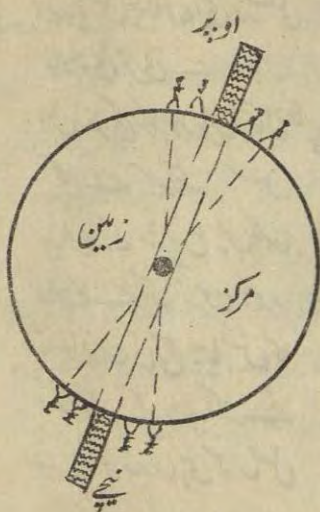
اوپر
زمین
مرکز
نیچے

جیسا کہ آپ نقشہ میں دیکھ رہے ہیں۔ سائنس داں حضرات اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ ہر چیز اپنے مرکز کی طرف کھنچ رہی ہے۔ چنانچہ زمین کے رہنے والے مرکزی کشش سے رُکے ہوئے ہیں اور ان کی زندگی اسی طرح بسر ہوتی ہے جس طرح اوپر رہنے والوں کی بسر ہوتی ہے۔ سائنس داں حضرات کے اس جواب کے بعد کچھ اور بھی سوالات سامنے آتے ہیں وہ یہ ہیں:

اگر یہ مان لیا جائے کہ زمین کے نیچے کے حصہ میں رہنے والی مخلوقات مرکز کے تقاضۂ کشش کے ماتحت قائم ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان کا چلنا پھرنا کشش کے سبب اُلٹا ہے مگر نظام زندگی کا اُلٹا ہو جانا۔ خون و دماغ کا اُلٹا ہو جانا ناممکن ہے۔ اس سے ساری

زندگی درہم برہم ہوجاتی ہے؟ اسی طرح جنوبی امریکہ کے سمندروں کا پانی بھی اُلٹا ہوگیا پھر وہ کیسے قائم ہے اور سمندروں میں مخلوقات کیسے قائم ہیں؟ اور بعض وہ چیزیں جو مرکز کو قبول ہی نہیں کرتیں وہ کیسے قائم ہیں ان کو تو گر جانا چاہیئے تھا اور اگر وہ چیزیں گرتی ہیں تو زمین کے نیچے کون سے طبقے میں جاتی ہیں؟ اسی طرح زمین کے نیچے والے حصّہ میں جو درخت وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔ ان کی شاخوں اور پتوں، ٹہنیوں کو مڑ کر مرکز کی طرف آنا چاہیئے۔
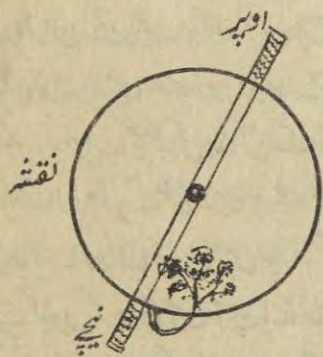
جیسا کہ نقشہ میں اشارہ کیا گیا ہے آپ نے دیکھا ہوگا کہ کسی گنبد میں نیچے حصہ میں کوئی پیپل کا درخت اُگ آتا ہے تو اس کی ٹہنیاں پتّے مڑ کر اوپر کی طرف ہو جاتے ہیں۔

بعض لوگوں نے چھپکلی کی مثال دیتے ہوئے جواب دیا ہے کہ چھپکلی وغیرہ بھی چھت میں اُلٹے چلتی ہیں۔ ان کی زندگی معطل کیوں نہیں ہوتی۔ بس جس طرح چھت میں چلنے والے جانور ہیں اسی طرح زمین کے نیچے رہنے والی آبادی کی مثال ہے۔

ایسی صورت میں پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ چھپکلی کو بھی زمین کے مرکزی تقاضہ کے ماتحت چھت میں الٹا نہیں چلنا چاہیئے۔ اس کو نیچے گر جانا چاہیئے کیونکہ مکان کی چھت تو خود مرکز کا مقابل حصّہ ہے

اس اعتبار سے چھت میں چپکر چلنے والے جانوروں نے مرکز کے تقاضہ کو غلط ثابت کر دیا جبکہ جدید سائنس چھپکلی کے الٹا چلنے کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ چھپکلی کے پیروں میں کھال کی کٹوریاں سی ہوتی ہیں اوران کٹوریوں کے ذریعہ چپکر چلتی ہے جیسے ربٹر کی کٹوری شیشہ پر چپک جاتی ہے۔ اب ان اعتراضات (جو مسلسل اہل فکر کے شعور کو اپیل کرتے ہیں) کا جواب یہ ہے کہ کسی چیز کا جو سرا زمین سے نزدیک ہوگا تو اس کا دوسرا سرا زمین سے دور ہوگا۔ اسی طرح انسان کے پیر زمین کے قریب ہوتے ہیں تو سر زمین سے دور ہوگا۔ یہی مثال کرۂ ہوا اور کرۂ سمندر کی ہے لیکن یہ جواب چھپکلی کی مثال کے مقابلہ پر تسلّی بخش نہیں ہوتا۔ اس لئے اگر انسان سر کے بل زمین پر چلے تو پیر زمین سے دور (اوپر) ہونے چاہئیں تو پھر انسان الٹا کیوں نہیں چلتا۔ الٹے انسان کی ٹانگیں الٹا ہوتے وقت نیچے کیوں گر جاتی ہیں؟ چوپائے جانوروں کا سر انسان کی طرح زمین سے دور ہو کر انسان کی طرح سیدھا کیوں نہیں ہوتا۔

اس قسم کے الزامی سوالات وجوابات کا سلسلہ اس لئے جاری رہتا ہے کہ ہر جواب میں کوئی نہ کوئی نقطہ برائے سوال آتا رہتا ہے۔ جب تک دنیا میں سوال برائے سوال اور بحث برائے بحث رہے گی سلسلہ بحث وتکرار ختم نہیں ہوگا۔ ہاں جب ہر سوال برائے حصول جواب اور ہر بحث برائے اتمام حجت وحصول علم ہوگا تو نہ کوئی جھگڑا ہوگا نہ ہی بحث طویل ہوگی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ انسان کا منصف دل کیا فیصلہ کرتا ہے؟ اگر وہ حق

کی طرف مائل ہے تو حق کو قبول کرلے گا ورنہ بھٹکتا رہے گا۔ یہاں تو یہ دیکھئے کہ زندگی کے ان اوقات میں کیا کھویا اور کیا پایا؟ یہ عبرت کا مقام ہے۔ مناظروں اور بحثوں کی رسّی کو چھوٹا کر کے حق شناسی سے کام لینا زیادہ مفید ہے جو قومیں وقت کی قیمت جان کر کچھ کر گزرتی ہیں وہی کامیاب ہوتی ہیں۔ وہی کام ان کی یادگار بن جاتے ہیں

قدر وقت ار نشناسد دلے کارے نہ کند

بس خجالت کہ ازیں حاصل اوقات بریم (حافظ)

اب ایک لمحہ کے لئے اللہ جل شانہ کے اس فرمان پر غور فرمایئے جس میں انہوں نے تمام سوالات کا جواب دے کر حق شناسی کی راہ کھول دی ہے اور اشاروں اشاروں میں سب کچھ بتا دیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا وَسَلَكَ لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا

وہ ذات اللہ کی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا اور اس میں راستے بنا دیئے۔

اس مسئلہ کو اگر ہم قدیم و جدید سائنس و فلسفہ کی روشنی میں اور اللہ تعالےٰ کے علم کل کے فیصلے کی روشنی میں دیکھیں تو یہ مسئلہ بڑے آرام سے اس طرح حل ہو جاتا ہے کہ ایک بھوکے انسان کو روٹی مل گئی۔ اس کا پیٹ بھر گیا۔ اب اس کا یہ بحث کرنا کہ روٹی گول یا چپٹی تھی یہ سراسر بے سود بحث معلوم ہوتی ہے کیونکہ کروڑوں برس پرانی دنیا میں بہت سی تبدیلیاں آئی ہیں اور آتی رہیں گی۔ دریا خشک ہوئے۔ چٹانیں ٹوٹیں۔ پہاڑ پھٹے

زلزلے آئے، خدا کے عذاب سے بستیاں اُلٹی ہوگئیں۔ غرض بہت کچھ تبدیلیاں آئیں تو میرے عزیز دوستوں اس جگہ زمین کی بحث میں پوری عمر ختم کردینا اتنا ضروری نہیں ہے جتنا زمین بنانے والے کی معرفت حاصل کرکے دُنیا وآخرت کی بھلائی حاصل کرنا ضروری ہے جس نے زمین بنائی ہے اسی کے علم میں زمین کا نقشہ بھی ہے۔ یہ ممکن ہے کہ زمین کا کچھ نچلا حصّہ پانی میں ہے اور اس کا نصف سے زائد حصّہ پانی سے اوپر ہے۔ ایک سمت بالائی حصہ میں ہندوستان آباد ہے اور اس کے مقابل نشیبی حصّہ میں جنوبی امریکہ والے آباد ہیں اور نشیبی علاقوں میں رہنے والوں کا سلسلہ قدرت نے اس طرح رکھ دیا ہو کہ وہ پہاڑوں، چٹانوں، وادیوں گھاٹیوں میں محدود کرکے روک دیئے گئے ہوں۔

اسی طرح پانی بھی زمین کا ایک حصّہ ہے۔ چنانچہ قدیم فلسفہ کی تحقیقات نے اسی پہلو کو اختیار کیا ہے

اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ دنیا کی معلومات اور تحقیقات میں جدید سائنس نے جو حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ وہ ایک روشن حقیقت ہے۔ میرا مقصد قطعاً یہ نہیں ہے کہ انسان بعض ایسی بحثوں میں مبتلا ہوکر (جس پر قرن ماضی کے لوگوں نے بہت وقت ضائع کیا ہے) اپنا قیمتی وقت برباد کیا جائے۔ علماء میں، فلاسفر، سائنس داں حضرات میں اختلاف رائے ہمیشہ ہوتا رہا ہے۔ آپ بہت کم وقت میں یہ حل نکال لیجئے کہ دُنیا کے پیدا کرنے والے نے زمین کو مہد (فرش، بچھونا)،

کہکر کتنا جامع جواب دے دیا ہے کہ اس سے باہر کوئی اپنی رائے قائم نہیں کر سکتا اور نہ ہی کسی کی یہ جرأت ہے کہ وہ مہد کے لفظ پر کوئی تنقید کر سکے۔

زمین میں سب سے اچھّی مخلوق کونسی ہے

یہ سوال رنگ و روپ حُسن و خوبی پر منحصر نہیں ہے بلکہ یہ سائنس کا بہت بڑا سوال ہے جس میں ایسی مخلوق کی تشریح درکار ہے جو حُسنِ سیرت۔ حُسنِ معاملات سے مزیّن ہو اور منشائے خداوندی کی عین تشریح ہو جب ان تمام باتوں کو سامنے رکھا جاتا ہے تو بتدریج تمام مخلوقات کی تحقیقات پر نظریں گھوم جاتی ہیں اور پھر ایک ایسی مخلوق پر نظر رُک جاتی ہے جس کی ریسیرچ صدیوں سے کی جا رہی ہے اور نہ جانے کب تک جاری رہے گی وہ انسان ہے ؎

بات نقطہ کی ہے تحریرِ نقطہ داں کے لئے
ورنہ مبہم کی نہ ہو "ب" تو ہم بن جائے　　(رواصفی)

خالقِ کون و مکاں کا وہ چیلنج جو اس کے خالق و مالک ہونے کی حیثیت سے اہل دنیا کیلئے ہے۔ یہ کسی غیر شعوری مخلوق کے لئے نہیں بلکہ اسی مخلوق کے لئے ہے جس کی بحث جاری ہے اور ہم اسی مخلوق کو خلیفۃ الارض کے خطاب سے لکھ رہے ہیں۔

خلیفۃ الارض

مادّی مخلوقات کے ذکر میں آپ نے انسان کا نام بھی پڑھا ہے۔ وہ اشرف المخلوقات ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے خلیفۃ الارض کا خطاب عطا فرمایا ہے۔ خدا جلّ مجدہ نے اپنی منشاء کے مطابق اس کائنات کی حکمرانی کے لئے اور دنیا میں معاشرتی۔ عدالتی، معاملاتی، سماجی نظام کو برقرار رکھنے کے لئے ایک ایسی مخلوق کو پیدا کیا ہے جس کی قدر و منزلت کا ذکر آپ پڑھتے چلے آ رہے ہیں۔ وہ حضرت انسان ہے۔

علمائے سلف اور تاریخی کتابوں نے جو اشارے پیش کئے ہیں اس اعتبار سے تو یہ دنیا اور اس میں پیدا ہونے والی مخلوقات کروڑوں برس سے پیدا ہے۔ مگر جہاں تک دنیا میں خدائے جل شانہٗ کی اصل منشا کے اتمام کا تعلق ہے۔ وہ نسل انسانی کے پیدا ہونے کے بعد سے ہوا ہے۔ آپ نے قرآن مجید میں پڑھا ہوگا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنا چاہا تو خدا تعالیٰ کے اس ارادے پر ملائک (فرشتوں)، کو اعتراض ہوا تھا، فرشتوں نے کہا تھا۔

فرشتے: اے اللہ کیا آپ ایسی مخلوق پیدا کرنا چاہتے ہیں جو اس دنیا میں فساد کرے اور خون بہائے اور ہم سب آپ کی حمد و ثنا اور پاکی بیان کرتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے فرشتو! جو کچھ میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔

خالقِ ارض و سما کے صرف اس قول میں "کہ جو میں جانتا ہوں وہ تم جانتے" بہت بڑا راز پنہاں ہے۔ اگر آج اللہ کی اس منشا کا راز معلوم کیا جائے تو یہ پتہ چلے گا کہ قدرت کو چونکہ اس دنیا میں۔
عدالتی۔ معاملاتی۔ معاشرتی سماجی، سیاسی شعبے قائم کرنے تھے۔ جزا و سزا کا دستور مرتب کرنا تھا اور ساتھ ہی یہ کائنات کی حقیقتوں کا علم حاصل کر کے انسان اپنے خالق کے آگے سرنگوں ہو جائے۔ اگر کوئی گناہ کرے تو اس کی سزا پائے۔ نیکی کرے تو جنت و رضائے خداوندی حاصل کرے۔ خدا کے رائج کردہ قانون پر عمل کر کے زندگی کے اصل مقاصد پورے کرے اور اچھا معاشرہ اختیار کرے اس لئے انسان جیسی باشعور مخلوق کو پیدا فرمایا۔
یہ تمام کام فرشتوں کے بس کا نہیں تھا اس لئے کہ وہ صرف پاک فطرت مخلوق ہے اور ہر وقت اللہ کا ذکر کرتی رہتی ہے۔ اب رہا یہ کہ اس دنیا کا جملہ نظام کون چلائے۔ خدا کے آئین کو کون نافذ کرے اور اللہ کے مشنِ توحید کو کون رائج کرے۔ اس عظیم مقصد کے پورا کرنے کے لئے حق جل شانہ نے چار عناصر سے پیدا کردہ مخلوق "انسان" کو دنیا میں بھیجا۔ اس باوقار مخلوق کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی جیسا کہ قرآنِ کریم میں ذکر ہے۔

انسان | پوری دنیا کے انسانوں کو آج اس بات کا اعتراف ہے کہ

تمام مخلوقات میں انسان سب سے افضل مخلوق ہے اور سب سے پہلے انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کا اعلان قرآن پاک نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے حوالہ سے کیا جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

اَلَّذِیْ اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ۚ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ۚ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۚ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ (سجدہ ۲۱)

وہ ذات جس نے ہر ایک چیز کو بڑے اچھے انداز سے پیدا کیا اور شروع میں انسان کو کیچڑ (خمیر) سے بنایا پھر اس کی نسل سلالہ (مادہ) سے بنائی۔ پھر برابر کیا اس کو پھر اس میں روح پھونک دی۔ پھر تمہارے لئے آنکھیں اور کان بنائے اور دل بنایا۔ پھر بھی بہت کم لوگ ہیں جو خدا کا شکر ادا کرتے ہیں۔

وَمَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ

ہم نے تم کو نہیں پیدا کیا نہیں بھیجا مگر صرف ایک نفس سے۔ بلاشک اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ

اور اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا

ثُمَّ مِنۡ نُّطۡفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمۡ اَزۡوَاجًا (پہلے) مٹی سے پھر نطفہ سے پھر تم کو جوڑے جوڑے بنادیا (سورہ فاطر)

ان آیات سے پتہ چلتا ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ بزرگی اور عزت اگر دی گئی ہے تو وہ انسان کو ہی دی گئی ہے حسنِ جسمانی۔ کمال فکر، عقل اول۔ شعور کاملہ۔ حواس خمسہ ظاہرہ۔ حواس خمسہ باطنہ اور دنیا کی خلافت کا منصب۔ دنیا کی حکمرانی انسان کو ہی عطا فرمائی ہے۔ کیونکہ دنیا میں پیدا کی ہوئی چیزوں کے صحیح استعمال کی قابلیت اور کائنات کی حقیقت شناسی کا علم بھی انسان ہی کو دیا گیا ہے۔

آدم کا آغاز

اسلام کے نظریہ سے (کہ دنیا میں نسل انسانی کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی، تمام مذاہب کو اتفاق ہے۔ چنانچہ اس نسبت سے تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ خواہ وہ مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے کیوں نہ ہوں وہ رشتۂ انسانیت کے سبب ایک ہی باپ کی سب اولاد ہیں۔ قرآن پاک میں اللہ جل شانہ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بارے میں جو روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے آدم علیہ السلام کو مٹی کے خمیر سے پیدا کیا۔ جان ڈالی پھر ان کو بزرگی عطا کی اور فرشتوں کو حکم دیا کہ اب تم سب آدمؑ کو سجدہ (سجدۂ ادب) کرو۔ تمام فرشتوں نے تعمیل حکم کی اور حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا لیکن ابلیس (شیطان) نے آدم

علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کردیا اور یہ کہا کہ اے خدا تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے۔ آدم کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔ اس لیے میں سجدہ نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو اس نافرمانی کے جرم میں ہمیشہ ہمیشہ کے مردود کردیا ۔

تکبّر عزازیل را خوار کرد　　بزندان لعنت گرفتار کرد

مٹی کے کرشمے

یہ بات تو ازل سے ہی علم الٰہی میں تھی کہ یہ خاک کا پتلا (انسان) کتنی اولوالعزم مخلوق بنائی جائے گی۔ پوری دنیا کا نظام انسان ہی کے سپرد کردیا جائے گا۔ انسانی نسل میں بڑے بڑے انبیاء۔ رسول۔ اولیاء اللہ۔ علما۔ حکما۔ فلاسفہ، سائنسداں۔ سلاطین۔ ادیب پیدا ہوں گے جن کے درس سے اور علمی قابلیت سے دنیا کو بہت فیض پہنچے گا اور آنے والے زمانہ میں اس انسان کو وہ عروج، مرتبے حاصل ہوگے کہ پوری خدائی کو اس پر فخر ہوگا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا اور آئندہ جو کچھ ہوگا اُسی کے منشا کے بپیش نظر ہوگا۔ دنیا میں یہ سارے کرشمے مٹی کے پتلے کے ہیں۔

آدم کی تاریخ کیا ہے؟

حضرت آدم علیہ السلام کس دن کس تاریخ کو پیدا ہوئے؛ یا یہ کہ نسل انسانی کی ابتدا کب سے ہوئی؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ تمام تاریخیں دن و تاریخ اور بالکل صحیح زمانہ بتانے میں

خاموش ہیں کیونکہ انسان کی پیدائش کا زمانہ تاریخی اعتبار سے اتنا قدیم ہے کہ اس کے بارے میں اندازے اور تخمینے کے علاوہ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ البتہ اس سلسلے میں مذہبی تذکروں سے اور انبیاء کے اقوال سے یا قرآن حکیم کے ذریعے جو کچھ پتہ چلتا ہے وہ ایک تاریخ ہے۔

ویسے کرۂ ارض کے قدیم وجود کے مقابلہ پر نوعِ انسانی کی تاریخ بہت مختصر شمار کی جاتی ہے۔

کرۂ ارض (یعنی زمین) کائنات کی اس وسیع لبساط پر ایک ذرّہ کی برابر ہے۔ اسی طرح نسل انسانی کی حیثیت تمام کائنات کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے سمندر میں پانی کے چند قطرے۔

یہ آفتاب جو آپ کے اور ہمارے سر پر ہے اننی کھرب سال سے موجود ہے اور یہ برابر اللہ کے حکم کے مطابق اس کائنات کو اپنی روشنی سے روشن کر رہا ہے۔ پھر بہت عرصہ بعد زمین وجود میں آئی۔

زمین: یہ زمین جس پر آپ اور ہم رہتے ہیں۔ دو ارب سال سے ہے

جاندار مخلوق: اس زمین میں جاندار مخلوق کا وجود تقریباً تین کروڑ سال سے ہوا ہے۔

انسان یا آدم کا وجود: اس زمین پر انسان کا وجود تقریباً پندرہ یا بیس ہزار سال سے ہوا ہے۔

اب آپ سوچیے کہ انسان کو معلومات فراہم کرنے اور تاریخ دانی کی صلاحیت حاصل کرنے میں کتنا عرصہ لگا ہوگا۔

ایسی صورت میں انسان نے جو بھی تاریخ لکھی وہ اپنی محدود معلومات اور محدود علم کے دائرے میں لکھی۔ انسان اپنے پیدا ہونے سے کروڑوں برس پہلے کی تاریخ کیسے لکھتا۔ یہ تو ناممکن تھا۔ انسان تاریخ کا شعور حاصل کرنے کے بعد جس حد تک معلومات فراہم کیں اور ان کو تاریخ کی شکل دی۔ یہ بہت بڑا کام ہے۔ دراصل انسانی وجود اس دنیا میں معمولی یا درمیانی درجہ کا وجود شمار کیا جاتا ہے۔

اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے ہر ایک، باشعور اور حق پسند انسان یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ کھربوں سال پہلے کی دنیا۔ اس کا طویل ماضی، اس کا غیر تمنا ہی مستقبل، اس کی بے کراں وسعت کا علم انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ ہاں اس سلسلے میں اللہ تعالےٰ نے قرآن پاک میں جو کچھ فرمایا ہے وہ ہی قابل تسلیم ہے کیونکہ خدا تعالیٰ ہی کائنات کا خالق ہے۔

تثلیث کے قائل نے خدا کو کہا ایک
تھی سوئی تین پر ہیبت سے بجا ایک

علم اور انسان

اللہ تعالیٰ نے انسان میں جتنی صلاحیتیں پیدا کی ہیں وہ سب کی سب نظام قدرت کے مطابق اپنے اپنے وقت پر سلسلہ بسلسلہ پیدا ہوئی ہیں ۔

حیوانات کے مقابلہ پر انسان کی نسل کو بعض منزلوں میں اتنا مجبور رکھا ہے کہ ارذلِ مخلوقات کے سامنے انسان کا شیر خوار بچہ (جو اشرف المخلوقات ہے) ناکارہ و مجبور معلوم ہوتا ہے۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ جانور کا بچہ پیدا ہوتے ہی کھانے پینے لگتا ہے۔ دشمن کو پہچان جاتا ہے۔ دشمن کو دیکھ کر خود بخود اپنے ماں باپ کی پناہ میں چھپ جاتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس انسان کے پیدا شدہ بچے کو دیکھیے کہ وہ کئی سال تک اپنے آپ کھانے پینے کے لائق نہیں ہوتا۔ بھوک کے وقت پڑا روتا رہتا ہے۔ اس کو دوست دشمن کی کوئی شناخت نہیں، اتنا معصوم ہوتا ہے کہ اس کے آگے آگ ڈال دو اس سے کھیلے گا۔ سانپ ڈال دو اس سے کھیلے گا۔ مرغی کا بچہ انڈے سے باہر آتے ہی دانہ چگنے لگتا ہے۔ اگر چیل آجاتی ہے تو دوڑ کر مرغی کے پروں میں چھپ جاتا ہے۔ اللہ کی قدرت کا اسی جگہ مشاہدہ کیجیے کہ وہ کتنا بڑا سائنسدان ہے جس نے مخلوقات کو پیدا کرتے وقت ان کی پرورش کے وسائل کو بھی سامنے رکھا۔ جانوروں کی اولاد میں کھانے پینے کا شعور، چلنے پھرنے کا شعور، دوست دشمن کا شعور فطری تقاضہ بنا دیا ہے۔

لیکن انسان کی نسل میں عقل و شعور کے درجات بنائے ہیں ان میں بعض درجات علم و عقل کے کسبی ہیں جن کا تعلق عمر کے لحاظ سے رکھا گیا ہے۔ انسان کے بچہ کا وہ زمانہ جو شیر خوارگی (دودھ پینے)

کا ہوتا ہے اس زمانہ میں بچے کے ماں باپ کو بچہ کا کفیل بنایا ہے تاکہ وہ بچہ کی خواہشات کو پورا کریں اور اس کی پرورش کے جملہ فرائض انجام دیں۔ دوسری جانب بچہ کی جملہ کائنات اس کے ماں باپ کو بنا دیا ہے۔ کیونکہ بچہ ہر معاملہ میں اپنے ماں باپ کی شفقت۔ رحم دلی اور ان کی محبت کا محتاج ہے۔ ماں باپ کی ماہتا ہی بچہ کی صحیح پرورش کا ذریعہ بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شیر خوار بچہ کو ابتدائی علم سکھانے کے لئے اس کے ماں باپ کو منتخب کیا ہے تاکہ بچے کی بنیادی تعلیم پیار و محبت کے سائے میں ہو سکے۔

چنانچہ چھوٹے بچوں کو علم سکھانے کا سب سے بہتر طریقہ (میتھڈ) یہی ہے کہ اس کو ماں باپ کی طرح ہر ہر چیز کا نام بتا کر علم سکھایا جائے۔

انسان کے علم کے دو درجات ہیں۔ پہلا درجہ ماں باپ کی گود دوسرا درجہ مکتب ہیں۔ اساتذہ حضرات ہیں۔ اگر ماں باپ کے ماحول میں اور مکتب کے ماحول میں بچوں کو تعلیم و تربیت اچھی مل جائے تو پھر وہ بچے اپنے خاندان اپنے ملک اپنے وطن کے قابل فخر شخصیت ہو سکتے ہیں

سوال: یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ بچہ کے اول معلم تو ماں باپ ہوئے۔ مگر جب حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تھے تو ان کے والدین موجود نہ تھے۔ ان کو علمِ اوّل کس نے سکھایا؟

جواب: ان کا معلم اول اللہ تعالیٰ ہے

علم کی ابتدا

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ — اللہ تعالیٰ نے انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

مذکور سوال کا جواب اس آیت مقدسہ کی روشنی میں پیش کیا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو آدمؑ کی شکل میں پیدا کیا تو حضرت آدم علیہ السلام کچھ نہیں جانتے تھے۔ خدا تعالیٰ جل شانہ نے ان کو دنیا کی ان چیزوں کا علم عطا فرمایا جو انسان کے استعمال میں آنے والی تھیں اور اللہ جل مجدہٗ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو علم اول عطا کیا تو ان چیزوں کے سلسلہ میں فرشتوں سے بھی معلوم کیا (کہ کیا تم جانتے ہو؟) انہوں نے فرمایا جی نہیں۔ ہم تو صرف اتنا جانتے ہیں جتنا آپ نے ہم کو بتایا۔ اس مضمون کو قرآن میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْبِئُوْنِيْ بِاَسْمَاءِ هٰٓؤُلَاءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ

اور (اللہ تعالیٰ) نے سکھایا آدم کو تمام چیزوں کا علم پھر ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا کہ ان کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو۔ فرشتوں نے کہا کہ اے پاک ذات ہمکو اتنا علم نہیں ہے مگر وہ کہ جو آپ نے ہمکو بتایا ہے۔ آپ جاننے والے اور

الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ○ حکمت والے ہیں۔

وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ

اور تیرا رب سب سے زیادہ اکرام کرنے والا ہے کہ اس نے انسان کو قلم کا علم دیا اور انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

مذکورہ آیات کی تفسیر سے ظاہر ہے کہ حضرت حق تعالیٰ مجدہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سب سے پہلے ان چیزوں کا علم (یعنی نام وغیرہ) عطا فرما دیا۔ پھر اشارات کے ذریعہ قریب و دُور کی آواز کو وضع کیا۔ اسمائے اشارات بنے۔ یہی وہ علم ہے۔ جس کو علم "لدُنی" کہتے ہیں (یعنی وہ علم جو عالم بالا سے انسان کے ذہن پر نازل ہوتا ہے) اس علم سے مراد یہاں فطری اور روحانی علم کے علاوہ مادّی اور کسبی علم بھی ہے۔ یہ تو خدائے تعالیٰ کی جانب سے ابتدائی علم تھا جس کے متعلق قرآن کی آیات بینات میں بھی اشارہ ہے مگر اسی علم اول سے بہت سے علوم وجود میں آئے۔ اگرچہ علم انسانی کے بارے میں بہت سی تاویلات ہیں۔ لیکن بعض ان میں سے حقیقت سے خالی ہیں اور بعض محض خودستائی پر مبنی ہیں اصل بات یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کو اوّل علم خدا نے بخشا ہے۔ اور علم کے ساتھ ساتھ انسان کو عقل و شعور کی جو دولت عطا فرمائی وہ بھی اللہ کا بہت بڑا احسان ہے۔ اگر اشاعت علم کا سلسلہ اللہ کی جانب سے نہ ہوتا تو پھر یہ مخلوق خلیفۃ الارض اور اشرف المخلوقات

کیسے ہوتی ۔ خدا نے اس کو علم دیا ۔ پھر دنیا کے گوشے گوشے میں نسل انسانی کو پھیلا دیا اور قریے، بستیاں، شہر گاؤں ۔ جزیرے سب جگہ انسانی آبادیاں ہو گئیں ۔ ان کے سماجی اصول، زبان و کلچر آبادیوں کے لحاظ سے مختلف ہوتے گئے ۔

لیکن انسانیت کے اعتبار سے فطری تقاضہ اور فطری مانگیں ملتی جلتی ہیں ۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خالقِ مطلق نے انسان میں فطری تقاضوں کا معیار یکساں رکھا ہے اور قدرت نے جنسیاتی رشتوں میں ایسی شناخت پیدا کر دی جس کے سبب مخلوقات کا رابطہ قائم رہے ۔ یہ سب کچھ خدا کی جانب سے بڑے اچھے اصولوں اور ضابطوں کے ماتحت کیا گیا ۔ غور و فکر کا مقام تو یہ ہے کہ ایک جماعت مشرق سے چل کر مغرب میں آباد ہوتی ہے تو اس کے سفر کی تمام سہولتیں قدرت کی جانب سے مہیا ہوتی ہیں ۔ وہ مسافروں کی جماعت اجنبی زمین پر قیام کرتی ہے وہیں اس کے لئے نہریں، دریا، چرند پرند پیدا ہو جاتے ہیں ۔ قدرت کے اس مکمل نظامِ کائنات کو بقول سائنسداں حضرات اتفاقی وجود کیسے کہا جا سکتا ہے ۔

کائنات کی پیدائش میں شروع سے لے کر اب تک ایک نظام ہے ۔ ضابطہ ہے ۔ مقاصدِ زندگی کا مکمل دستور ہے ۔ عدالت ہے شجاعت ہے ۔ حکمت ہے ۔ عفّت ہے ۔ علم ہے ۔ شعور ہے گویا ایک حسین ترین تربیت ہے ۔ دنیا میں اگر قوموں کے مسائل ہیں تو قدرت

کی طرف ہے ان مسائل کے حل کرنے کے لئے وسائل بھی ہیں۔ خدائے دوجہاں نے انسان کی پیدائش کو جو حسنِ ترتیب عطا فرمایا ہے، قرآن میں اس کو اس طرح بیان کیا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ○	اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تمکو ایک جان سے پیدا کیا اور پھر اس سے جوڑے جوڑے پیدا کئے اور ان جوڑوں کو پھیلادیا مرد اور عورتوں کی تعداد میں۔ اللہ سے ڈرو جو تم سے رحم کے بارے میں سوال کرے گا بلاشک اللہ تم پر نگہبان ہے۔

ایک اور جگہ قرآن میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

کیا ان کو تم بھلادو گے؟

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ○ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ○ وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ○ وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ	اللہ رحمٰن ہے، اس نے قرآن پاک سکھایا (اسی نے) انسان کو پیدا کیا بات کرنا سکھایا سورج اور چاند ایک حساب میں ستارے اور درخت سب اُسی کو سجدہ کرتے ہیں اس نے آسمانوں کو بلند کیا اور ترازو قائم

الْمِیْزَانَ اَلَّا تَطْغَوْا فِی الْمِیْزَانِ ۝ وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ ۝ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۝ فِیْهَا فَاکِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَکْمَامِ ۝ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّیْحَانُ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۝ (سورہ رحمٰن)	کی۔ ہرگز زیادتی نہ کرو۔ ترازو میں۔ سچی تول تولو وزن مت گھٹاؤ۔ اس نے زمین کو خلق کے لئے بنایا ہے۔ اس میں میوے کھجوریں غلاف دار پیدا کی ہیں۔ اناج بھوسں والا۔ پھول خوشبو والے پیدا کئے۔ بس تم کس کس چیز کو جھٹلاؤ گے

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جن چیزوں کی طرف متوجہ کیا ہے وہ اس کی قدرتی نشانیاں ہیں اور اس بات کا کھلا ثبوت ہیں کہ یہ خود بخود پیدا نہیں ہوئیں اور نا ہی ان کا وجود اتفاقی ہے بلکہ ان کو رحمٰن (اللہ) نے وجود بخشا ہے۔ آخر کس کس بات کو تم جھوٹا کہو گے۔ کیا اپنے وجود اپنی پیدائش۔ اپنے عقل و شعور کو بھی جھٹلاؤ گے۔

انسانی پیدائش اور اللہ کی حکمت

کیا کبھی فرصت پاکر اس بات کو سوچا کہ اس کائنات کے پیدا کرنے میں خدا کی کیا حکمت ہے؟ کیا کبھی اس پر غور کیا کہ انسان کو کس لئے پیدا کیا؟ اگر ایسا نہیں تو انسان یقیناً

غیر انسانی اصولوں پر گامزن ہے۔

انسان کو پہلے کیا کرنا چاہیئے تھا اور کیا کر رہا ہے۔ یہ تعجب کی بات ہے۔ جس مخلوق کو اللہ نے دنیا پر حکمرانی کے لئے بھیجا تھا اس نے دنیا کی حکمرانی، دنیا کی خلافت کے فرائض تو چھوڑ دیے۔ چاند اور ستاروں کی تلاش میں سرگرداں ہوگیا۔ ہوسکتا ہے کہ فی الوقت یہ عمل کوئی اچھا فوٹو نظر آرہا ہو اور قوم کو اس اقدام میں ترقیات کے نقوش نظر آرہے ہوں لیکن اس بات کو کبھی نہ بھلانا چاہیئے کہ اصول اور راستوں سے ہٹ کر تیز رفتار چلنے والی سواریاں ٹکرا جاتی ہیں۔ منزل پر پہنچنے سے قبل فنا ہو جاتی ہیں۔ آج حکومتوں کا بڑا سرمایہ چاند اور خلائی تحقیقات پر صرف ہو رہا ہے۔ ایٹمی تجربات پر صرف ہو رہا ہے۔ جنگی تیاریوں پر خرچ ہو رہا ہے لیکن عوام غریب رعایا غربت و افلاس کا شکار ہے۔ انسانوں کی زندگی تنگ ہے۔ ضروریات کی چیزیں نا پید ہوگئیں۔ مادّی ترقیات کے لئے انسانی ضروریات کا گلا گھونٹا جا رہا ہے۔ انسانیت سوز حرکتوں کا یہ عالم ہے کہ ایک آدمی سے انتقام لینے کے لئے پورے جہاز کو اور جہاز کے مسافروں کو بموں سے اڑا دیا جاتا ہے۔ سینکڑوں جانیں ختم کی جاتی ہیں غریبوں کے مال لوٹے جاتے ہیں۔

کیا یہ ترقی ہے؟ پہلے نیچے زمین پر رہنے کے فرائض پورے کر لو پھر اوپر چاند پر چلے جانا۔ پہلے اپنی حقیقت کو جان لو پھر

ذرات کے سینوں کو چیرتے رہنا۔

میرے باشعور انسان بھائیوں اللہ تعالیٰ نے جس حکمت کے پیش نظر آپ کو پیدا کیا ہے اسی حکمت سے اپنی زندگی گذارنے کی کوشش کیجئے۔ ہم کو یہ سوچنا چاہیئے کہ ہم زندگی کے ان بیش قیمت اوقات میں کیا کریں۔ دراصل ان باتوں کی طرف انسان کو مذہبی تعلیمات نے لگایا تھا اور اس کو دین و دنیا دونوں کا سبق سکھایا تھا مگر آج پڑھا لکھا طبقہ مذہب کی باتوں کو ماننے سے انکار کرتا ہے جبکہ اس کو قدم قدم پر مذہب کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ پھر بھی وہ مذہب کی باتوں کو دل سے ماننے کے لئے تیار نہیں حالانکہ مذہب کا تعلق زندگی کے ہر شعبہ سے ہے مذہب کے معنی راستہ کے ہیں۔ اسلام نے اور اسلام کے علاوہ دوسرے اچھے مذاہب نے، ان کے رسولوں نے، علماء نے، رشی منیوں نے انسان کو اللہ تعالیٰ کی حکمت سے روشناس کرایا ہے کہ انسان پہلے دنیا میں رہنے کے صحیح حقوق پورے کرے۔ امن و انصاف اصول و معاملہ داری کے ساتھ زندگی گزارے۔ اپنے فرائض پورے کرے۔ پھر ماسوا اس کے دوسری ترقیات بھی حاصل کرے، کوئی مضائقہ نہیں۔

مذاہب سے انکار کرنے والے یہ بتائیں کہ کیا چلنے کے لئے سڑکیں بنانا۔ سڑکوں پر اصول سے چلنا۔ سمندروں میں سفر کے لئے سمتیں مقرر کرنا۔ ہوائی سفر کے لئے قطب نما بنانا۔ کھانے پینے کے

اصول مقرر کرنا، یہ مذہب نہیں ہے۔ اگر مذہب کو نہیں مانتے تو پھر سڑکوں پر چلنا بھی ختم کیا جائے، مکانوں کی چھتوں کو رہ گزر بنایا جائے اور پکا کر کھانے کی بجائے کچا کھایا جائے کیونکہ پکا کر کھانے کا اصول تو مذہب کی ایجاد ہے، کپڑے بنا کر پہننا، تن ڈھکنا مذاہب کی تعلیم ہے حقیقت یہ ہے کہ ہم حق شناسی کے اصول کو مٹا رہے ہیں۔ علم کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم حق شناسی کا پہلو اختیار کر کے اللہ کی حکمت کا راز معلوم کریں۔ اب آپ سائنس کے انداز میں اللہ کی حکمتوں کا جائزہ لیجیے اور ایک نظر انسان کے جسم پر ہی پہلے ڈالیے

انسانی ہڈیاں اور حکمت
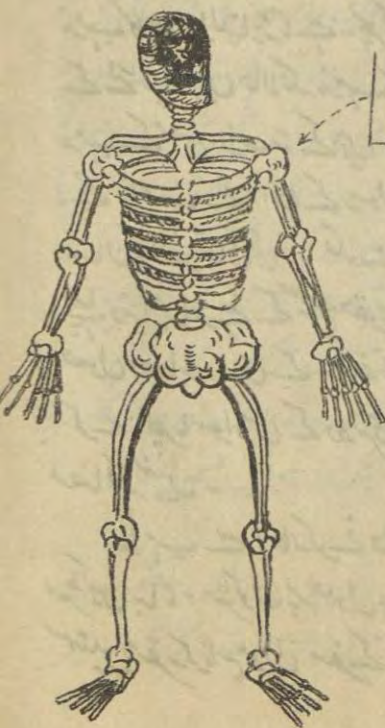
اب آپ سائنس کی لیبارٹریز دتجربہ گاہ میں جا کر انسانی مردہ ہڈیوں کے ڈھانچے کو دیکھیے اور یہ غور کیجیے کہ یہی وہ انسان ہے جو زندگی میں حکمراں تھا۔ اب یہ مردہ ہڈیوں کا ڈھانچہ ہے۔ اس میں غور سے دیکھئے کہ کس قدر جوڑ اور ٹکڑے ہیں۔ حکما کے فرمانے کے مطابق اس میں

۳۶۰ جوڑ ہیں یہ تمام پٹھوں سے مربوط ہیں۔ زندگی میں ان کا نظام حرکت کیا تھا؟ یہ ہے قدرت کا سائنس۔ ان جوڑوں کے مسلسل چلتا رہنے کیلئے قدرت نے کونسا آئل سسٹم قائم کیا ہوا تھا اور وہ کونسی رطوبت تھی جو جوڑوں میں تری رکھتی تھی۔ پھر آپ ہڈیوں کی زندگی پر غور کیجیے۔ دماغ کے جوڑ دماغ کے حصوں پر غور کیجیے۔ پھر آپ اس ڈھانچے کے چہرہ کو غور سے دیکھیے جس میں آنکھ۔ ناک۔ کان۔ منہ کے گڑھے نظر آرہے ہیں۔ زندگی کے دوران میں قدرت کے سائنس نے دیکھنے کے لئے آنکھوں کے دو کیمرے فٹ کئے ہوئے تھے۔ سننے کے لئے کانوں کے دو وائرلیس قائم کئے ہوئے تھے۔ بولنے کے لئے زبان کی ایک تان مقرر تھی۔ سونگھنے کے لئے ناک میں دو غدود نصب تھے۔ اتنے حصہ میں یہ تمام آلات نہایت صحیح کام کرتے تھے اور کتنا خوبصورت نظام تھا۔ آج یہ بے جان صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ ڈراؤنی صورت آپ کے سامنے ہے۔ کیا تھا اور کیا ہوگیا۔ اسلامی سائنس انہی دو باتوں پر اپنی ریسرچ کرتا رہا ہے۔ ابھی آپ اس ڈھانچے سے ڈریئے نہیں۔ یہ دن سب کے لئے آنا ہے۔ یہی آپ کا اہم سبق ہے۔ غور سے ایک ہڈی کو اس کی بناوٹ کو، اس کے جوڑ کی کاریگری کو دیکھئے اور اس سے حکمت حاصل کیجیے۔

یہی وہ مقام عبرت ہے جو طبی معلومات کے ساتھ جسم انسانی کا ڈھانچہ دیکھنے والے کو آگاہی پیش کرتا ہے کہ درحقیقت انسان کی حقیقت

صرف اتنی ہے۔ انسان کی زندگی بے بھروسہ ہے پھر بھی اس کے تکبّر و غرور کا یہ عالم ہے کہ خود انسان اپنے انجام سے بے خبر ہے۔

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں

ہڈیوں کے اس ڈھانچے میں اسلامی سائنس کی روشنی میں دو باتیں بہت اہم ہیں۔ جن کو جاننا ضروری ہے۔

۱۔ پہلی بات:۔ ہڈیاں کس مادہ سے بنی ہیں۔ ان ہڈیوں کی تعمیر اور نشوونما کس طرح ہوئی کس کارخانہ میں بنائی گئیں۔ کن اوزاروں سے بنائی گئیں۔ کس سائنسداں نے بنائیں۔ جب یہ پیدا ہوا تھا بہت چھوٹا سا جسم تھا بہت نرم تھا۔ اب یہ اتنا بڑا کیسے ہوا۔ کن راستوں سے ان ہڈیوں کو غذا ملی۔ ان تمام باتوں کی تحقیقات کرتے چلے جائیے۔ آخر میں آپ حیران رہ جائیں گے اور یہ سب رازِ قدرت کا حیرت انگیز کرشمہ نظر آئے گا۔ ان ہڈیوں کا بنانے والا کوئی دنیاوی سائنسداں نہ ہوگا۔ پھر وہ کونسی ذات ہے جس نے اپنے سائنس کے یہ کرشمے دکھائے ہیں؟

اسلام نے اسی ذاتِ لاشریک کا تعارف کرایا ہے۔ لیجئے اب آپ غور فرمایئے کہ خدا نے کس ترتیب سے انسان کو بنایا ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ج ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝	ہم نے انسان کو مٹی کے خمیر سے بنایا ہے پھر ہم نے معینہ مدت تک نطفہ سے بنایا۔ ایک مخصوص مقام میں۔ پھر

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۝ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ۝

(قد افلح ۱۸)

ہم نے اس نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنایا۔ پھر ہم نے خون کے لوتھڑے کو گوشت کی بوٹی بنایا۔ پھر ہم نے گوشت میں ہڈیاں بنائیں۔ پھر ہم نے ہڈیوں پر گوشت (اور کھال) چڑھائی پھر ہم نے انسان کو دوسری طرح کی مخلوق بنا دیا۔ کتنی شان والا ہے اور جو سب صناعوں سے افضل ہے۔

دیکھئے پیدا کرنے والے نے آپ کو انسان کی پیدائش کا پورا فارمولا بتا دیا۔ اس کے باوجود بھی کوئی سائنس داں انسان کو نہیں بنا سکا اور نہ ہی کسی نے خدا کی طرح انسان کے بنانے کا اتنا ٹھوس دعویٰ کیا ہے۔ ظاہر ہے جب خدا کے سوا انسان کا دوسرا خالق نہیں تو پھر انسان اپنے سچے خالق کی دعوت حق کو کیوں نہیں قبول کر لیتا صرف اسی پیغام کو اسلام پیش کرتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے۔

(۲) ہر وہ چیز جو پورے اہتمام سے اور کسی مقصد کے ماتحت بنائی جاتی ہے۔ اس چیز کے آغاز اور انجام پر بھی نظر رکھی جاتی ہے اگر کسی چیز کا وجود آغاز کے اعتبار سے دنیا کے لئے مفید ہے تو اس سے اہل دنیا کو باخبر کر دیا جاتا ہے۔

اسلام نے بھی اللہ کے فرمان کے مطابق دنیا کے آغاز و انجام

مخلوقات کی موت وحیات اور اس سے پیدا شدہ حالات سے دنیا والوں کو آگاہ کر دیا ہے۔ اس کے سمجھنے کے لئے آپ کو اسلام کے قریب آنا اسلام کی تعلیمات حاصل کرنا ضروری ہے تاکہ آپ دُنیا و مافیہا کی حقیقت جان سکیں۔ یہی وہ دو باتیں ہیں۔ (کیا تھا کیا ہوگیا) جو حریم ناز کا پردہ بنی ہوئی ہیں۔ اگر یہ انسان اس پردۂ ناز کو اٹھا کر خدا کے راز کو دیکھے تو سب سے پہلے اس کو اپنی فانی حقیقت کا پتہ چلے گا۔ جب ایک انسان اپنی ذات کو فانی سمجھے گا تو ساری دُنیا اس کی نظر میں فانی ہی نظر آئیگی جب کوئی انسان تحقیقات کے طور پر کسی مُردہ انسان کی ہڈیوں کے ڈھانچے کو دیکھے گا تو بے ساختہ اس کی زبان سے یہی نکلے گا۔ ہائے کیا تھا اور کیا ہوگیا۔ ایک مفکر انسان نے اس عبرتناک پہلو کو کتنے اچھے انداز میں پیش کیا ہے ؎

ایک روز پاؤں کاسۂ سر پر جو جا پڑا
یک سر وہ استخوانِ شکستہ سے چور تھا
کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہ بے خبر
میں بھی کبھی کسی کا سرِ پُر غرور تھا

یہی مقام عبرت ہے۔

مردہ جسم اور عبرت

آپ ایک سائنسداں کی حیثیت سے کسی انسان کے مردہ جسم کے پاس کھڑے ہو جائیے۔ بالکل خوف نہ کیجئے۔ یہ اب بے جان ہے، جیسا کہ ایک مُردہ

مینڈک آپ نے تجربات کے لئے بلاخوف اپنے پاس رکھا ہوا ہے۔ انسان بھی مر جانے کے بعد نہ کسی کو پکڑتا ہے، نہ ہی دیکھ سکتا ہے اور نہ سنتا ہے، آپ کی ریسرچ کے لئے قدرت کے عجائب خانہ کا یہ دوسرا آئٹم ہے۔ اس مقام پر آپ کو یہ سوچنا ہے کہ انسان کی ہڈیوں کے ڈھانچے پر منڈھا ہوا یہ گوشت جو اس وقت (موت کے سبب) بالکل ٹھنڈا پڑا ہے۔ یہ کیسے ٹھنڈا ہو گیا؟ زندگی میں اس کے جسم میں ۹۸ - ۹، ڈگری حرارت مستقل رہتی تھی اور جسم کی پوری مشین برابر کام کرتی رہتی تھی۔ وہ حرارت کس چیز سے تھی؟ اس بات کے جان لیتے ہی زندگی کا معمہ فوراً ذہن میں آجائے گا۔ وہ معمہ رُوح (آتما) کا ہے۔

روح۔ آتما

تمام جانداروں کو زندہ رکھنے والی جو چیز ہے وہ روح ہے۔ مسلمان اس کو رُوح کہتے ہیں اور ہندو اس کو آتما کہتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ وہ رُوح یا آتما کیا چیز ہے؟ کہ جب تک جسم میں وہ رہتی ہے انسان زندہ رہتا ہے اور جب نکل جاتی ہے جسم مردہ ہو جاتا ہے۔ رُوح کے بارے میں اطبا۔ فلاسفہ۔ علماء نے بہت کچھ لکھا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ رُوح ایک گیس کی مانند ہے اور یہ ایک انسان کے جسم سے نکل کر دوسرے انسان کے جسم میں داخل ہو جاتا ہے۔ اگر روح گیس ہے یا ایسی کوئی چیز ہے جو ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل ہو جاتی ہے تو پھر اس کو شیشہ کی بوتل میں سائنس کی مدد سے کیوں نہیں رکھ لیا جاتا ایسا کرنے سے تو

بڑے فائدے ہو سکتے ہیں۔ مردہ انسان دوبارہ زندہ ہو سکتا ہے۔ اچھے لوگوں کی رُوح اچھے لوگوں میں آپ ہی ڈال سکتے ہیں اور جب رُوح محدود چیز ہے تو دُنیا میں آبادی کیوں بڑھ رہی ہے۔ جتنے جاندار بیس ہزار پہلے تھے اتنے ہی آج بھی ہونے چاہئیں۔

فیملی پلاننگ اور رُوح

اگر آپ کی نگاہوں میں رُوح ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل ہوتی رہتی ہے تو حضرات گرامی پھر کروڑوں روپیہ فیملی پلاننگ پر خرچ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ پھر ایسا کرنا چاہیئے کہ ایک شیشہ کے آہنی بکس میں سب مرنے والوں کی روحوں کو بند کر دیجیے بس جتنے آدمی پیدا کرنے ہوں صرف ان کی روحوں کو چھوڑا جائے باقیوں کو شہر بدر کر کے کسی پڑوسی ملک کے سپرد کر دیا جائے۔

اسلام اور رُوح

مذہب اسلام میں رُوح اللہ کا وہ حکم ہے جو انسان کے اختلاطِ حیوانی کو حرکت میں لانے کے لئے حکمی کام کرتا ہے۔ پس جب تک اللہ کا حکم کسی کی زندگی کے لئے وہ زندہ رہے گا۔ جب اس کا حکم موت کے لئے ہو گا وہ چیز مر جائے گی۔ چنانچہ اللہ کے حکم کی کوئی تعداد نہیں۔ وہ جتنی مخلوق پیدا کرنا چاہیں گے پیدا کریں گے۔ ان کو منع کرنے والا کوئی نہیں۔

قرآن کریم کی روشنی میں روح کی تعریف یہ ہے کہ اے نبی

لوگ تم سے روح کے بارے میں سوال کریں گے تو تم ان سے کہدو
کہ رُوح اللہ کا حکم ہے (ماں کے پیٹ میں جب بچہ کا قالب پانچ
ماہ کا ہو جاتا ہے تو اللہ کے حکم سے بچہ میں زندگی پیدا ہو جاتی ہے
اور موت آنے سے قبل تک یہ زندگی رہتی ہے۔ جب موت کا حکم
صادر ہوتا ہے تو زندگی کا حکم ختم ہو جاتا ہے اور جسم کی حرارت وغیرہ
سب تختہ بند تن (جسم) سے نکل جاتی ہے۔ گویا روح ایک حقیقت
ہے وہ حقیقت الٰہی میں مل جاتی ہے ؎

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہور ترتیب
موت کیا ہے انہیں اجزا کا پریشاں ہونا

زندہ جسم اور حرکت

انسان کے زندہ جسم کو اپنے سامنے
رکھئے اور اس کے جسم کے اعضا
کے تناسب، اس کے حُسن وجمال، اس کے عقل وشعور اور اس کے
حیرت انگیز کارناموں کو سامنے رکھئے۔ آپ کے سامنے یہ جسم
انسانی قدرت کے عجائب خانہ کا تیسرا آئٹم ہے۔ اس مقام پر
ہم اللہ تعالیٰ کے سائنس اور اس کی حکمت بالغہ کی چند ایسی مثالیں
پیش کر رہے ہیں جو علم تحقیقات کا نہایت اہم سبجیکٹ (موضوع) ہے
اگرچہ اہلِ علم حضرات کی ان باتوں پر بہت کم نظر پڑتی ہے انسان کا
جسم، اس کے جسم کے بال، رونگٹے، بھویں، پلکیں ان سب میں اللہ
کی بہت بڑی حکمت ہے۔ لیجئے غور فرمایئے یہ ہے خدا کا سائنس۔

انسان کا رونگٹا

آپ نے انسان کے جسم پر باریک باریک بھورے رنگ کے بال دیکھے ہیں۔

ایک صاف جسم پر بالوں کا کیا مقصد ہے؟ اس میں خدا کی کیا حکمت ہے۔ طبی اعتبار اور سائنس کے اعتبار سے زندہ جسم پر رونگٹوں کا ہونا نہ صرف حکمت ہے بلکہ خدا کا انسان پر بہت بڑا احسان بھی ہے وہ یہ کہ انسان کے جسم میں سودا، صفرہ، بلغم، خون یہ چار خلطیں ہیں۔ ان اخلاط کے ملنے کے بعد جسم میں کچھ فاسد مادّے بھی پیدا ہوتے ہیں۔ پانی اور غذا کے ہضم ہونے کے بعد کچھ تیزابی رطوبت پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ ان بے شمار رونگٹوں کی جڑوں میں سے جلد کے راستے اس فاسد مادّے کو خارج کر دیتا ہے جس کو آپ پسینہ کہتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ جسم پر رونگٹے پیدا نہ کرتے تو یہ فاسد مادہ جسم کے اندر رہ کر بہت نقصان پہنچاتا۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ جس شخص کے جسم سے پسینہ خارج نہیں ہوتا اس کو عموماً جلدی بیماریاں ہو جاتی ہیں۔ یا یہ کہ جب پسینہ اور میل جلد پر جم جاتا ہے تو گندگی کے سبب زہریلے جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں جس کے سبب خارش، اگیزیمہ، داد، چنبل، پھوڑے، پھنسی وغیرہ کا عارضہ ہو جاتا ہے۔ لہذا اس میں اللہ کی یہ حکمت ہے کہ جسم سے قدرتی تقاضہ کے مطابق پسینہ کا خارج ہونا باعث تندرستی ہے غور کیجیئے کہ انسان پر خدا کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے انسان کی

بقل کے لئے کتنا اچھا نظام بنایا ہے۔

انسانی پلکیں

آنکھوں کے پپوٹوں کے سروں پر بالوں کی قطار ہوتی ہے ان کو پلکیں کہتے ہیں۔ یہ بظاہر آنکھوں کی زینت معلوم ہوتی ہیں۔ شاعر حضرات اس کو حسین چہرے کا ایک خاص حصہ قرار دیتے ہیں لیکن حکمت کے نظریہ سے دیکھئے تو آپ کو عجیب اللہ کا سائنس نظر آئے گا۔

دراصل اللہ نے آنکھوں کی حفاظت کے لئے ان کو خود آلۂ کار بنا دیا ہے کہ جوں ہی آنکھ میں کوئی باریک پھونسڑا آئے یا ذرہ آئے پلکیں خود بخود بچ جاتی ہیں۔

آپ ایک مکھی کو دیکھئے اس کی آنکھ پر پلکیں نہیں ہوتیں۔ وہ ہر وقت اپنے ہاتھوں سے آنکھوں کو صاف کرتی رہتی ہے۔ اگر انسان کی آنکھوں پر پلکیں نہ ہوتیں تو یہ بھی دن رات آنکھیں صاف کرتا رہتا یہ اللہ کا کتنا بڑا احسان ہے۔

انسان کا دماغ اور دماغ کے حصے

چند ہڈیوں سے جوڑا ہوا دماغ کا الٹا پیالہ جس میں سفید گودے کی چند پوٹلیاں باریک باریک نسوں کا جال صرف یہ ہے۔ لیکن خدا نے انسان کی اس کھوپڑی کو کتنا کمال بخشا ہے کہ آج انسان کے دماغ کے کمالات پوری دنیا میں قابل تعریف ہیں۔ انسان کے دماغ کی حقیقت کیا ہے۔ جدید سائنس میں

بھی اس کا ذکر ہے، اور قدیم فلسفہ میں بھی۔ پہلے آپ اسلامی فلسفہ کی روشنی میں دماغ کے حصوں کی تشریح مطالعہ فرمائیے پھر جدید سائنس نے جو تشریح بیان کی ہے وہ مطالعہ فرمائیے۔

دماغ کے حصّے دماغی قوت کے پانچ بڑے حصّے ہیں۔ قوّتِ اِدراک۔ قوتِ وہم۔ قوتِ فکر۔ قوتِ حافظہ۔ قوتِ خزانہ۔ ان قوتوں کو دماغ کی پانچ باطنی قوتیں بھی کہتے ہیں۔ ان قوتوں کے کیا کام ہیں؟ وہ ملاحظہ فرمائیے۔

قوتِ اِدراک یہ قوت دِماغ کے اوّل حِصّہ میں ہے۔ اس کا تعلق آنکھ۔ ناک۔ کان۔ زبان دل سے ہے۔ تمام سلسلے اس سے ملتے ہیں۔ اس کا کام یہ ہے کہ آنکھ سے دیکھی ہوئی تصویر۔ کان سے سنی ہوئی آواز۔ ناک سے سونگھی ہوئی باس۔ زبان سے چکھی ہوئی لذّت۔ جسم سے محسوس کئے ہوئے اثرات اور دل کی کیفیات کو شناخت کر کے دماغ کے دوسرے قوتِ وہم کے سپرد کر دیتی ہے۔

قوتِ وہم دماغ کی یہ قوت اول حصّہ سے متصل اور باریک نسوں سے مقید ہوتی ہے۔ اس کا تعلق جسم کے تمام اعصاب اور اعضائے رئیسہ سے ہوتا ہے۔ قوّتِ اِدراک جو کوئی کیفیت اُس کو پیش کرتی ہے تو یہ قوّتِ وہم ایک دم ایسی حرکت میں آتی ہے کہ تمام جسم باخبر ہو جاتا ہے۔ اگر اعضائے رئیسہ کمزور

ہوتے ہیں تو کسی رنج و غم کے واقعہ کے پیش آتے ہی تمام جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ دل گھبرا جاتا ہے۔ اس وقت پھر قوتِ ادراک کنٹرول کرتی ہے۔ بعد ازاں قوتِ وہم وہ کیفیت قوتِ فکر کو دے دیتی ہے۔

قوتِ فکر

بعض حکماء قوتِ فکر کو قوتِ خیال بھی کہتے ہیں یہ دماغ کے بیچ حصہ میں واقع ہے۔ اس کا کام بڑا اہم ہے۔ یہ قوتِ ادراک اور قوتِ وہم کی دی ہوئی رپورٹ کا تجزیہ کرتی ہے اور پوری چھان بین کر کے قوتِ فیصلہ کی طاقت پیدا کر دیتی ہے۔ یہ قوتِ فکر کبھی کبھی اپنی بلند خیالی کے سبب قوتِ ادراک کا ساتھ چھوڑ دیتی ہے اور چند منٹ مفکر انسان کے سامنے رکھی ہوئی چیز کو بھی نہیں دیکھ پاتا۔ اس قوت کے بڑے بڑے کارنامے ہیں۔ دنیا کی ایجادات علوم و فنون میں اس کا بڑا دخل ہے۔ بعد ازاں قوتِ فکر اپنی تمام دستاویزات قوتِ حافظہ کے سپرد کر دیتی ہے۔

قوتِ حافظہ

انسان کے دماغ میں یہ حصہ قوتِ فکر کے برابر ہوتا ہے۔ اس کا کام یہ ہے کہ جو کچھ قوتِ فکر اس کو دیتی ہے یا اس کو اپنی یادداشت میں رکھتا ہے گویا ایک قسم کا (ریکارڈ روم) ہے۔ یہ دماغ کے پچھلے حصہ میں ہوتا ہے اس لئے ریڑھ کی ہڈی سے اس کا تعلق ہوتا ہے۔ گردن

کے پٹھوں اور کان کی رگوں سے بھی تعلق ہوتا ہے پیٹ کی، کان کی خرابی کے سبب قوتِ حافظہ میں فرق آجاتا ہے۔ اگر کسی کے پیٹ میں کیڑے ہوتے ہیں تو اس کا حافظہ بھی کمزور ہوتا ہے۔ اس کا کام یہ ہے کہ جب کوئی پرانی بات معلوم کرنی ہوتی ہے یا کسی پرانی شکل کو پہچاننا ہوتا ہے تو پہلے قوتِ ادراک حرکت میں آتی ہے پھر قوتِ وہم حرکت میں آتی ہے۔ پھر قوتِ فکر حرکت میں آن کر قوتِ حافظہ سے جواب طلب کرتی ہے۔ قوتِ حافظہ اپنے بعد کی قوت خزانہ سے ریکارڈ طلب کر کے بتا دیتی ہے کہ یہ بات یوں تھی یا یہ شکل فلاں کی ہے فلاں جگہ دیکھی تھی۔

قوت خزانہ دماغ کے آخری حصہ میں یہ قوت ہوتی ہے۔ اس کو محافظ خانہ سمجھ لیجیے۔ حواس خمسہ ظاہری اور حواس خمسہ باطنی سب کا ریکارڈ اس کے پاس محفوظ رہتا ہے۔ اس کا بڑا عظیم اور ذمہ داری کا کام رہتا ہے۔

اب آپ غور فرمایئے کہ قدرت کی بنائی ہوئی اس دفتری مشین کا کیا کوئی مقابلہ کر سکتا ہے۔ کیا آج تک کسی سائنس داں نے برقی یا آٹمی کوئی مشین جو دماغ کی طرح سچا اور صحیح کام کرے بنائی ہے! آج دنیا میں جس قدر ترقیات ہیں وہ سب کی سب اللہ کے بنائے ہوئے اس سچا س انچ کے کارخانے (دماغ) کی ہیں۔ نہ کہ آپ کے میلوں لمبے کارخانوں کی ایجاد ہے۔ بلکہ میلوں لمبے کارخانے۔ اپالو ۱۱ - اپالو ۱۲ بنانے والے

ورکشاپ کو بنانے والا صرف یہ دماغ کا چھوٹا سا کارخانہ ہے جو اللہ نے بنایا ہے۔ آپ اپالو کی تعریف کرتے ہیں۔ شکوہ یہی تو ہے کہ اپالو کے بنانے والے کو جس نے بنایا اس کی تعریف کیوں نہیں کرتے۔

جدید سائنس اور دماغ کے حصّے

جدید سائنس نے دماغ کے بارے میں جو معلومات فراہم کی ہیں وہ نہایت اہم ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

دماغ کے کئی مختلف حصّے ہیں ان میں ہر ایک کا کام اپنی اپنی جگہ نہایت اہم اور ذمہ داری کا ہے۔

۱۔ سیریبرم:۔ دماغ کا اگلا حصّہ۔ پستانیوں کے دماغ کا یہ سب سے بڑا حصہ ہوتا ہے۔ اس سے متصل اسی کے دو واضح حصّے ہوتے ہیں نصف دایاں نصف بایاں۔ ان دونوں حصوں کے بیچ میں ایک پٹھا پل کی مانند ہوتا ہے نصف کروں کی سطح میں دماغ کے پردوں کے درمیانی نشیب میں فشریز (FISSURES.) ہوتے ہیں۔ فشروں کے اُبھار کو (CONVO LUTIONS -------) کہتے ہیں سیریبرم کے بیچ میں بھورے رنگ کا سفیدی مائل گودا ہوتا ہے۔ اسی گودے میں رگ اور پٹھوں کے خلیاتی اجسام ہوتے ہیں۔ سیریبرم کارٹیکس میں مختلف اعصابی خلیوں کی تعداد تقریباً ایک کروڑ چالیس لاکھ ہوتی ہے۔ نظام جسمانی یہ ہے کہ جسم کے بائیں طرف کے ریشے دماغ کے دائیں طرف اور جسم کے دائیں طرف کے ریشے دماغ کے بائیں جانب جاتے ہیں

اسی وجہ سے دماغ کے سیریبرم کا دایاں گوشہ جسم کے بائیں جانب کو اور بایاں گوشہ جسم کے دائیں جانب کو کنٹرول کرتا ہے۔ ہر ایک نصف کرہ کچھ مختلف گوشوں میں تقسیم ہو جاتا ہے جو فشروں کے ذریعہ ایک دوسرے سے الگ رہتے ہیں۔

بظاہر سیریبرم کے سبھی حصے ایک دوسرے کے برابر نظر آتے ہیں لیکن باطنی طور پر ان کے کام تقسیم ہوتے ہیں۔

اگر سیریبرم دماغ کے کسی حصے میں کوئی چوٹ یا غیر معمولی جھٹکہ یا بخار کی تیزی کے سبب نقص آجائے تو جسم میں ایک خاص قسم کی اعصابی بیماری پیدا ہو جاتی ہے۔

دماغ کا نقشہ

۱ ۲ ۳ ۴ ۵

CH

MO

C.B

S.C
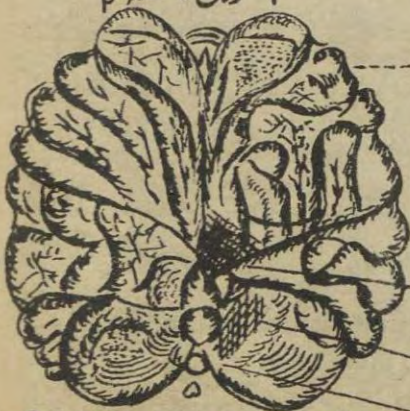
C.H. CEREBRAM HEMISPHERE.
M.O. MEDULLA OBLONGAATA.
C.B. ORAIN.
S.C. SPINAL.

(یہ صرف 45یا 50 انچ کا قدرتی کارخانہ ہے)

مثلاً پیدائش کے وقت بچہ کے دماغ کو دائی نے زور سے دبایا۔ بچہ کو زور زور سے اچھالا وہ ڈر گیا۔ بچہ کو بخار آیا سر پر ٹھنڈا پانی ڈال دیا۔ ایسی صورت میں بچوں کا ٹانگوں اور کمر کا حصہ پٹھوں کی بیماری کا شکار ہو جاتا ہے اور وہ حصہ

بے جان سا ہو جاتا ہے۔ بولنے، دیکھنے، سننے، چلنے، پھرنے میں فرق آجاتا ہے۔

۲۔سیریبلیم:۔ دماغ کا درمیانی حصہ یہ میڈلا کے پیچھے ہوتا ہے سیریبلیم حصہ جسم کے پٹھوں کی حرکات کو قابو میں رکھتا ہے۔اگر دماغ کا سیریبلیم حصہ کسی وجہ سے زخمی ہو جائے تو طویل بیہوشی اور پاگل پن پیدا ہو جاتا ہے۔سیریبلیم کو آنکھ۔ ناک۔ کان۔ اعصاب۔ جلد کی سطح سے مسلسل پیغامات ملتے ہیں۔ یہ حصہ ان کو محفوظ کرتا ہے اور پھر جواب میں پٹھوں کو ہدایات دیتا ہے تاکہ وہ اپنا کام جاری رکھیں۔

۳۔ امیڈولا ابلانگیٹا:۔ دماغ کا پچھلا حصہ۔ کمر کی ہڈی میں جو حرام مغز ہوتا ہے یہ اس سے ملا ہوتا ہے۔ یہ انسانی جسم کے بڑے بڑے کاموں کا اہم مرکز ہے (VITAL FUNCTIONS) دماغ کا یہ حصہ ہاضمہ کی نلی اور سانس کی نلی سے وابستہ ہوتا ہے۔ دل کی دھڑکن کو کنٹرول کرتا ہے۔

اس طرح دماغ کے مختلف حصے کوئی دیکھنے، کوئی سننے کوئی سونگھنے سے متعلق ہیں مفصل معلومات کے لئے ماڈرن سائنس تھاٹ کا مطالعہ فرمائیے۔ بہر صورت اس میں کسی کو شک نہیں کہ انسان کا دماغ خدا کا بنایا ہوا ہے۔

اگر ہم اس بات کو سامنے رکھیں کہ کسی عمارت کی بنیاد تو مضبوط نہ ہو اور اس پر دسیوں مالا بلڈنگ تعمیر کھڑی کرلی جائے تو یہ کس درجہ

نادانی ہوگی۔

اور اگر بنیاد کو زیادہ سے زیادہ مضبوط بنالیں تو پھر کتنی ہی اونچی عمارت تعمیر کرلی جائے کوئی خطرہ نہیں۔ بس اسلام کی تعلیم اسی فلسفہ کو پیش کرتی ہے کہ سب سے پہلے ایمان و یقین کے ساتھ عقیدہ کی بنیاد کو مضبوط بنالیا جائے۔ اس کے بعد آپ کیسا بھی علم حاصل کریں آپ کے ایمان کو خطرہ نہ ہوگا بلکہ آپ دوسروں کے لئے خود ایک سبق بن جائیں گے۔

زبان دانی اور انسان

زبان دانی یعنی گفتگو جس کے ذریعے بولنے والا، دوسروں کے سامنے اپنا مقصد و مطلب ظاہر کرسکے اس کو زبان دانی کہتے ہیں۔ یہ علم انسان کو کہاں سے ملا؟ یہ بھی ایک سوال ہے۔

آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو سب سے پہلے ضروری چیزوں کے نام بتادیئے تھے اور ان کی ادائیگی سکھادی تھی۔ اسکے بعد انسان کی نسل بڑھتی رہی حسب ضرورت الفاظ اور جملوں کی وضع ہوتی رہی لیکن زبان دانی کا صحیح اندازہ اسمائے اشارات سے ہوا ہے۔ اصول کے مطابق زبان دانی کے تین طریقے ہیں۔ آواز۔ معنی۔ جملے ترکیب الفاظ۔ جب ان تین چیزوں کی ترتیب سے زبان بن جاتی ہے تو پھر اس کی دو شکلیں ہوتی ہیں۔ ایک تحریر۔ دوسری تقریر۔

عالم حیوانات میں گفتگو کرنے (زبان دانی) کا علم اللہ تعالیٰ نے صرف انسان کو عطا فرمایا ہے۔ اس لئے انسان کو حیوان ناطق کہتے ہیں۔ کیونکہ خدا نے انسان کو نطق (بولنے) کی صلاحیت عطا فرمائی ہے۔ ویسے انسان کے علاوہ دوسرے حیوانات میں بھی قوت گویائی ہے لیکن وہ صرف آواز کے ساتھ ہے۔ معنی اور جملوں سے خالی ہے ان میں ادائیگی کی صلاحیت نہیں حیوانات صرف آواز نکالتے ہیں یا کسی دوسرے کی آواز کی نقل کرتے ہیں اشارے سمجھتے ہیں لیکن ادراک و فہم نہ ہونے کے سبب الفاظ و معنی کی شکل میں ادا نہیں کر سکتے اس لئے جملہ حیوانات کو "حیوان ناہق" کہتے ہیں۔ کیونکہ حیوان کی آواز کو نہق کہتے ہیں۔ نطق نہیں کہتے۔ خدا تعالیٰ جلّ شانہ کا انسان پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے انسان کو اپنے دل کی بات ظاہر کرنے کا اتنا اچھا علم عطا فرمایا ہے جس کے سبب کلام زبان سے نکلتے ہی دوسرے کے دل پر اثر کرتا ہے۔ پھر بتدریج قدرت نے الفاظ جملے بنانے کا علم عطا فرمایا ہے۔ غور کیجئے تو آپ کو یہ مسئلہ بالکل عیاں ہو جائے گا کہ زبان دانی کا اول سلسلہ قدرت کی طرف سے چھوٹے بچوں کے لئے مقرر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے بچے کو زبان سکھانے کے لئے اس کے ماں باپ بھائی بہن، کنبہ داروں، رشتہ داروں کا ایک ماحول بنا دیا۔ تاکہ بچہ ابتدا میں گھر کے ماحول میں لوگوں کو بات چیت کرتا دیکھ کر خود بھی انہی باتوں کو بار بار

نقل کرے اور اس طرح روزمرہ بولی جانے والی زبان اسکو آجائے۔
آپ تجربہ کیجئے۔ ایک چھوٹے سے بچے کے آگے ٹوپی ڈال دیجیے۔
اور ٹوپی کا نام اس کو مت بتایئے تو وہ بچہ جوان ہونے تک بھی ٹوپی
کا نام نہ جانے گا۔ ہاں ٹوپی کو اوڑھنا جان لے گا۔ اس سے معلوم
ہوتا ہے کہ بولنے کا اول علم ماں باپ کے ماحول سے حاصل ہوتا ہے۔
آپ یہ بھی تجربہ کریں کہ جن گھروں میں آپ جناب سے گفتگو ہوتی ہے
ان کے گھروں کے ننّے منّے بچے بھی آپ جناب سے بولتے ہیں اور
جن گھرانوں میں بداخلاق اور بے ادبی کی گفتگو ہوتی ہے ان کے
بچے بھی بے ادب گفتگو کرتے ہیں۔ بچوں کو اعلیٰ تعلیم اور اچھی زباں
دانی کے لئے ابتدائی ماحول کا اچھا ہونا ضروری ہے۔

زباں کی ابتدا

علم بیان کی تشریحات سے زباں دانی کے بارے میں قانونی و صولی بہت سی اہم باتیں ملی ہیں جو علم بیان کی مستقل تاریخ ہے۔

○ **کلام کا آغاز:** ۔ سب سے پہلے اشاروں سے ہوا۔ جیسے فطری
تقاضہ کے مطابق بچہ کی زبان سے ماں ماں۔ بابا کی آواز نکلنی
شروع ہوتی ہے۔ جب بچہ روتا ہے (دودھ مانگتا ہے)، یا کسی وقت
خوشی میں بڑبڑ کرتا ہے تو اس وقت بچّہ کی زبان سے یہی الفاظ
نکلتے ہیں۔ بچے کی ماں بچے کی آواز سُن کر خود بھی ماں ماں کہتے ہوئے
ممتا کے جوش میں آجاتی ہے اور بچّے کو گود میں اُٹھا لیتی ہے، دودھ

ہلانا شروع کر دیتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بچہ جس مقصد کے لئے اپنے منہ سے کچھ بڑبڑا کر آواز نکال رہا تھا وہ اس کی ماں نے سمجھ لیا اور اس کا مقصد پورا ہو گیا۔ اس طرح جب بچہ ابّا کہتا ہے اور بہت دیر تک کہتا ہی رہتا ہے تو بچّہ کی ماں اس کے باپ کو مخاطب کر کے کہتی ہے ہے اجی دیکھنا ننّا تم کو آواز دے رہا ہے۔ اس وقت اباجان تشریف لاتے ہیں اور بیٹا بیٹا کہہ کر صاحبزادے کو گود میں اٹھا لیتے ہیں۔ گود میں آتے ہی یہ ننّی سی جان مسکرا دیتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مقصد یہی تھا۔ وہ پورا ہو گیا۔ علم بیان کے اصول سے ان قدرتی اشاروں کو مستقل بنا دینا معنی خیز ہے۔ عربی میں "اُمّ"۔ اَبْ کے معنی حسب ذیل ہیں

○ اُمّ۔ ہر چیز کی اصل۔ شفقت۔ ماں۔ گروہ کا محافظ۔ چنانچہ بچہ کی اصل اور اس کی کُل کائنات اس کی ماں ہے۔ قدرت نے اس مفہوم کے پیش نظر ماں کے لئے ماں کا لفظ منتخب فرما دیا۔

○ اَبْ۔ معتمد۔ بہت بڑا عالم پادری۔ باپ۔ اب کے شروع میں الف حرف ندا ہے۔ (اب) ساتھ کے معنی میں آتی ہے۔ ان دونوں حروف کے ملجانے سے گویا ساتھی کو پکارنے کے معنی نکل آئے۔ بچہ کے لئے باپ سے زیادہ رفیق و مہربان کون ہو گا باپ کے لئے یہی لفظ منتخب کر دیا گیا۔

دوسری زبانیں

سب سے پرانی زبانیں عبرانی، عربی، سنسکرت ہیں۔ دوسری زبانوں میں انکے جملوں میں قدرے ردّوبدل کر کے اپنی اپنی زبانوں کے جملے بنا لئے ہیں۔ مثلاً سنسکرت، ہندی زبان میں ماں کے لئے م سے شروع کر کے "ماتا" کا لفظ بنایا گیا۔ باپ کے لئے "پ" سے شروع کر کے پتا کا لفظ بنایا گیا۔ انگریزی میں کچھ ردّوبدل کر کے ماں کے لئے (Mother) اور باپ کے لئے (Father) کے الفاظ بنائے گئے۔

جوں جوں زمانہ بڑھتا گیا علوم کی ترقی ہوتی گئی۔ زبان دانی کے علم نے بھی ترقی پائی۔ علماء نے ادیبوں نے زبان اور علم کلام کے اصول بنانے میں بڑی محنت کی اور علم کلام کو ادبی سانچہ میں ڈھالدیا۔

لسانی جھگڑے

جب دنیا میں مختلف قومیں مختلف ممالک ترقی کرتے کرتے اس منزل پہ آئے کہ وہ صاحب زباں ہوئے۔ صاحب علم ہوئے۔ صاحب فراست بنے۔ صاحب سیاست بنے۔ آزاد ہوئے تو لسانی اور صوبائی جھگڑوں کے شکار بن گئے۔ یہ بدنصیبی نہیں تو اور کیا ہے۔ غور کیجئے کہ جب علماء۔ ادیب۔ حکماء۔ سلاطین۔ وزراء حضرات کی کوششوں نے یہ دن دکھایا کہ انسان ایک ادبی زبان کا مالک بنا۔ مختلف زبانوں میں علمی و ادبی بیش قیمت ذخیرے جمع ہوئے تو حریت پسند قوموں میں زبان کی مخالفت کا جنون سوار ہوا۔ ایسی زبان کی مخالفت

شروع کردی جو وہ اوران کے ماں باپ بولتے ہیں۔ آج دنیا میں صوبائی مسئلہ قوموں کا سیاسی مسئلہ بن گیا ہے۔ آج دنیا میں زبان کا مسئلہ قوموں کا سیاسی مسئلہ بن گیا ہے۔ کہیں عبرانی اور عربی زبان کا مسئلہ ہے۔ کہیں انگریزی اور فرانسیسی زبان کا مسئلہ ہے۔ کہیں اردو اور ہندی زبان کا مسئلہ ہے۔ کہیں مرہٹی اور گجراتی زبان کا مسئلہ ہے دیکھئے اہل زبان زبان کے مخالف ہو گئے ہیں حالانکہ ہر زبان انسان نے بنائی۔ اسی زمین پر بنی اسی آسمان کے نیچے بنی۔

اردو اور ہندی زبان

میں ایک علم دوست انسان ہوتے ہوئے ہر زبان کا احترام کرتا ہوں اور ہونا بھی یہی چاہیئے مگر بن کہے بات بن نہیں پڑتی۔ آج آزادی کو لگ بھگ اٹھائیس سال ہو گئے ہیں جس زبان میں ہمارے بزرگوں نے آزادی کے نعرے لگائے جس زبان میں آزادی کے لئے اصول لکھے گئے۔ جس زبان میں آزادی کے اقبال نے ترانے گائے۔ جو زبان پنڈت موتی لال نہرو اور پنڈت جواہر لال نہرو جی کے گھر میں بولی گئی اور آج بھی ہندو مسلم گھروں میں وہی زبان بولی جاتی ہے۔ اب اس آزادی کے بعد سے اس زبان کی سخت مخالفت سیاسی انداز میں کی جاتی ہے۔ یہ کہہ کر اردو زبان ہماری زبان نہیں ہے یہ پاکستان کی زبان ہے۔ اس لئے مخالفت ہے۔ بھائیوں پاکستان کا خطہ بھی تو پہلے ہندوستان ہی تھا۔ یہ اردو زبان تو خاص ہندوستان

کی زبان ہے۔ امیر خسرو۔ بھگت کبیر کی زبان ہے۔ لال قلعہ میں بنائی گئی مختلف زبانوں کا مجموعہ ہے۔ اس میں ہندی کے بھی الفاظ ہیں۔ اس میں سنسکرت بھی ہے۔ اس میں فارسی اور عربی بھی ہے۔
اب مجبوری یہ ہے کہ لال قلعہ ہندوستان میں ہے۔ جہاں یہ زبان بنی بھگت کبیر، امیر خسرو اور بڑے بڑے غیر مسلم (ہندو) شعرا و ادیب ہندوستان میں ہیں تو اب اُردو کے ساتھ اس لال قلعہ اور بزرگوں کے مزارات کو بھی اٹھا کر کہاں لے جائیں۔ تم ہی بتاؤ۔ کہتے ہیں کہ یہ مسلمانوں کی زبان ہے اور مسلمان یہ کہتے ہیں کہ ہم ہندوستانی ہیں اردو زبان ہندوستان کی زبان ہے۔ پھر اُردو کو جینے کا حق کیوں نہیں ہے؟
زبان کی اس کشمکش سے آگے چل کر ادبیات اور علمی ذخیروں کا کتنا بڑا نقصان ہوگا کیا اس کی بھی خبر ہے!
میرے پیارے دوستو! ایک نظر آج بھی اپنے گھروں میں عورتوں بوڑھی نانی ماؤں، چھوٹے چھوٹے بچوں کی زبان پر نظر ڈالیئے کہ وہ ابھی تک قلعہ معلیٰ کی ٹھیٹ اُردو زبان بولتے ہیں۔ ہاں سیاسی لیڈر جب اسٹیج پہ آتا ہے تو ہندی بولنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ سیاسی مفاد حاصل کرے۔ خیر، ہم کو اس وقت اس سے کوئی بحث نہیں ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ سیاسی غلطیاں حکومتوں کے وقار کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتی ہوتی ہیں۔ کامیاب سیاست وہ ہے جو ہمیشہ اچھے اصولوں پر اور رعایا کی بھلائی کے تحت کے لئے استعمال کی جائے۔

زباں دانی کا اصول

پہلے زمانے میں زبان سیکھنے کا کوئی خاص طریقہ نہ تھا۔ گھریلو ماحول، عدالتوں کا ماحول۔ انتظامیہ کے امور یہ سارے شعبے زبان کی ایجاد کے سبب بنے۔ انسان اسی ماحول میں رہتے رہتے اچھی خاصی زبان سیکھ لیا کرتا تھا۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ کسی انگریز کا ملازم اتنی اچھی انگریزی بولتا ہے کہ اس کے مقابلے پر بڑے بڑے ایم۔اے نہیں بول سکتے یہ صرف ماحول کا اثر ہوتا ہے۔ مگر اب جوں جوں زمانہ ترقی کر رہا ہے اسی درجہ علم کلام کے ادبی اور اصولی پہلو بھی اجاگر ہوتے جا رہے ہیں پچھلی صدیوں میں علم و ادب کا بڑا زور تھا۔ بادشاہ شاعروں اور ادیبوں، دبیروں کو پالا کرتے تھے۔ چنانچہ اس زمانہ میں علمائے زباں دانی کے لئے کچھ اصول مرتب کئے جیسے عربی سکھانے کے لئے عربی داں علما نے صرف و نحو کا علم ایجاد کیا۔ اسی طرح سنسکرت کی بھی گرامر بنائی گئی۔ فارسی زبان کی بھی صرف و نحو بنائی گئی۔ صرف و نحو سکھانے والے استاد بڑے بڑے قابل و فاضل ہوتے تھے۔

صرف:۔ صرف وہ علم ہے جس میں الفاظ کی درو بست حرکات و سکنات تغیر و تبدل سے بننے والے مختلف الفاظ اور مختلف معنی کا بیان ہو۔ گویا الفاظ اور کلمات بنانے کا اصول اور صیغوں کی پہچان۔ ماضی مستقبل۔ حال کی شناخت کے اصول سکھائے جائیں۔

نحو:۔ نحو وہ علم ہے جس میں کلام سے بحث ہو۔ کلام کی تعریف اس کی ترکیب وترتیب، جملوں کا باہمی تعلق۔ مفرد، مرکب کی شناخت اور کلام سے متعلق قواعد کا بیان۔ اس فن سے زباں دانی میں یہ فائدہ ہے کہ بولنے والا اپنے مطلب کو پیش کرنے میں اور کلام کی ادائیگی میں اہل علم کی محفل میں غلطیوں سے بچا رہتا ہے۔ زبان سیکھنے کے لئے زبان کی گرامر سیکھنا ضروری ہے۔ مگر آج کل صرف ونحو (گرامر) کے ذریعہ زبان سکھانے کا رواج ختم ہوگیا ہے نہ جانے کیوں۔ ایا اساتذہ میں گرامر کی تعلیم کم ہوگئی ہے یا گرامر کو بے فیض سمجھا جانے لگا ہے۔ اندازہ یہ ہے کہ جب سے گرامر کا رواج ختم ہوا ہے۔ طلبار کی قابلیت بالکل مفقود ہوگئی ہے۔ کیونکہ اب جدید طریقۂ تعلیم اسٹیکچرل میتھڈ
یعنی اشاروں اور تصاویر کے ذریعہ زبان سکھانا۔ جب سے یہ طریقہ ایجاد ہوا ہے۔ آپ خود قابلیت کا اندازہ لگا لیجئے۔ ہاں چھوٹے بچوں کے لئے یہ طریقہ نہایت مفید ہے۔ شروع میں آپ کو بتایا گیا ہے کہ علم کلام کی اشاعت کے دو طریقے تھے تحریر اور تقریر۔

تقریر:۔ وہ گفتگو جو صحت کلام کے ساتھ بولی جائے اور اس میں کہنے والا اپنا مقصد بامعنی جملوں میں مختصر بیان کردے۔ عربی کا مشہور مقولہ ہے خَیْرُ الْکَلَامِ مَا قَلَّ وَدَلَّ بہتر کلام وہ ہے جو کم ہو اور بامعنی ہو۔ جب علم کلام نے اصولی

صورت اختیار کرلی اور صاحب زباں حضرات نے تقاریر کا سلسلہ شروع کیا تو اولاً وہ گاؤں گاؤں جاکر تبلیغ کیا کرتے تھے۔ ان کی سلیس گفتگو سن کر گاؤں دیہات کے لوگ بھی وہ جملے سیکھ لیا کرتے تھے۔ یونہی کلام کی اشاعت ہوتی چلی گئی۔ لیکن اس جگہ اصولی اور بامعنی کلام کو یہ مرتبہ حاصل ہے، نہ کہ ایسی زبان بولنے والوں کو کہ جن کی گفتگو میں وہ مہمل الفاظ تکیہ کلام بنے ہوئے ہوں جیسے بعض لوگ گفتگو کے دوران مطلب کی صرف دو باتیں کہیں گے اور بار بار ایسے تکیہ کلام۔ سمجھے کہ نہیں۔ کیا آئی سمجھ میں۔ مطلب یہ ہے۔ اس کے اندر۔ یعنی کہ اس کے اندر۔ تو پھر ایسے مہمل جملے اکثر تکیہ کلام ہوتے ہیں۔ یہ زباں دانی کے اصول کے خلاف ہیں۔ ایسی تقریر ادب میں شامل نہیں ہے بلکہ اہل زبان کے نزدیک گپ اور بکواس سمجھی جاتی ہے۔

تحریر:۔ تحریر کا فن بھی علم کلام کی اشاعت کا سبب بنا ہے۔ پرانے زمانے میں پتھروں کے منقش اشعار یاد کرکے لوگ پڑھا یا کرتے تھے۔

تحریر کا فن انسان کے پیدا ہونے کے بہت بعد میں شروع ہوا ہے۔ شروع شروع پتھر کے اوزاروں سے پتھروں پر یادداشت کے طور پر نقش کندہ کرنے کا طریقہ تھا۔ اس کے بعد مصوّری کا فن نکلا۔ پرانے فن کاروں نے پہاڑوں میں یادگار کے طور پر دیواروں پر فنّی مظاہرے کے طور پر اور عمارات پہ تاریخ کے طور پر نقوش بنائے

نقوش بنلئے۔ جو زیادہ تر یونان وعرب کے قدیم شہروں میں اور ہندوستان کے قدیم مقامات پر پائے جاتے ہیں جن تصاویر کے ساتھ کوئی عبارت نہیں وہ محض ایک فن ہے اور جن تصاویر کے ساتھ کچھ لکھا ہوا ہے وہ ایک تاریخ ہے۔

اس کے بعد آہستہ آہستہ انسانی جذبات واحساسات اور ضرورت کے مطابق وسائل پیدا ہوتے۔ اول لب ولہجہ بنا۔ حروف تہجی وجود میں آئے۔ ان کو لکھنا شروع کیا۔ پھر ان حروف کو ملاکر جملوں کی صورت میں لکھنے کا رواج نکلا۔ غرض یہ سلسلہ تحریر اس انداز کا کئی ہزار برس پہلے شروع ہوگیا تھا۔

لوح وقلم دنیا میں لوح وقلم کا آغاز اس طرح ہوا کہ ابتدا میں درخت کے پتوں پر یا کپڑے پر پرندے کے پر کی قلم بناکر کیسر (زعفران) یا حنا کی روشنائی سے شاہی فرمان لکھے جاتے تھے۔ اس کے بعد تختی اور قلم کی ایجاد ہوئی۔ پھر اہل عرب نے کچا کاغذ بنایا۔ اس پر لکھنا شروع کیا اور سب سے اول لوح وقلم اللہ کے دربار سے شروع ہوئی۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال قبل اپنی مخلوقات کی تقاریر لکھیں تو لکھنے کا مقصد یہ ہوا کہ لوح وقلم کی ایجاد تب ہوگئی خواہ وہ تقدیریں عالم بالا میں ہی کیوں نہ ہو۔

رازِ حکمت ابھی تک تو آپ انسان کا ذکر پڑھ رہے تھے اب

کچھ رازِ حکمت کی باتیں بھی سن لیجیے۔

انسان کے علاوہ دُنیا کی مخلوقات میں اور بہت سی عجیب وغریب مخلوقات ہے جو جاندار بھی کہلاتی ہے اور غیر جاندار بھی۔ان گوناگوں مخلوقات کے ذکر کرنے کا مقصد معلومات کے ساتھ ساتھ دو اہم پہلو پیشِ پیش رکھنا ہے۔

(۱) پہلا یہ کہ آپ کائنات کے حقائق سے پوری طرح روشناس ہوکر اسلام کے اس عظیم مشن سے واقف ہوجائیں جو ہر انسان کو اندھیرے سے نکال کر اُجالے میں لانا چاہتا ہے۔ جو آپ کے فکر کو آپ کے شعور کو حق شناسی کی دعوت دیتا ہے۔ پورے پورے یقین کے ساتھ یہ دعویٰ پیش کرتا ہے کہ کل کائنات میں اللہ کی حکومت ہے۔ وہی غالب ہے۔ اسی کا سائنس دنیا کے تمام سائنسدانوں سے بڑا ہے۔ صرف دنیا والو نے اللہ کے قلزمِ حکمت سے بقدرت ضرورت سائنس کے چند قطرے حاصل کر لئے ہیں۔ یہ بات سامنے رکھ کر جس قدر چاہو ترقی کرو لیکن حقیقت کو فراموش نہ کیجیے۔

(۲) دوسری بات یہ کہ اس مرتی جلتی دنیا میں آپ سب کچھ دیکھ رہے ہیں تو یہ ساری دنیا آنی جانی ہے۔ اس مٹ جانے والی دنیا پر اس کی دولت پر اس کے مرتبوں پر گھمنڈ نہ کیجیے۔ یہ خدا کو پسند نہیں۔ کائنات کی تمام چیزیں آپ کے لئے ہیں اور آپ اللہ کی اطاعت کے لئے ہیں کیونکہ ایک روز اس دنیا کو ختم ہو جانا ہے

بڑے بڑے سائنسداں حضرات کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ مستقبل قریب میں سورج پھٹے گا۔ سیارے ٹکرائیں گے۔ آبادیاں ویرانے میں بدل جائیں گی۔ نہ ہی تمہاری پناگاہیں کام آئیں گی اور نہ ہی تمہاری ایٹمی بھٹیاں۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ — تمام چیزیں جو زمین پر ہیں فنا ہو جائینگی
وَّيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ — صرف اللہ کی ذات باقی رہے گی۔ وہ
ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ — تیرا رب مرتبے والا اور اکرام والا ہے۔

حَیْوَانَات

خدا کی مخلوقات میں حیوانات کی تعداد بھی بے شمار ہے۔

چوپائے حشرات الارض (زمین میں رہنے والے جانور) پرندے آبی جانور (مچھلیاں وغیرہ) ان جانوروں میں بہت سے ہڈی والے جانور ہیں اور بہت سے بغیر ہڈی والے جیسے کینچوا۔ درختوں کے کیڑے پھلوں کے کیڑے۔ تتلیاں۔ دودھ کا کیڑا۔ پانی کا کیڑا۔ زخم کا کیڑا خوردبینی حیوانات۔ بغیر ہڈی والے جانوروں کی تعداد ہڈی والے جانوروں سے بہت زیادہ ہے۔ خوردبینی کیڑے اور جراثیم کی تعداد اتنی ہے کہ سوئی کی نوک پر کئی کئی ہزار بیٹھ جاتے ہیں —

بہرصورت یہ سب خدا کی پیدا کردہ مخلوق ہے۔ بے مقصد نہیں ہے بلکہ بامقصد اور بانفع ہے جو بظاہر ہم کو بے مقصد معلوم ہوتی ہے۔ اب اس باب میں سب سے پہلے کینچوے کا ذکر پڑھیے۔

کینچوے

حیوانات میں سب سے پہلے پیدا ہونے والا یہی کیڑا ہے۔ اس کو رینگنے والے کیڑوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ پانچ چھ انچ لمبا ہوتا ہے۔ مشہور ہے کہ یہ برسات میں خود بخود پیدا ہوتا ہے۔ جہاں اس کا مردہ جسم یا اس کی مٹی ہو گی وہیں یہ پیدا ہو جاتا ہے۔ مٹی کھاتا ہے اور مٹی نکالتا ہے اس کو اگر بیچ میں سے کاٹ دیا جائے تب بھی نہیں مرتا بلکہ آہستہ آہستہ پورا ہو جاتا ہے۔ بظاہر بے فیض اور ناکارہ جانور ہے۔ مگر اللہ کی حکمت کے مطابق اس میں جو خوبیاں ہیں وہ یہ ہیں:۔

خُوبیاں:۔ اس کے پیٹ کی نکلی ہوئی مٹی کھاد ہوتی ہے۔ مسٹر ڈارون جو انیسویں صدی کے بہت بڑے سائنسداں تھے انہوں نے کینچوے کے سلسلہ میں ریسرچ کی ہے لکھا ہے کہ کینچوے برسات میں بڑی تعداد میں زمین میں پیدا ہوتے ہیں۔ یہ آبادی کی زمین کے ہر ایکڑ رقبہ میں تقریباً پچاس ہزار سے زائد پیدا ہوتے ہیں اور یہ زمین کے نیچے سے تین سو من بہترین کھاد کی مٹی اوپر لاتے ہیں۔ یہ مٹی کاشتکار کے لئے بے حد مفید ہوتی ہے (یہ ہے رازِ حکمت)

مچھلی کا شکار کرنے والے اس کو چارہ بنا کر مچھلیوں کو کھلاتے ہیں کینچوے
کھانے والی مچھلیاں بہت جلد فربہ ہوتی ہیں اور خوب بچے دیتی ہیں۔
هدایت: گاجر مولی اور زمین میں پیدا ہونے والی ترکاریوں کی
جڑوں میں کینچوے کے انڈے ہوتے ہیں۔ اگر ترکاریوں کو بغیر دھوئے
بغیر چھیلے کھایا جائے تو پیٹ میں کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں۔ بچوں کو
گھملوں کی مٹی کھانے سے روکیں۔ گھملوں کی مٹی کھانے سے
پیٹ میں کینچوے پیدا ہو جاتے ہیں۔

جونک

جونک بھی مٹی کا رینگنے والا جانور ہے۔ یہ تمام کام منہ سے
ہی کرتا ہے۔ جسم پر چمٹ جاتا ہے اور خون چوستا ہے۔
پرانے زمانے میں درد اور جلد کے مریضوں کو جونک لگا کر علاج کیا جاتا
تھا۔ جونک مقامِ مرض پر چمٹ کر گندہ خون چوس لیتی ہے اس لئے
یہ بھی کارآمد اور مفید مخلوق ہے۔

سانپ

سب جانتے ہیں کہ سانپ کتنا موذی اور زہریلا جانور
ہے۔ سانپوں کی نسلوں میں بڑے بڑے لمبے اور چھوٹے
چھوٹے سانپ بھی ہوتے ہیں بڑے بڑے خطرناک اور زہریلے ہوتے
ہیں۔ جیسا کہ آپ نے سائنس کی کتابوں میں سانپ کی نسلوں کا ذکر
پڑھا ہوگا۔ اس جگہ ہم سانپ کی پیدائش کی حکمت اور خوبیاں
لکھ رہے ہیں۔ تاکہ آپ سانپ کے موذی ہونے کے ساتھ
ساتھ اس کے پیدا کرنے میں حکمتِ خداوندی سے واقف ہو جائیں۔

سانپ کا زہر اور شفا

سانپ کا زہر جہاں قاتل ہے وہاں تریاق بھی ہے۔ اگرچہ یہ تعجب خیز بات ہے لیکن سائنس کے اس دور میں یہ تعجب نہیں بلکہ حقیقت ہوگئی کہ سانپ کے زہر سے جرمن کے ماہر سائنسداں حضرات نے فالج لقوے کے لئے کامیاب انجکشن تیار کئے ہیں۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ زہر سے زہر کا علاج ہو سکتا ہے۔

سانپ زحمت اور رحمت

اللہ کی عجیب حکمت ہے جس کو دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے۔ سانپ کا پیدا ہونا بھی انسان کے لئے اللہ کی جانب سے رحمت ہے۔ محققین نے لکھا ہے کہ گھروں میں رہنے والے سانپ، گھروں کے زہریلے چھوٹے چھوٹے جانوروں کو کھا جاتے ہیں۔

اگر سانپ پیدا نہ ہوتا تو انسان دودھ گھی نہیں کھا سکتا تھا اس وجہ سے کہ جنگلات میں گھاس کے اندر بہت باریک ایسا کیڑا پیدا ہوتا ہے کہ اگر اس کو گائیں بھینس، بکریاں کھا جائیں تو فوراً مر جاتی ہیں۔ حکمت یہ ہے کہ سورج نکلنے سے قبل (ایسی جگہ جہاں یہ زہریلا کیڑا ہوتا ہے) سانپ نکل کر ان کو کھا لیتا ہے۔ دن چڑھے جانور چرنے آتے ہیں اور خوب دودھ گھی دیتے ہیں۔ غور کیجئے۔

اللہ کی ہر مخلوق حکمت الٰہی کا نمونہ ہے یا نہیں؟

تم جس کو عبس کہتے ہو مخلوق خدا کی
وہ منشاء خالق میں بڑے کام کی نبیٔ ہے

(دواصفی)

بچھو عربی میں اس کو عقرب کہتے ہیں۔ یہ دُم سے ڈنک مارتا ہے۔ اس کا زہر بھی بڑا تکلیف دہ ہوتا ہے لیکن بچھو کا کاٹا ہوا مرتا نہیں۔ بچھو کے متعلق یہ مشہور ہے کہ گھروں میں سانپ کے بچوں کو زندہ نہیں رہنے دیتا اور بعض بڑے زہریلے سانپوں کو ڈنک مار کر بے ہوش کر دیتا ہے۔ طب یونانی میں بچھو کا تیل بنایا جاتا ہے جس کو روغن عقرب کہتے ہیں۔ یہ مردانہ امراض (مخصوص) میں کام آتا ہے۔

چیونٹیوں کی دنیا اور عبرت

چیونٹیوں کو عربی زبان میں نملہ کہتے ہیں۔ ان کا ذکر قدیم فلسفہ اور بائیلوجیکل سائنس کی کتابوں میں جابجا آتا ہے۔ جن محققین نے چیونٹیوں کے بارے میں ریسرچ کی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے چیونٹیوں کا ذکر علمِ حیوانات کے علاوہ پند و نصیحت کا بہت بڑا سبق بھی ہے۔

چیونٹیوں کی پیداوار تمام جانوروں سے تین گنا زیادہ ہوتی ہے ویسے تو نظام قدرت کے مطابق حیوانات کی زندگی کا سلسلہ یہ رہا ہے کہ جو جسم زندگی کی تمام صلاحیتوں سے بہرہ مند ہوتا ہے۔ اس کو عالمِ وجود میں زندگی کا حق مل جاتا ہے۔ ورنہ بہت سے بچے ماں کے پیٹ میں اور لاکھوں لاروے۔ پیوپا۔ انڈوں کے اندر ہی مرجاتے ہیں اگر ایسا نہ ہو تو دنیا میں جانداروں کے رہنے

کی جگہ کا مسئلہ ایک مصیبت بن جائے۔ زمین اور سمندر چھوٹے پڑ جائیں اسی طرح چیونٹیوں کی پیداوار بھی بے شمار ہے لیکن جس قدر یہ انڈے دیتی ہیں ان سب کے اگر بچے نکل آئیں تو ہر آبادی ہر گھر چیونٹیوں سے بھرا نظر آئے مگر نظام قدرت یہ ہے کہ موسم برسات سے چند روز قبل چیونٹیاں انڈے دیتی ہیں اور اس قدر انڈے دیتی ہیں کہ خود چیونٹیاں ان انڈوں میں چھپ جاتی ہیں۔ بارش برسنے سے تین چار گھنٹے پہلے یا ہوا کا طوفان آنے سے تین چار گھنٹے پہلے یہ اپنے انڈوں کو محفوظ مقام پر منتقل کرنے کا کام شروع کر دیتی ہیں۔ اس نقل و حرکت میں لاکھوں انڈے ضائع ہو جاتے ہیں۔ صرف وہ انڈے باقی رہ جاتے ہیں جو چیونٹیاں اپنے منہ میں لے کر محفوظ جگہ رکھ دیتی ہیں۔ عبرت کا مقام یہ ہے کہ چیونٹیوں کو چند گھنٹے قبل طوفان آنے بارش برسنے کا وائرلیس کہاں سے ہو جاتا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کارفرمائی نہیں تو اور کیا ہے۔ کیا چیونٹیوں کی زندگی کا یہ نظام بھی اتفاقی کہا جائے گا۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے ان حقائق سے انسان کو بہت مختصر انداز میں باخبر کیا تھا اور پھر انسان کو شعور کامل دے کر مفصل علم بخشتا۔ اب بھی انسان اگر حقائق سے انکار کرے تو یہ کس قدر بے معنی ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنے اندر حق شناسی اور حق پرستی کا مادہ پیدا کرے۔ اسلام کی یہی دعوت ہے۔

چیونٹیوں کی حکومت

چیونٹیوں کی زندگی کا یہ نظام جو باقاعدہ قافلہ بندی اور اتباع امیر کی حیثیت سے منظم ہے۔ یہ عجیب و غریب ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ پوری عالم انسانیت کے لئے بہت بڑا نصیحت کا سبق بھی ہے یہ بات بہت زیادہ مشہور ہے اور ایک حقیقت بھی ہے کہ چیونٹیوں کی بستی میں ان کا اپنا ایک مقرر راجا (بادشاہ) ہوتا ہے۔ تو چیونٹیوں کا راجا سب سے آگے چند بڑی چیونٹیوں کے حلقہ میں چلتا ہے۔ پیچھے قطار بنا کر اس راستہ پر تمام چیونٹیاں چلتی ہیں۔ ان کی یہ مسافت کتنی ہی لمبی کیوں نہ ہو چیونٹیاں بغیر راجا کے طے نہیں کرتیں۔ اگر مقابل سے چیونٹیوں کا دوسرا گروہ مع اپنے امیر کے آجائے تو اس وقت ایک دوسرے کے سامنے اپنے اپنے دفاع کے لئے تیار ہو جاتی ہیں۔ جب ان دونوں گروہوں میں جنگ شروع ہو جاتی ہے تو اپنے راجا کو بچا کر ایک دوسرے سے نہایت خونریز جنگ کرتی ہیں یہاں تک ایک چیونٹی دوسری چیونٹی کے دو ٹکڑے کر دیتی ہے۔ اس جنگ میں چیونٹیوں کا ہر گروہ اپنے اپنے راجا کا پورا پورا تحفظ کرتا ہے۔

ایک کمال کی بات یہ دیکھیں گے کہ چیونٹیوں کا وہ گروہ جو دوسرے پر غالب آجاتا ہے وہ فتح پا کر واپس اپنی بستی کی طرف لوٹ جاتا ہے۔ دوسرے گروہ کے مکانوں پر قبضہ نہیں کرتا۔

غور و فکر کا مقام یہ ہے کہ اس ننھے سے جانور کو اتنی زبردست تنظیمی سمجھ کس نے دی؟ اس کو اپنی دفاع اور دشمن کو زیر کرنے کا شعور کس نے بخشا؟ کیا یہ قانونِ فطرت کے مطابق نہیں ہے؟ اگر ہے تو پھر قانونِ فطرت کیا ہے؟ اور قانونِ فطرت کا موجد کون ہے؟

دنیا میں سب سے بڑی مخلوق انسان ہے۔ آج وہ بھی اپنے دفاع کی صلاحیتوں سے خالی ہے۔ امیر قوم کے احترام سے غافل ہے اور رہبر قوم، قوم کی صحیح خدمت اور اصولِ رہبری سے غافل ہے۔ ایسی صورت میں بے عزتی اور پٹائی کے علاوہ اور کیا مل سکتا ہے۔ بلکہ محنتی اور منظم قومیں ہر میدان میں کامیاب ہوا کرتی ہیں۔

چیونٹیوں کا رزق

عام مخلوقات کا رزق خالقِ مخلوقات کے قبضہ میں ہے۔ اس کے باوجود نظامِ حیاتِ کائنات کے مطابق رزق کے لئے کوشش و تلاش ہر حیوان کا فطری تقاضہ ہے اور ہر جاندار اپنا رزق تلاش کرنے کا خود مکلف ہے۔ حتیٰ کہ جانوروں کے بچے پیدا ہوتے ہی اپنے رزق کی خود تلاش کرنے لگتے ہیں۔ چنانچہ چیونٹیوں کی نسل بھی اسی تقاضہ کے پیشِ نظر اپنے رزق کی تلاش میں دُور دُور نکل جاتی ہیں۔ چیونٹیوں کی ناک میں خدا نے ایسا وصف رکھا ہے کہ جہاں بھی ان کے من پسند چیز ہوگی وہاں چیونٹیوں کے غول کے غول

پہنچ جاتے ہیں۔

انسان اور رزق

چیونٹیوں کے اس واقعہ کے برعکس حضرت انسان بغیر محنت کے صرف بیٹھے بیٹھے کھانا پسند کرتا ہے۔ جب کاہلی کے سبب اقتصادی بدحالی کا شکار ہو جاتا ہے تو پھر تقدیر کے مسئلے کو سامنے لاتا ہے اور تدبیر کو فراموش کر دیتا ہے۔ حالانکہ تقدیر ایک ایسی چیز ہے جسکو چاندی اور سونے کا چراغ مان لیا جائے۔ مگر ان چراغوں میں تدبیر و محنت کا تیل جب تک نہ ہوگا یہ چراغ روشن نہ ہوں گے۔ روشنی کے بعد ہی چاندی و سونے کی حقیقت معلوم ہوگی۔ خدا تعالیٰ چونکہ رزاق ہیں وہ بسا اوقات بغیر محنت کے بھی پیٹ بھر دیتے ہیں اور دولت کے خزانے لٹا دیتے ہیں۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ دولت کے ساتھ عزت کس کو مل رہی ہے۔ رزقِ پرسکون اور رزق حلال کس کو مل رہا ہے۔ تقدیر کے مسئلہ کو غلط سمجھ کر محنت نہ کرنا اور اپنی مالی حالت کو برباد کر لینا سراسر نادانی ہے۔

عبرتناک واقعہ

ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک نوجوان لڑکا اپنے باپ سے ہمیشہ یہ کہتا تھا کہ "ابا جان میں اپنی تقدیر کا کھاتا ہوں اور باپ اپنے اس نکھٹو بیٹے سے یہ فرماتے تھے کہ بیٹا محنت کر کے کھانے میں عزت بھی ہے اور برکت بھی ہے۔ باپ کے بار بار سمجھانے سے بیٹا ناراض ہو کر گھر سے باہر

نکل گیا۔ یہ کہکر گیا کہ دیکھئے اب میں اپنی تقدیر کا ہی کھا کر دکھاؤنگا۔ لڑکے کا یہ دعویٰ یقین الٰہی کی بنا پر نہ تھا بلکہ کاہلی کی ضد پر منحصر تھا۔ کیونکہ یقین کوشش اور محنت کے لئے رکاوٹ نہیں ہوتا۔

نوجوان لڑکا سادھو بن کر ایک دریا کے کنارے بیٹھ گیا۔ اس نے دیکھا کہ صبح صبح حلوے کی تر بتر پلیٹ بہتی چلی آرہی ہے۔ یہ خوب خوش ہوا۔ اُس پلیٹ کو اُٹھایا اور پیٹ بھر کر کھایا۔ کئی روز ایسا ہی ہوتا رہا۔ ایک روز حلوے کی پلیٹ آنے میں کچھ دیر ہوگئی۔ یہ لڑکا اُٹھا اور جدھر سے پلیٹ آتی تھی اس طرف چلا۔ کچھ دُور چل کر اس نے دیکھا کہ ایک عورت اپنے بیمار جذامی آدمی کے زخموں سے حلوے کے ساتھ پیپ و لہو صاف کر کر کے پلیٹ میں رکھ رہی ہے۔ جب پلیٹ بھر گئی تب اس نے دریا میں بہادی۔

لڑکا یہ دیکھ کر اُبکائیاں لیتا اور روتا ہوا گھر آیا۔ باپ کے قدموں میں گر پڑا سارا واقعہ بیان کیا۔ باپ نے شفقت سے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا بیٹا بغیر محنت کا ایسا ہی ملتا ہے اگر پاک صاف کھانا ہے تو محنت کرو۔

چیونٹیوں کا صبر و قناعت

اللہ نے چیونٹیوں میں صبر و قناعت کا بڑا مادہ دیا ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ اگر کسی چیونٹی کے منہ میں دانہ ہے تو دوسری چیونٹی اس سے دانہ نہیں چھینتی۔ خواہ وہ کتنی ہی بھوکی

کیوں نہ ہو بلکہ اس کے برعکس یہ تجربہ کیا گیا ہے کہ بھاری دانہ کو دوسری چیونٹیاں سہارا دے کر مستحق چیونٹی کے گھر تک پہنچا دیتی ہیں اور حضرتِ انسان دوسرے کا حق کھانا فخر سمجھتا ہے ؎

عزّت چوں در قناعت و ذلّت چوں در طمع
باید قناعت از ہمہ کس بیشتر مرا

چیونٹیوں کی ہمّت

کم ہمت انسانوں کے لئے چیونٹیوں کی یہ مثال عبرت کا ایک سبق ہے۔ تجربہ کیجئے اس وقت جبکہ ایک چھوٹی سی چیونٹی اپنی ذات سے زیادہ بھاری دانہ لے کر دیوار پر چڑھتی ہے اور گر جاتی ہے لیکن پھر چڑھتی ہے اور گر جاتی ہے۔ کئی کئی بار ایسا ہی ہوتا ہے لیکن چیونٹی کبھی بھی ہمت نہیں ہارتی۔ آخر کار وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتی ہے اور وہ چڑھ ہی جاتی ہے۔

اس ننّی سی جان کی ہمت و محنت کا نتیجہ جب کامیابی کی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے تو پھر انسان کو اس کی ہمت کا پھل کیوں نہ ملے گا مگر دیکھا یہ گیا ہے کہ انسان بہت جلد ہمت ہار جاتا ہے۔ مایوس ہو جاتا ہے جبکہ مومن کے لئے مایوسی کفر ہے۔

شمع بجھ جائے تو جل سکتی ہے
کشتی طوفاں سے نکل سکتی ہے
مایوس نہ ہو اپنے ارادے نہ بدل
تقدیر کسی وقت بدل سکتی ہے

(واصفی)

حشرات الارض میں بہت سے کیڑے مکوڑے، مکانوں میں رہنے والے اور جنگلات میں رہنے والے ایسے ہیں جو قدرت کی جانب سے کسی نہ کسی مقصد کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔

بلکہ نباتات، جمادات، حیوانات، تمام مخلوقات مظہر راز قدرت ہے۔ حالات کی تبدیلیاں کائنات کی ترقیات کا سبب بنتی رہتی ہیں اور ہر موقع و محل پر ترقیات کے عناصر کو قدرت کے کارخانے سے وسائل (خادم مادہ) ملتا رہا ہے۔ اس حقیقت میں سائنسداں حضرات کی بھی غالباً دو رائیں نہیں ہیں۔ کیونکہ نظام ارتقا (MECHANISM of EVOLUTION) کے لئے جن مسائل کی ضرورت پیش آتی رہی وہ فوراً یا بدیر زمین کے طبقات سے خدائے قادر کی جانب سے مہیا ہو گئے۔ تب جا کر یہ نظام کائنات ترقی کی منزلوں کو طے کرتا اس درجہ پر پہنچا ہے۔

البتہ نظام ارتقا کی درجہ بندی پر سائنسداں حضرات کے کچھ اختلافات ہیں۔ اگر وسائل کا قدرت کی جانب سے ملنا یہ مختلف فیہ مسئلہ نہیں۔ چنانچہ ہزار سال کے تجربات کے بعد خدائے تعالےٰ کے اعلانِ توحید کی تصدیق ہو رہی ہے ملاحظہ فرمایئے۔

سائنسدانوں کے اقوال

=LAMAKE=

مسٹر لا ر مارک جو کہ فرانس کے بڑے ماہر فطرت سائنسدان تھے ۱۸۰۹ء میں انہوں نے کہا کہ دنیا میں تمام نباتات اور حیوانات کی نسلیں مبدأ حقیقی سے وجود میں آئی ہیں۔ پھر قدیم عرصہ تک جانوروں کے ڈھانچے۔ جسم کے حصے کچھ گھسے اور کچھ استعمال نہ ہونے کے سبب تبدیل ہوتے رہے۔ جو حصے استعمال میں آتے رہتے تھے وہ بڑھتے رہتے تھے اور جو حصے استعمال میں نہیں آتے تھے وہ غائب ہوجاتے تھے۔ نسلوں کے تبدیل ہونے کے یہ اسباب تھے۔ مثلاً زرافہ یہ لمبی گردن والا جانور ہے۔ یہ پہلے بارہ سنگھے کی شکل کا تھا۔ درخت کی اونچی پتیاں کھانے کے لئے گردن کو کھینچتا تھا۔ ایک عرصہ دراز کے بعد اس کی گردن لمبی ہوگئی اور وہ زرافہ ہوگیا۔ اسی طرح درختوں اور پودوں کی شکلیں بدل گئیں۔ لیکن یہ بات ذہن کو اپیل نہیں کرتی کیونکہ موصوف سائنسداں کا پہلے یہ کہنا کہ مبداءِ حقیقی سے سب پیدا ہیں اور پھر گھسا گھسی کی بات کچھ جچی نہیں۔ ہاں اگر یہ کہدیا جاتا کہ مختلف نسلوں کے ملاپ سے قدرت نے قسم قسم کی نسلیں بنادیں تو قرینہ قیاس ہوتا تاہم سائنسداں موصوف کا مبداءِ حقیقی کو مان لینا اسلام کے

مشن کی تصدیق ہوتی ہے۔
مسٹر وسیمین[1]:۔ مسٹر وسیمین جرمنی کے بہت بڑے سائنسداں تھے یہ اپنے تجربات کی روشنی میں مسٹر لامارک (LAMARKE) کے نظریہ کی تردید کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ میں نے کئی برس تک یہ تجربہ کیا کہ چوہوں کی دُم کاٹ کر لمبے دُم والے چوہوں میں جوڑ دیا مگر چوہوں کی اکیس پشت میں بھی اتنی ہی لمبی دُم کے چوہے پیدا ہوئے جتنے کہ پہلی نسل کے دُم دار چوہے تھے۔ گویا دُم کاٹنے سے کوئی تبدیلی پیدا نہ ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیدا کرنے والا ہر نسل کو اپنے اندازہ سے پیدا کرتا ہے

کُلَّ شَیۡءٍ خَلَقۡنٰہُ بِقَدَرٍ ہم نے ہر چیز (اپنے) صحیح اندازہ سے بنائی

اور ہر ایک نسل اپنی اصل کے مطابق رہتی ہے۔ تا وقتیکہ ایک نسل کا دوسری نسل سے جنسی میل نہ ہو جائے۔ اور ہر ایک نسل اپنی اصل کے مطابق رہتی ہے۔ تا وقتیکہ ایک نسل کا دوسری نسل سے جنسی میل نہ ہو جائے۔
مسٹر چارلیس ڈاروں:۔ مسٹر چارلس ڈارون انگلینڈ کے بہت مشہور و معروف سائنسداں تھے۔ ۱۸۰۹ء میں انگلینڈ میں پیدا ہوئے اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے دنیا کی سیاحت کے لئے نکلے۔ پانچ

---

[1] بائیلوجی پارٹ ۱

سال تک مسلسل سیاحت و تجربات میں گزارے - پھر نیچرل سلیکشن (NATURAL SELECTION.) کے موضوع پر ایک کتاب لکھی جس کا نام

THE ORIGIN OF

SPECIES DARWIN-S THEARY OEVOL-

UTION BY NATURAL SELECTION.

اس کتاب میں مسٹر ڈاروِن نے لکھا ہے کہ جانوروں اور پودوں کی اولاد اور نسلیں ہوتی ہیں - تمام جانوروں میں اپنی نسل اور تعداد بڑھانے کا رجحان پایا جاتا ہے - ہر جاندار شکل ، رنگ ، سائز کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے -

اور ہر ایک نسل کی سب سے بہتر پشتیں (جنہیں فطرت چن لیتی ہے) وہ زندہ رہتی ہیں اور اکثر اولادیں ناموافق حالات کی بنا پر ضائع بھی ہو جاتی ہیں -

جیسے برگد کا درخت اور مچھلیاں - اگر برگد کے تمام بیج پھلا پھولا کر درخت بن جائیں تو کچھ صدیوں میں تمام روئے زمین پر برگد ہی برگد کے درخت نظر آئیں - اسی طرح مچھلیوں کے انڈے اور انڈوں سے نکلے ہوئے بچے اگر ضائع نہ ہوں تو مچھلیوں کی آبادی کے لئے سمندروں اور تالابوں میں جگہ نہ رہے - ان تمام باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے اندازہ یہ ہوتا ہے کہ کائنات کی پیدائش اور ان کی نسلیں بدلنے اور ان کو باقی رکھنے و مٹانے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا دخل ہے - چنانچہ یہ سب

حالات اللہ کے تعارف کی دلیل ہیں۔

دنیا کی عظیم ترین شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک اس مقام پر اس لئے بیان کیا جا رہا ہے کہ آپ نے جو روحانی فیض کے چشمے جاری کئے ہیں اور آپ کو خدا تعالیٰ کی جانب سے قرآن کا جو علم عطا ہوا ہے وہ بھی کائنات کی حقیقت معلوم کرنے کا بہت بڑا سائنس ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی غارِ حرا کی تنہائی میں کونین کا جو راز فاش ہوا ہے وہ ہزاروں سال کے تجربات کے بعد بڑے بڑے سائنسدانوں پر بھی نہ ہوا۔ اس لحاظ سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے بہت بڑے ہادی۔ بہت بڑے فلسفی۔ بہت بڑے سائنس داں۔ بہت بڑے محسن۔ انتہائی رحم دل۔ انتہائی امن پسند اور شفیق انسانیت تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۲۰ اپریل ۵۷۱ء میں مکہ معظمہ میں عرب کے اعلیٰ خاندان میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کو جو علم اللہ کی جانب سے عطا ہوا وہ دنیا کے تمام علوم کا سرچشمہ تھا۔ ۶۱۰ء میں غار حرا میں اللہ کی جانب سے وحی نازل ہوئی۔ یہ وہ علم لدنی تھا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل و دماغ کو علم حقیقت۔ علمِ طریقت سے علم معارفت اور علم کائنات سے واقف کر دیا۔

○ آپ کی محتاط زندگی میں اور صاف ستھری معیشت میں ایسا حکیمانہ سائنس موجود ہے جو دوسرے سائنسدانوں میں نہیں ملتا۔
○ آپ کے شمائل و خصائل میں سماجیکل سائنس موجود ہے
○ کائنات کی حقیقت کے بیان کرنے میں بائیلوجیکل سائنس موجود ہے۔
○ پوری دنیا کو اپنے مشن توحید سے روشناس کراتے میں پریکٹیکل اور تھیوریکل سائنس موجود ہے۔
○ خداشناسی و حق جوئی کے بارے میں آپ میں روحانی سائنس موجود ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا کے کسی سائنسداں میں تمام سائنس کی خوبیاں بیک وقت جمع نہیں ہوئی ہوئیں۔ مثلاً دشمنوں سے جنگ کے وقت ان کے آتشیں گولوں کے مقابلہ پر زمزمی۔ ٹھنڈے گولے (جو آگ نہیں لگنے دیتے تھے) آپ کی اور آپ کے صحابیوں کی ایجاد تھی۔ یہ کتنا بڑا سائنس تھا اور یہ ایک ایسا ہی سائنس تھا جیسا کہ آجکل ایٹم بم سے بچنے کے لئے اٹمی چھتری۔ جس کو جرمن نے بنایا۔
مریضوں کے لئے دوائیں انتخاب فرمانا میڈیکل سائنس تھا
باغبانی اور کھجوروں کے درختوں میں تعبیر کر کے اچھی نسلیں بنانا بائیلوجیکل سائنس تھا۔
غرض یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ میں

علوم وفنون کی ہر خوبی بدرجہ اتم ملے گی بات صرف یہ تھی کہ آپ مادّہ پرست نہ تھے بلکہ حق پرست تھے - آپ اصلاحی وتعمیری نظریہ رکھتے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ کہ اس رہبر صادق نے اپنی عملی زندگی کے ذریعہ ملت اسلامیہ میں جو بیداری پیدا کی اور فعالی اثر پیدا کیا وہ اُمّت کے لئے عظیم عطیہ ہے - آپ دیکھیں گے کہ نبی آخر الزماں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تقویٰ وطہارت عبادت ومعاملات کی اصلاح کے ساتھ ساتھ دشمن کے مقابلہ میں ہر وقت تیار رہنے اور متحد رہنے کی ہدایت فرمائی - نہ صرف یہ بلکہ اپنا دفاع اور دفاعی تیاریوں کو اسلامی حق قرار دیا ہے تاکہ کوئی بھی ظالم امن وامان برباد نہ کر سکے - آپ کسی حال میں بھی تخریب پسند اور ظالم نہ تھے - اس لئے مادّی ترقیات کے مقابلہ پر روحانی واصلاحی ترقیات کے زیادہ قائل تھے تاکہ اس دنیا میں انسان اور تمام مخلوقات چین وسکھ کی زندگی گزار سکے ورنہ جو رازِ قدرت کا راز داں ہو جس کو تمام مادیات کا علم ہو جائے جس کو یہ کمال حاصل ہو کہ انگلی کے اشارے سے چاند شق کر دے جس کو عرب کے پہاڑوں تلے سونے کی کانوں کا علم دیدیا جائے - وہ اگر مادیات سے فائدہ اٹھانا چاہتا تو کیا کچھ نہ کر سکتا تھا مگر نہیں ہاں انہوں نے حق سے متعارف ہو کر کائنات کے خالق سے متعارف ہو کر جو مشن پیش کیا ہے - وہ ایک عظیم مشن ہے اس کی تصدیق دنیا کے اکثر سائنسداں بھی کرتے چلے آئے ہیں وہ مشن

دعوتِ حق ہے جس میں
پیغام توحید. تقویٰ - ایمان باللہ - اخلاق - خدا کی اتباع
درست معاملہ داری --- صلہ رحمی - عدالت - شفقت - عفت -
سیاست - شجاعت - سخاوت - عبادت شامل ہیں - یہی
دعوتِ حق تحریک اسلام کا سنگِ بنیاد ہے -

چرندوں کی دُنیا

خشکی میں رہنے والے جانوروں کی دو نسلیں مشہور ہیں -
ایک چرندے - دوسرے پرندے - چرندے وہ جانور ہیں جو چار
پیروں سے چلتے ہیں اور منہ سے کھاتے ہیں — پرندے وہ جانور
ہیں جو فضا میں پروں کے ذریعہ اُڑتے ہیں اور چونچ کے ذریعہ
دانہ چگتے ہیں - چوپائے جانوروں کی دنیا بھی عجیب ہے ، آپ
اگر جنگلات اور پہاڑوں میں گھومیں گے تو آپ کو سینکڑوں نسل
کے عجیب وغریب جانور نظر آئیں گے - ان میں کچھ آبادی پسند
جانور ہیں اور کچھ صحرا پسند جانور ہیں - آج کل تو ہر ملک کے بڑے
بڑے شہروں میں عجائب گھر بنا کر ہر قسم کے جانوروں کو وہاں رکھا
جاتا ہے جس میں آپ بڑی آسانی سے قدرت کی پیدا کردہ
حیوانی مخلوق کو دیکھ سکتے ہیں -

ان جانوروں میں بہت کم جانور ایسے ہوں گے جو انسانوں کے کام نہ آتے ہوں۔ ورنہ تو ہاتھی سے لے کر مچھر اور بلی تک سب جانور انسان کے کام آتے ہیں اس جگہ کچھ خاص خاص جانوروں کے خواص تحریر کئے جا رہے ہیں کیونکہ تمام حیوانات کے خواص بیان کرنے کے لئے کئی سو صفحات کی کتاب اور کئی جلدیں ہونی چاہئیں۔ اس کتاب کا مقصد آپ کے علم میں ہے کہ ہم ان مخلوقات کا ذکر (جن سے آپ اور آپ کا بچہ بچہ واقف ہے) کر کے ان کے خواص سے آپ کو آگاہ کر کے آپ کے حضور حق شناسی کی اس دعوت کو پیش کرنا ہے جو اسلام کا خاص مشن ہے تاکہ یہ کتاب آپ کے لئے سائنس کی معلومات کا بھی کام دے۔ اور دینیات بھی پیش کرے۔

انسان کے کام آنے والے جانور

قرآن پاک "سورہ نور" میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے تمام (دابہ) حیوانات کو پیدا کیا ہے۔ اس میں وہ بھی ہیں جو پیٹ کے بل چلتے ہیں۔ ان میں وہ بھی ہیں جو دو پیروں کے ذریعے چلتے ہیں۔ ان میں وہ بھی ہیں جو چار پیروں سے چلتے ہیں اور وہ بھی ہیں جو پروں کے ذریعے پرواز کرتے ہیں۔ اللہ جس کو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ ہر شئے پر قادر ہے۔ اب آپ چوپائے جانوروں کے پیدا کئے جانے کا مقصد ان کے فائدے ان کے خواص ملاحظہ فرمائیے۔

ہاتھی

یہ جنگل کا بہت بڑا اور طاقت ور جانور ہے۔ ہاتھی بڑے کام کا جانور ہے۔ پہلے زمانہ میں بادشاہوں کی سواری کے کام

آتا تھا اور جنگوں میں لڑائی کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ اگرچہ ہاتھی بڑا سرکش جانور ہے لیکن انسان نے اس کو اپنا غلام بنا کر اس سے بہت کام لئے۔ آج بھی رجواڑوں میں راجاؤں کی سواری میں کام آتا ہے ہاتھی کو درختوں کی لکڑیاں توڑنے اور وزنی لکڑیاں ڈھونے کے کام میں بھی لیا جاتا ہے۔ اس کے جسم کے بہت سے اعضا بڑے قیمتی ہوتے ہیں۔ ہاتھی کے مرجانے کے بعد اس کی قیمت زندہ ہاتھی سے زیادہ ہو جاتی ہے۔ یہ درست ہے، کیونکہ ہاتھی کا دانت بہت قیمتی ہوتا ہے۔ ہندوستان اور پاکستان میں ہاتھی دانت کی صنعت مانی ہوئی ہے۔ مغربی ممالک اور ایشیائی ممالک میں ہاتھی دانت کی بنائی ہوئی چیزوں کو ایکسپورٹ کیا جاتا ہے "ہاتھی کی ہڈیاں" بھی کیمیکل میں کام آتی ہیں۔ اس کا برادہ آتشیں مادے بنانے میں استعمال کیا جاتا ہے

"ہاتھی کا ناخن": ہاتھی کا ناخن بھی بہت کام کی چیز ہے۔ آنکھوں کی جملہ بیماریوں کے لئے کئی قسم کے سرموں اور دواؤں میں ڈالا جاتا ہے۔

اونٹ

اونٹ کو ریگستان کے جنگل کا راجا کہا جاتا ہے۔ اونٹ بھی بڑے کام آنے والا جانور ہے۔ فوجوں کی سواری۔ سامان تجارت کی حمالی، دور و دراز سفر کے لئے کام آتا ہے۔ مشہور ہے کہ اونٹ اپنے پیٹ میں آٹھ آٹھ روز کے لئے کھانا پانی کا ذخیرہ جمع کر کے سفر کو چلتا ہے۔ پہلے زمانہ میں ہاتھی۔ اونٹ۔ گھوڑوں پر بیٹھ کر جنگ ہوتی تھی۔ اونٹ اور گھوڑا بڑا وفادار جانور ہے۔ اس کے

تلووں میں چربی کی بہت موٹی تھلی ہوتی ہے اور اونٹ کا کوہان بھی چربی کا ہوتا ہے۔

درندے جانور جنگل میں رہنے والے شکاری جانوروں کو (جو گوشت خور ہوتے ہیں) ان کو درندہ کہتے ہیں۔ جیسے شیر۔ چیتا۔ بگھیرا۔ بھیڑیا۔ ریچھ۔ جنگلی بھینسا وغیرہ شامل ہیں اور انسان ان کا شکار کرتا ہے۔ ان درندہ جانوروں کی کھالوں کا بہت بڑا کاروبار ہوتا ہے۔

جنگلی چرندے جنگل میں بعض جانور ایسے بھی ہوتے ہیں جو دوسروں کا شکار نہیں کرتے بلکہ ان کا ہی شکار کر لیا جاتا ہے۔ ان کو جنگل میں چرنے والے جانور کہتے ہیں۔ جیسے نیل گائے۔ ہرن۔ بارہ سنگھا۔ جنگلی گھوڑا۔ زراف۔ جنگلی بھیڑ۔ پہاڑی مینڈھا۔ کنگارو۔ بندر۔ لنگور۔ خرگوش۔ پہاڑی بلی۔ نیولا۔ جنگلی گلہری وغیرہ۔ جنگل کے کچھ جانور ایسے بھی ہیں جو پستانیے اور گوشت خور کہلاتے ہیں۔

گوشت خور پستانیے جانور گوشت خور پستانیے جانور وہ ہوتے ہیں جو اپنے بچوں کو پستان سے دودھ پلاتے ہیں اور جانداروں کا شکار کر کے ان کا گوشت کھاتے ہیں۔ وہ حسب ذیل ہیں۔

ببر شیر۔ چیتا۔ باگھ (شیر جیسی نسل ہے)

شیر جنگل کا بادشاہ کہلاتا ہے۔ یہ بڑا خونخوار اور طاقتور ہوتا ہے۔ تقریباً ۲۰ فٹ اونچی چھلانگ لگا سکتا ہے، ۵۰ کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑ سکتا ہے۔ اپنے بچوں کو بڑی حفاظت سے پالتا ہے۔ بسا اوقات شیرنی اپنے بچوں کی خاطر شیر سے جھگڑا کر بیٹھتی ہے اور کئی کئی دن تک روٹھی رہتی ہے۔ پستان سے بچوں کو دودھ پلاتی ہے۔

لکڑبگھا اس کے دانت بہت سخت اور بہت تیز ہوتے ہیں۔ اس کے پاؤں کے نیچے نرم گدیاں ہوتی ہیں۔ تمام دن زمین کے نیچے بھٹ میں رہتا ہے، یہ زیادہ تر گوشت کھا کر اپنا گزارا کرتا ہے اور مردار گوشت بھی کھاتا ہے۔

بھیڑیا بھیڑیا کتے جیسی شکل کا جانور ہے۔ یہ بھی بچوں کو پستان سے دودھ پلاتا ہے، جہاں اس کے بچے ہوتے ہیں وہاں کوئی نہیں جا سکتا۔ یہ آدمی کو دیکھتے ہی اس پر حملہ کر دیتا ہے۔

سیہہ سیہہ یہ بڑا خطرناک جانور ہے، اس کے تمام جسم پر لمبے لمبے کانٹے ہوتے ہیں۔ چوہے جیسا منہ ہوتا ہے، یہ کسی بھی جاندار کو دیکھتے ہی فوراً حملہ کرتی ہے بڑی سخت جان ہوتی ہے۔

جب حملہ کرتی ہے تو اپنے دشمن کے جسم پر گہرائی تک کانٹے اندر اُتار دیتی ہے۔ سیہہ ہمیشہ طاقتور اور بڑے بڑے جانوروں پر

حملہ کرتی ہے۔ جیسے چیتا۔ باگھ۔ جب چیتا اس کو دیکھتا ہے تو اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ سیہہ کے جسم پر دس انچ سے بارہ انچ تک لمبے کانٹے ہوتے ہیں۔ جس جانور کو سیہہ زخمی کر دیتا ہے وہ جانور زخموں کی تاب نہ لاکر مرجاتا ہے۔

ریچھ

ریچھ کئی نسل کے ہوتے ہیں۔ تماشہ دکھانے والے مداری اس نسل کے ریچھ کو پکڑ لاتے ہیں جو بھورے یا کالے رنگ کا ہوتا ہے۔

ریچھ پھل۔ درخت کی کونپلیں۔ شہد چھوٹے کیڑے کھاتا ہے انسان سے بہت جلد مانوس ہوجاتا ہے۔ انسان جو کچھ اس کو سکھاتا ہے وہی سیکھ جاتا ہے۔ تلووں کے بل چلتا ہے۔ درخت پر اُلٹا چڑھ جاتا ہے۔ جنگلی ریچھ انسان کا جانی دشمن ہوتا ہے۔ یہ بھی روایت ہے کہ ریچھ جانوروں کے گروہ پر حملہ کرکے اپنی خوراک حاصل کرتا ہے۔ مچھلیوں کو تالاب سے پکڑ کر کھا جاتا ہے۔ ریچھ میں سننے اور دیکھنے کی طاقت بہت کم ہوتی ہے۔ البتہ سونگھنے کی طاقت بہت ہوتی ہے۔

ریچھ مردہ جانور اور مردار گوشت کو نہیں کھاتا۔ پالتو ریچھ اپنے مالک کے دشمن بھیڑیا۔ سانپ وغیرہ کو مار ڈالتا ہے۔

چنانچہ پستانیے جانوروں میں مذکور جانور انسان کے کام آنے والے جانور کہے جاتے ہیں۔

آبادی کے رہنے والے جانور

انسانی آبادی میں زیادہ تر چوپائے جانور ہوتے ہیں جو انسان کے لئے بہت ضروری اور نفع بخش ہیں۔ مثلاً دودھ دینے والے جانور۔ جیسے گائے بھینس۔ بکری۔ کام میں آنے والے کتے۔ گھوڑے۔ گدھے۔ ان جانوروں کے کام اور فائدوں سے آپ خوب اچھی طرح واقف ہیں خصوصاً یہ کہ گائے۔ بیل۔ بھینس۔ بکرے کی کھال ہندستان میں بہت کام آتی ہے اس سے چمڑے کے جوتے، ہینڈ بکس، منی پرس۔ تلوار، خنجروں کے کیس۔ جنگی ہتھیاروں کے بکس۔ غرض یہ کہ جس زاویہ سے مخلوقات کو آپ دیکھیں گے آپ کو اس میں کوئی نہ کوئی حکمت ملے گی۔ اور یہ تصدیق ہو جائے گی کہ بے شک اللہ تعالےٰ نے تمام مخلوق کو کسی نہ کسی مقصد کے پیش نظر پیدا کیا ہے اور اس کو انسان کا مطیع ومنقاد بنا دیا ہے۔

بعض جانور تو نہایت برکت والے اور منفعت کا خزانہ ہوتے ہیں جیسے بھیڑ بکریاں، دمبہ۔ مینڈھا۔ ان کی نسل بہت پیدا ہوتی ہے۔ ان کے بالوں سے اون بنتا ہے۔ ان کی کھالوں سے جوتے۔ ٹوپیاں اور بہت سی چیزیں بنائی جاتی ہیں۔ بکری کا دودھ شفا ہے۔ اس کے بڑے فوائد ہیں۔ تپ دق کے مریض کے لئے بکری کا دودھ اور شہد بہت مفید ہے۔

پانی کے جانور

سمندروں میں، ساحلوں پر، سمندروں کی گہرائی میں، دریاؤں میں، نہروں میں خدا کی عجیب عجیب مخلوقات آباد ہے۔ ان کی موت و زندگی کا مستقل ایک نظام ہے۔ اس نظام کو برقرار رکھنے کا پورا پورا شعور حضرت حق تعالیٰ نے اس مخلوق کو عطا فرمایا ہے

مچھلیاں

آپ اگر تمام زندگی مچھلیوں کی نسلیں اور ان کی خصلتیں ان کے فوائد پر ریسرچ کریں تو مجھ کو یہ یقین ہے کہ اس کے پورا کرنے میں یہ محدود عمر قاصر رہے گی۔ بڑے بڑے سائنسداں حضرات نے اس بارے میں صرف ان خاص خاص مچھلیوں کا اور پانی کے جانوروں کا ذکر کیا ہے جو بہت زیادہ مشہور ہیں اور انسان کے کام آتے ہیں۔ ان مخصوص آبی جانوروں کا تعارف کراتے ہوئے ہم آپ کے فکر سلیم کو خالق مطلق کی کاریگری، اس کی مصوری، اس کی ربوبیت، اس کی رزاقیت کی طرف مبذول کرا رہے ہیں تاکہ آپ بے شمار قسم کی خوبصورت سے خوبصورت مچھلیوں کو دیکھ کر ان کے پیدا کرنے والے کی حُسن خلاقی کا اندازہ لگا سکیں۔

پانی کے جانور جن میں مچھلیاں بھی شامل ہیں۔ ہزاروں قسم کے

ہیں۔ ان میں بعض ہڈی والے ہیں اور بعض بغیر ہڈی کے ہیں۔ بعض پانی سے منہ باہر نکال کر سانس لیتے ہیں اور بعض پانی کے اندر ہی اپنے گلپھڑوں کو ہلاکر ہوا حاصل کرتے ہیں۔

پانی کے جانوروں میں بڑے بڑے کارآمد جانور ہیں جن کی چربی جن کا گوشت انسان کے کام آتا ہے۔ ان میں سے خاص خاص جانوروں کا ذکر درج ذیل ہے۔

مچھلیوں کی شناخت

جیسا کہ آپ کو بتایا گیا ہے کہ پانی میں رہنے والے جانور کئی قسم کے ہیں۔ گینڈا۔ مگرمچھ دریائی گھوڑا۔ وہیل۔ پائل۔ کیکڑا (سرطان)، مینڈک۔ پانی کی بلی وغیرہ لیکن مچھلیوں کی شناخت یہ ہے کہ ان کے تن پر ہوتے ہیں وہ دُم کو ہلاکر چلتی ہیں اور بازوؤں کے پروں سے گھومنے کا کام لیتی ہیں۔ اپنے توازن کو برقرار رکھتی ہیں۔

وہیل

یہ پانی کا بہت بڑا جانور ہے ممالیا نسل کے جانوروں کی تیسری قسم ہے۔ اس کے بازو اور دانت نہیں ہوتے اس نسل میں وہیل۔ اور ڈولفن شامل ہیں۔ وہیل دُنیا کی سب سے بڑی مخلوق ہے۔ اس کی بہت سی قسمیں ہیں۔ نیلے رنگ کی وہیل تیس گز کے قریب لمبی اور تین ہزار من وزنی ہوتی ہے اس کی شکل وصورت مچھلی سے ملتی جلتی ہے لیکن سائنسدان

اس کو مچھلی نہیں کہتے بلکہ ممالیا کی نسل کا آبی جانور تسلیم کرتے ہیں۔ یہ اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہے اور پھیپھڑوں کے ذریعہ سانس لیتی ہے۔ اس میں چربی بہت نکلتی ہے جو نہایت کار آمد ہے۔ آج کل وہیل کا بہت شکار کیا جاتا ہے۔

گینڈا

یہ بڑا خونخوار اور وزنی جانور ہے۔ ممالیا کی دوسری قسم ہے جو دانت اور جبڑوں سے کھاتا ہے۔ چوپائے جانوروں کے مشابہ ہوتا ہے۔ گینڈا پانی میں بھی رہتا ہے اور خشکی میں بھی رہتا ہے۔ اس کی کھال کی ڈھال کی ذرہ بنائی جاتی ہے۔

مگرمچھ اور دریائی گھوڑا

یہ بھی ممیالی کے جانوروں کی دوسری قسم ہے۔ مگر یہ انسان کے زیادہ کام آنے والے جانور نہیں۔ یہ پانی کے بڑے خونخوار جانور ہیں۔ سمندر میں شکار کرنے والے انسان مگرمچھ اور دریائی گھوڑے کا شکار کرنا بڑا فخر سمجھتے ہیں۔ مگرمچھ کی کھال بڑی قیمتی ہوتی ہے۔ یہ دریا کے کنارے پر بچے دیتے ہیں۔ پانی کے قریب کنارے پر رہنے والے انسان۔ گائے۔ بیل بھینس۔ بکری حتیٰ کہ ہاتھی کو پکڑ کر پانی میں لے جاتے ہیں اور وہاں ان کا لقمہ بنا لیتے ہیں۔ اس لئے دریا کے کنارے پانی سے دور کھڑا رہنا چاہیئے۔ بڑے لوگوں کی نصیحت ہے کہ پانی اور آگ کے قریب نہ جاؤ۔ یہ دشمن ہے۔ اس سے جان بچاؤ۔

مچھلیاں

مچھلیوں کی نسل کے سینکڑوں قبیلے ہیں۔ ان میں دو قبیلے بہت بڑے ہیں۔ ایک قبیلہ گرّی (ڈھانچے والی) مچھلیوں کا ہے جس میں ہڈی اور پسلی نما کانٹے ہوتے ہیں۔ جیسے

دوسرا قبیلہ عظمی (ہڈی والی) مچھلیوں کا ہے جیسے

گُرّی :۔ نسل والی مچھلیوں کی قسمیں بھی بہت ہیں۔ ان میں شارک مچھلی قابل ذکر ہے۔ یہ بڑی لمبی اور خونخوار ہوتی ہے۔ شارک مچھلی چالیس چالیس فٹ لمبی بیس بیس من وزنی ہوتی ہے۔ اس کے بارے میں مشہور ہے کہ جب سمندر میں اس کے برابر سے کوئی چھوٹا جہاز یا اسٹیمر گذرتا ہے تو یہ غصہ میں آکر اس پر ٹکّر مار کر پلٹ دیتی ہے۔ اس کے گوشت اور پھیپھڑوں کی چربی نکال کر دوا کے کام میں لی جاتی ہے۔ اس کا تیل (کارڈیور آئل) انگریزی نام پھیپھڑں کے مریض انسانوں کے لئے بیحد مفید ہے۔

عظمی :۔ ہڈّی والی مچھلیوں کی نسل اور ان کے قبیلوں کا کوئی شمار نہیں۔ اگر دنیا کے چوپائے جانوروں کی تمام نسلوں کو جمع کر کے مقابلہ کیا جائے تب بھی ہڈّی والی مچھلیوں کی نسلیں ان سے کہیں زیادہ ہوں گی۔ جو مچھلیاں سمندر کی گہرائیوں میں پائی جاتی ہیں اور پانی کی سطح سے سات سات میل کی گہرائی میں رہتی

ہیں جہاں انتہائی اندھیرا ہوتا ہے وہاں یہ مچھلیاں جگنوں کی طرح چمکتی ہیں اپنے جسم کی روشنی سے راستہ معلوم کرتی ہیں۔ ان کی شکل بڑی ڈرائونی دیو جیسی ہوتی ہے۔ خدا نے ان کو اتنی عقل عطا فرمائی ہے کہ یہ اپنی اپنی نسل کو پہچانتی ہیں۔ ان کے بچے دینے کا مقام مخصوص ہوتا ہے جہاں ہر مچھلی جاکر انڈے بچے دیتی ہے۔ خواہ اس مقام کا فاصلہ دسیوں میل کا کیوں نہ ہو ہر ایک مچھلی وہیں جاتی ہے۔ وہاں بچے دے کر چند روز ماں کی ممتا نبھاکر بچوں کو چھوڑ کر پھر اپنے مقام پر چلی آتی ہے

خدا کی قدرت

اس بیان میں یہ واقعہ تو انتہائی عبرتناک ہے کہ جب اس مخصوص مقام پر مچھلیوں کے بچے پل کر جوان ہوجاتے ہیں تو وہ بھی اپنے ماں باپ کے رہنے کی جگہ پر پہنچ جاتے ہیں۔ جب اس نئی پود میں کوئی مچھلی بچے دینے کے قابل ہوتی ہے تو وہ بھی بغیر کسی رہبری کے اسی مقام پر جاکر بچے دیتی ہے۔ اب آپ غور فرمائیے کہ ان جانوروں کو اس قدر شعور زندگی، علم حیات۔ اور سمجھ بوجھ کس نے عطا کی ہے؟ (میرے عزیزوں وہ ذات اللہ کی ہے)۔ اور یہی باتیں اللہ کے پہچاننے کے لئے روشن دلیل ہیں۔

مچھلیوں میں اگر کوئی مچھلی بیمار ہوجاتی ہے تو دوسری مچھلیاں فوراً سمجھ جاتی ہیں کہ یہ بیمار ہے۔ وہ اس بیمار مچھلی کو یا تو اپنے سے جدا کر دیتی ہیں یا خود مار مار کر ختم کر دیتی ہیں۔

نمائشی مچھلیاں

اب کچھ ایسی مچھلیوں کا ذکر بھی کر رہے ہیں

جو اللہ میاں کی بنائی ہوئی بے مثال ڈرائنگ ہے۔ بناوٹ۔ رنگ۔ نزاکت۔ اندازِ رفتار اللہ اللہ قربان خدا کی کاریگری کہ پانی کے اندر انڈوں میں سیپ ہیں۔ جھیلوں میں کیسے کیسے خوبصورت رنگ کی مخلوق پیدا کی ہے۔ ایک بار تو دیکھنے والا محوِ حیرت رہ جاتا ہے اور ٹک ٹک کھڑا دیکھتا رہتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کن انگلیوں سے کس قلم سے میرے مولا نے کائنات کی یہ ڈرائنگ بنائی ہے۔ اسکی تعریف نہ زبان کر سکتی ہے اور نہ ہی قلم میں یہ طاقت ہے کہ وہ اللہ کی تعریف کا حق پورا کرے۔

اکیوریم نمائشی مچھلی گھر

آپ نے بڑے بڑے شہروں میں حکومت کی طرف سے قائم کردہ عجائب گھر اور مچھلیوں کے اکیوریم دیکھے ہوں گے۔ جہاں قسم قسم کے جانور اور ہزاروں نسل کی مچھلیاں دکھائی جاتی ہیں۔ طلبا کو اور ہر انسان کو وہاں پہنچکر صرف دیکھنے کا لطف ہی نہ اٹھانا چاہیے بلکہ ان تمام مخلوقات کو دیکھ کر دنیا کے سائنس کا بہت بڑا سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ وہ یہ کہ اس مخلوق کے پیدا کرنے والے کی معرفت بھی حاصل کی جائے جو ہزار پردوں میں رہ کر بھی جلوہ نما ہے۔ یہی اسلامی سائنس ہے اور یہی اسلامی دعوت ہے۔

اکیوریم میں جو ہزاروں قسم کی مچھلیاں رکھی جاتی ہیں ان میں [illegible] دریائے آمیزن برصغیر ہند و پاک، جنوبی ایشیا

ایسٹ انڈین آئی لینڈ کی ہوتی ہیں۔ یہ مچھلیاں چار سوت سے لے کر چھ انچ لمبی تک ہوتی ہیں۔ ان میں بڑی بڑی حسین خوبصورت قابلِ دید مچھلیاں ہوتی ہیں۔ اکثر اہلِ علم حضرات اور سائنس داں حضرات اپنے گھروں میں شوروم میں شیشے کے ٹینک بنا کر ان میں ہرے پودے لگا کر مچھلیاں رکھتے ہیں۔ چنانچہ ان مچھلیوں کا کاروبار بہت بڑا ہے ویسٹ انڈیز۔ وسطی اور جنوبی امریکہ کے لئے ایسی مچھلیاں دوسرے ملکوں سے برآمد کی جاتی ہیں۔

اکیوریم کے سجانے کے لئے اور مچھلیوں کو پالنے کے لیے جو مچھلیاں بہت مشہور ہیں ان کے نام یہ ہیں:۔

انجیل فش امریکہ کی۔ گولڈن فش چین۔ سورڈ ٹیل فش۔ پرل گورائی فش۔ بلیک بینڈ فش۔ ہیڈ اینڈ ٹیل لائٹ فش۔ گپی جرمن۔ ٹائیگر برب فش۔ بائٹنگ فش۔ نیون تیترا فش۔ بلو کرمی فش۔ گلاس فش۔ کیجنک کرمی فش۔ بلیک مولی فش۔ پلاٹی ریڈ فش۔ پیراڈائز فش۔ پنسل فش۔ ہرلی کوئن فش۔ مون لائٹ فش۔ فائن وینگ فش۔ قرآن فش (جس کی دُم پہ کلمہ طیبہ لاالہ الااللہ لکھا ہوتا ہے) یہ میں نے خود بمبئی کے اکیوریم میں ۱۹۵۵ء میں دیکھی ہے۔ یہ مچھلیاں ہند و پاک اور جنوبی ایشیا کے سمندروں اور دریاؤں میں پائی جاتی ہیں۔ یہ تو وہ نام ہیں جو بہت مشہور ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ سینکڑوں نسلیں

اور قسمیں ایسی ہیں جن کے نام معلوم ہی نہیں۔ میں نے ہندوستان اور بیرون ممالک کے اکیوریم کو دیکھا ان کے چھپے ہوئے رسالے لئے۔ ان میں دیئے ہوئے نام پڑھے۔ پھر جب اکیوریم میں گھسا تو رسالہ میں دیئے ہوئے ناموں سے کہیں زیادہ مچھلیاں دیکھیں۔ ان سے دریافت کیا تو ان کو یہ کہتے بن پڑا کہ یہ نسل ابھی حال میں آئی ہے۔ اب ان کا نام رکھیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی معلومات ابھی بہت وسیع ہے۔ ان مچھلیوں کی اپنی کچھ خصوصیات ہیں جس کی قدرے معلومات حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔

خصوصیات

ان آرائشی مچھلیوں میں کچھ کی اپنی خصوصیات بھی ہیں۔ مثلاً انجیل فش کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ صرف باریک زندہ کیڑے کھاتی ہے۔ اس کے علاوہ دوسری کوئی چیز نہیں کھاتی جب زیادہ بھوکی ہوتی ہے تو کائی چاٹ کر گزارہ کرتی ہے۔

لاٹوس فش: پتے ساگ پات اور دوسری چیزیں کھاتی ہے۔ جب یہ بھوکی ہوتی ہے تو اپنی نسل کی چھوٹی مچھلی کو مار کر اپنی غذا بنا لیتی ہے۔

فائیٹنگ فش:۔ یہ مچھلی اپنی فطرت کے اعتبار سے بہت جھگڑالو اور غصہ والی ہوتی ہے۔ جہاں یہ دو مچھلیاں آمنے سامنے ہوں گی فوراً غصہ میں بھر جائیں گی اور لڑنا شروع کر دیں گی۔ ان کی عداوت و رقابت کے جذبہ کا یہ عالم ہے کہ اگر ان کے سامنے شیشہ رکھ دیا جائے تو یہ آئینہ سے لڑنے لگتی ہیں۔

اکیوریم میں رہنے والی مچھلیاں کچھ بچے دیتی ہیں اور کچھ انڈے

دیتی ہیں - بچے دینے والی مچھلیاں یہ ہیں - سورڈٹیل - بلیک مولی - گپی -

گپیؔ مچھلی کی ایک خاصیت یہ ہے کہ ان کی نسل بے اندازہ بڑھتی ہے اور ہر ۲۸ دن کے بعد پانچ جھول دیتی ہے جس میں سینکڑوں کی تعداد میں بچے ہوتے ہیں - ایک نر و مادہ کے حساب سے بچے ہوتے ہیں لیکن ان میں بہت کم زندہ رہتے ہیں - خدا کی قدرت یہ دیکھیے کہ ان نسلوں میں ان کا اپنا اپنا سماج زندگی جدا جدا ہے جس کو وہ اختیار رکھتی ہیں - یعنی بعض مچھلیاں درختوں کے پتوں کا سہارا لے کر آرام کرتی ہیں - بعض پہاڑ پتھروں میں گھس کر باقاعدہ لیٹ کر آرام کرتی ہیں - بعض پانی کے بیچ میں سکوت کر کے آگے پیچھے آرام کرتی ہیں - بعض مچھلیاں آٹھ آٹھ روز بغیر کھائے زندہ رہتی ہیں - انجیل فش کے علاوہ دوسری مچھلیوں کا فوڈ (غذا) بھنگوں، پروانوں سوکھی ہوئی مچھلیوں - سبز پتوں سے بنایا جاتا ہے -

---

پرندوں کی دنیا

جگنو سے شاہیں تک، زاغ و زغن سے سیمرغ تک دنیا میں جتنے پرندے ہیں وہ سب اپنے اپنے اوصاف کے اعتبار سے انسانوں کے لئے نہ صرف کام کی چیز ہیں بلکہ خدائے تعالیٰ کی جانب سے نعمتِ عظمیٰ ہیں - پرندوں میں جہاں سیمرغ جیسے عظیم جانور ہیں

وہاں اتنے باریک پرندے بھی ہوتے ہیں جو آئی گلاس کے ذریعہ دوربینی شیشہ سے دیکھے بغیر نظر نہیں آتے۔ جب آپ کسی پرانی کتاب کا مطالعہ کریں گے۔ کتاب کے صفحوں پر بہت باریک پرندہ چلتا نظر آئے گا جس کا منہ لال ہوتا ہے۔ اس کا جسم سوئی کی نوک کی برابر ہوتا ہے۔

اگر آپ خدا کی ایسی مخلوقات کی تحقیقات کریں (جو بہت زیادہ باریک ہوتی ہے) تو آپ کو اتنی باریک اور باریک تر پرندے ملیں گے جو سوئی کی نوک پر سینکڑوں کی تعداد میں بیٹھ جاتے ہیں۔ انسان وحیوان کے سائنس میں پرواز کرنے والے پرندے۔ جانور جراثیم اتنے باریک ہوتے ہیں جو سوئی کی نوک پر ہزاروں کی تعداد میں بیٹھ جاتے ہیں۔

یہ سب قدرت کی تخلیقی کاریگری کی نشانیاں ہیں۔ اس مسئلہ میں ریسرچ کرتے ہوئے آپکو ایک بار تو یہ حیرانی ہوگی کہ اتنے باریک جانوروں میں دماغ۔ پیٹ اور نظام زندگی کی پوری مشین کس نے بنائی اور کس طرح بنائی پھر یہ کہ ہر ایک مخلوق کو بامقصد پیدا کیا گیا ہے۔ اگر قدرت نے کسی پرندے کے دو پَر بنائے ہیں تو ایک پَر میں زہر اور دوسرے پَر میں تریاق پیدا کر دیا۔ پرندوں کی خصلتیں۔ ان کے عادات ان کا رہن سہن عجیب وغریب ہوتا ہے۔ اگر پرندوں کی چونچ سے تعمیر کئے ہوئے آشیانوں کو دیکھا جائے تو بڑے بڑے انجنیر بھی حیرت سے انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں۔ صرف چونچ سے بنائے ہوئے آشیاں ہیں

کمرے۔ دالان۔ دروازے۔ بچے پیدا ہونے کی مخصوص جگہ اتنے اچھے تناسب سے بنے ہوئے ہوتے ہیں جو باعث حیرت ہوتے ہیں۔ تعمیری کام کرنے والے انجینئر۔ راج مستری وغیرہ ایک طاق بنانے کے لئے واٹر لیبل۔ سوت پیمائش وغیرہ کا بار بار استعمال کرتے ہیں۔ پھر بھی کہیں نہ کہیں خامی رہ جاتی ہے۔ اس کے مقابلے پر اگر آپ شہد کی مکھی کا بنا ہوا گھر دیکھیں تو اس کے خلنے ان کے پہلو ایک دوسرے سے بالکل برابر ہوں گے۔ لیجئے اب کچھ خاص خاص پرندوں کی خصوصیات کا ذکر پڑھئے جو خاص طور پر سائنس کا موضوع ہیں۔

سیمرغ

سیمرغ جنگل کا بہت مشہور پرندہ ہے جو فضا میں پرواز بھی کرتا ہے اور ریت کے جنگل میں بہت تیز دوڑتا ہے سیمرغ کی ٹانگیں چار پانچ فٹ لمبی ہوتی ہیں۔ گردن چھ فٹ لمبی ہوتی ہے۔ اونٹ کی طرح درختوں کے پتے زمین پر کھڑے کھڑے توڑ لیتا ہے۔

سیمرغ کا شکار

سیمرغ کا شکار بڑی مشکل سے ہوتا ہے اس کا شکار کرنے والے تیز رفتار گھوڑوں پر سیمرغ کے پیچھے دوڑتے ہیں۔ جب ایک گھوڑا تھک جاتا ہے تو دوسرے گھوڑے کو اس کے پیچھے دوڑاتے ہیں۔ سیمرغ جنگل کی گولائی میں میلوں تک دوڑتا ہے اور تھکتا نہیں۔

ڈاک وتار اور سیمرغ

یہ بھی مشہور ہے کہ پہلے زمانہ میں

سیمرغ اور کبوتروں کو سکھا کر ان سے ڈاک تار (خبر رسانی) کا کام لیا جاتا تھا۔ سیمرغ کی چربی بہت کار آمد ہے۔ دواؤں میں کام آتی ہے۔

ہمٰی شاہین (ہما) ہمٰی کا نام تو بہت سنا ہے۔ لیکن یہ وجود کے اعتبار سے افسانہ کا موضوع بن گیا ہے۔ پرانی کہانیوں میں اس کے بڑے چرچے آتے ہیں۔ مگر یہ پرندہ دیکھنے میں نہیں آتا۔ اس کے نظر نہ آنے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ یہ آسمان کی بلندی میں بہت اونچے پرواز کرتا ہے اور زیادہ تر اوپر فضا میں ہی اُڑتا رہتا ہے۔ فضا میں ہی چھوٹے چھوٹے پرندوں کا شکار کرکے پیٹ بھرتا ہے۔ شاہین کی قوتِ پرواز اور اس کی بلند ہمتی کو مثال کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

مور برسات کی رُت میں کبھی کبھی میہو میہو کی سُریلی آوازیں آتی ہیں۔ گاہے دُور دُور سے گاہے پاس پاس سے۔ بس آپ جان لیں کہ یہ آواز اُسی حنائی پیروں والے اور ہفت رنگ خوبصورت پرندے کی ہے جس کو مور (طاؤس) کہتے ہیں جس وقت برسات کی ننھی ننھی بوندیاں برستی ہیں اس وقت مور ہرے بھرے درختوں میں بیٹھ کر اپنی مرضی کے گیت گاتا ہے اور جب بہت زیادہ خوشی میں آتا ہے تو اپنی رنگ برنگی ریشم کی چادر کھول کر ناچتا ہے تو جنگل محفل رقصِ طاؤس بن جاتا ہے۔

مور ہر ملک میں پایا جاتا ہے۔ امریکہ کے ملک میں سفید رنگ کا

مور بھی ہوتا ہے۔ مور برسات میں درختوں اور پہاڑیوں پر چڑھ جاتا ہے سانپ کا دشمن ہے جوں ہی سانپ کو دیکھتا ہے لقمہ بنا جاتا ہے۔ سانپ کھائے ہوئے مور کو شکار کر کے اس کا گوشت نہ کھانا چاہیئے یہ بہت نقصان دہ ہے۔ ہندوستان میں مور کا بڑا احترام کیا جاتا ہے۔

طائران چمن

باغوں کے پرندوں کو طائرانِ چمن کہتے ہیں۔ وہی پرندے بہاروں میں صحن چمن میں درختوں پر ڈالی ڈالی پات پات چہچہاتے ہیں۔ ملہار گاتے ہیں۔ ایک طرف پھولوں کا حسن۔ صرصر کرتی نسیم سنہری گھانس کا سبز مخملی فرش۔ دوسری طرف بلبل۔ قمری۔ کوئل پپیہا۔ تلیر۔ تیتر۔ طوطا۔ مینا۔ اپنے اپنے گلوں سے بربط ونے جیسی سُریلی آوازوں سے دلکش راگ الاپتے ہیں جس کے سبب پوری فضا گونج اٹھتی ہے۔

باغوں میں رہنے والے یہ پرندے اپنے رنگ و روپ کے اعتبار سے دیکھنے کے قابل ہوتے ہیں۔

جس طرح ان کے رہنے کے آشیانے پُر فضا ہوتے ہیں۔ اسی طرح ان کے رہنے کا انداز بھی بڑا پُر تکلف ہوتا ہے۔ کوئی درختوں کے ٹہنے میں اپنی چونچ سے سوراخ کر کے گھر بناتا ہے۔ کوئی دو پتوں کے بیچ میں اپنا مکان بناتا ہے اور اپنی چونچ سے دونوں پتوں کی ایسی باریک سلائی کرتا ہے کہ آدمی دیکھا کئے۔ کوئی پرندہ شاخوں میں لٹکے ہوئے پھلوں کی طرح گھونسلہ تعمیر کرتا ہے۔ گھونسلہ بنانے والے

پرندوں میں سب سے زیادہ عقلمند اور قابلِ دید گھر بنانے والا پرندہ بیا ہے۔

بیا

بیا چڑیا کی برابر ہوتا ہے۔ بہت تیز اُڑتا ہے۔ اس میں بڑی پھرتی ہوتی ہے۔ ہوشیاری اور فن تعمیر نشیمن میں مانا ہوا ہے۔ یہ اپنی چونچ سے باریک تنکوں کا گھونسلہ بناتا ہے کہ جس میں دروازہ اندر کوٹھری، دالان، کمرے، بچوں کے لئے محفوظ گوشے بناتا ہے چھاجوں پانی برستا رہے لیکن گھونسلہ کے اندر ایک بوند نہیں جاتی۔ گھونسلہ کا تانا بانا اتنا مضبوط ہوتا ہے کہ کسی باریک کپڑے کا بھی کیا ہوگا۔

بئے کی نصیحت

بیا عقلمند جانور ہونے کے ساتھ ساتھ محنت کش بھی ہے۔ اس کے محنت کش ہونے کا اندازہ بئے کے گھونسلے سے لگایا جا سکتا ہے۔ بئے کی محنت کشی اس بات کا سبق پیش کرتی ہے کہ اس دنیا میں چین اور سکھ وہی اُٹھا سکتا ہے جو محنت کش ہوگا خواہ وہ جانور ہو یا انسان۔ آپ نے ایک مشہور مثل سنی ہوگی وہ یہ ہے

سِکھا دیجئے واکو جسے سِیک سہائے
سیک نہ دیجئے باندرے کو جو بئے کا بھی گھر جائے

بظاہر یہ مبہم سا جملہ معلوم ہوتا ہے لیکن اصل واقعہ کے اعتبار سے بڑا نصیحت خیز ہے۔ در اصل یہ بئے کی نصیحت ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بڑے زور کی بارش برس رہی تھی۔

ایک درخت پر بندر بیٹھا ہوا بارش میں بھیگ رہا تھا۔ اُسی درخت پر بیّے کا گھونسلہ بھی تھا۔ بیا اپنے گھونسلے میں آرام سے بیٹھا ہوا بارش کے مزے لے رہا تھا۔

بیّے نے جب بندر کو بھیگتے ہوئے دیکھا تو بیّے نے گھونسلے سے منہ نکال کر کہا۔

ارے :- آدمی کے سے ہاتھ پیر آدمی سی کایا
چار مہینے برکھا پائی پھر بھی گھر نہ بنا

یعنی بندر کو خطاب کر کے کہا کہ تیرے ہاتھ پاؤ انسان جیسے ہیں۔ تیری فطرت انسان جیسی ہے ۔چار مہینے تک سوکھا سمار ہا پھر اپنا گھر نہ بنایا۔

اس نصیحت کی بات پر بندر کو غصہ آگیا۔ اس نے انتقاماً یہ کام کیا کہ جب بارش رُک گئی اور بیّا گھونسلے سے باہر گیا تو بندر نے اس کے گھونسلے کو نوچ نوچ کر پھینک دیا۔جب بیا آیا اور اس نے بندر کی یہ حرکت دیکھی تو پھر مایوس ہوکر کہا :

سیک دیجئے واکو جسے سیک سہائے
سیک نہ دیجئے باندرے کو جو بیّے کا بھی گھر جائے

غور کیجیئے کہ محنت کر کے آرام اُٹھانا اور کاہلی برت کر دُکھ اٹھانا اس مثال میں عیاں ہے۔ ساتھ ہی یہ کہ نصیحت اہل طلب کو کرنی سود مند ہوتی ہے۔

چمگادڑ

چمگادڑ۔ پستانے جانوروں میں سے ایک پرندہ ہے جو چھاتی سے لگاکر اپنے بچوں کو دودھ پلاتا ہے۔ چمگادڑ کا منہ بلی جیسا اور پر (پنکھ) باریک جھلی کے بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ اس کے سینے میں بڑی جان ہوتی ہے۔ سینہ کے زور سے پر ہلاکر اڑتی ہے۔

چمگادڑوں کی کالونی

چمگادڑوں کی تین قسمیں ہیں ایک ہی قسم کی چمگادڑیں ایک ہی جگہ کالونی کی صورت میں رہتی ہیں چمگادڑ پیروں کے بل چھت کی کڑیوں میں درخت کی ٹہنیوں میں، پرانی عمارتوں میں ہزاروں کی تعداد میں رہتی ہیں مشہور ہے کہ چمگادڑ دن کی روشنی میں پرواز نہیں کرسکتی۔ یہ رات کے وقت اڑتی ہے اور رات کو ہی اپنی غذا تلاش کرتی ہے۔ اس کی پرواز بڑی تیز ہوتی ہے۔

چمگادڑ کے کان

سائنسدانوں نے ریسرچ کی ہے کہ چمگادڑ کی آنکھیں بہت کمزور ہوتی ہیں اور بعض نسل تو اندھی ہوتی ہے لیکن چمگادڑ کے کان بڑی زبردست شمع کی طاقت رکھتے ہیں بلکہ اس کے کان ایک قسم کا راڈر سسٹم ہیں۔

چمگادڑ رات کو اپنی غذا کے لئے نکلتی ہے۔ اندھا ہونے کے باوجود کسی چیز سے نہیں ٹکراتی۔ بغیر کسی پریشانی کے درختوں کی ٹہنیوں، پتوں کے جھنڈ میں سے صاف نکل جاتی۔

کافی زمانے تک سائنسدانوں کو چمگادڑ کے اس وصف نے حیرت میں ڈال دیا تھا۔ بڑی تحقیقات کے بعد پتہ چلا کہ اللہ تعالےٰ نے اس کے کان اور اس کی آواز کو ایک قسم کا راڈر بنا دیا ہے۔ جب یہ اُڑتی ہے تو بہت زور کی آواز نکالتی ہے۔ وہ آواز ہوا کی لہروں میں پھیل جاتی ہے، مقابل کی چیز سے آواز ٹکراتی ہے تو اس کی لہروں میں درجہ بدرجہ واپس آتی ہے جس سے چمگادڑ یہ اندازہ لگا لیتی ہے کہ میرے سامنے یا دائیں بائیں اتنے فاصلہ پر کوئی رکاوٹ ہے، یہ خبر پاکر فوراً راستہ تبدیل کر دیتی ہے۔ اس طرح اپنے صحیح مقام پر جانے کے لئے آواز کی لہروں پر چلتی ہے۔

آواز کی ان لہروں سے پتہ چلاتی ہے اور پرواز کرتی ہے۔

چمگادڑ کی غذا

جیسا کہ آپ نے پڑھا ہے کہ چمگادڑ کی تین نسلیں ہوتی ہیں۔ ہر نسل کی غذا جُدا جُدا ہوتی ہے۔ چمگادڑ کی ایک نسل کیڑے مکوڑے کھانے والی ہوتی ہے چمگادڑ کی دوسری نسل پھل پودے کھانے والی ہوتی ہے۔ چمگادڑ کی تیسری نسل خون چوسنے والی ہوتی ہے۔ خون چوسنے والی

چمگادڑ کے کان دوسری نسل کی چمگادڑوں سے بہت بڑے ہوتے ہیں خون چوسنے والی چمگادڑ امریکہ میں پائی جاتی ہے، یہ بڑے جانوروں اور انسانوں پر حملہ کر کے چمٹ جاتی ہے اور خون چوس لیتی ہے، چمگادڑوں کا شہری آبادیوں میں، پرانی عماروں میں مکانات کے زینوں میں رہنا انسانی آبادی کے لئے مضر ہے۔

ابابیل

ابابیل چڑیا سے بھی چھوٹا پرندہ ہوتا ہے۔ اس کی چونچ خاکی رنگ کی قدرے سفید ہوتی ہے۔ ابابیل ۳۰۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اڑتا ہے۔ عموماً سورج غروب ہونے سے قبل سینکڑوں کی تعداد میں ابابیل پرندے جمع ہو کر اُفق میں اُڑتے ہیں۔ ان کی آنکھ بہت تیز ہوتی ہے۔ ابابیل پانی کی سطح پر اڑتے اڑتے چھوٹی مچھلیوں کو چونچ سے پکڑ لیتا ہے۔

سمندر اور ابابیل

روح سکندر سے پوچھئے کہ آپ کو سمندر کی گہرائی معلوم کرنے اور حد سکندری بنانے میں کتنی دشواری پیش آئی!

کوئی اس ملاح سے دریافت کرے (جس ملاح کی تمام عمر سمندر میں جہاز و کشتیاں چلاتے چلاتے گذر گئی) کہ سمندر کا پانی کس کس جگہ گہرا ہے، اور آپ بغیر قطب نما کے راستہ کیوں نہیں چل سکتے؟ بہت ممکن ہے کہ ملاح اس سوال کا جواب دینے سے مجبور ہو جائیگا اور سکندر ذوالقرنین کی روح ٹھنڈا سانس بھرے گی۔

مگر جب اس چھوٹے سے پرندے " ابابیل " کا حال پڑھیں گے تو آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ ابابیل پرندہ بغیر قطب نما کے سمندر پر دو ہزار میل تک بالکل صحیح راستہ پر اور ایک ہی سمت پر پرواز کرتا ہے۔ اسکی فضائی سڑک آمدورفت کے لئے ایک ہی ہوتی ہے جو یہ پرندہ اختیار کرتا ہے یا اس کے پہلے پرندوں نے اختیار کی ہو۔ بلکہ بعض مقامات پر ملاح اور جہاز کے ناخدا حضرات ابابیلوں کی پرواز کے ذریعے اپنے جہاز اور کشتیوں کو ساحل پر لگاتے ہیں۔ مچھلیوں کا شکار کرنے والے ماہی گیر شام کے جھٹپٹے میں ابابیلوں کی پرواز سے ساحل کا پتہ چلاتے ہیں۔

سمندر کی گہرائی

ابابیل کو سمندر کی گہرائی کا قدرتی علم ہوتا ہے اور وہ بالکل صحیح ہوتا۔ سائنسداں حضرات نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔ سمندر جس جگہ بہت گہرا ہوتا ہے اور وہاں خوفناک جانور ہوتے ہیں ابابیل اس جگہ پانی کی سطح سے کافی اونچے پرواز کرتا ہے اور جہاں سمندر کم گہرا ہوتا ہے ابابیل وہاں پانی کی سطح کے قریب پرواز کرتا ہے۔ اب آپ اندازہ لگائیے کہ قدرت کا سائنس کتنا عظیم ہے اور یہ معمولی سا پرندہ کتنے کام کی چیز ہے۔

ابابیل کی نسل

ابابیل کی دو نسلیں ہوتی ہیں۔ ایک ابابیل بلدی۔ دوسری ابابیل صحرائی

جو ابابیل شہری آبادیوں میں رہتا ہے اس کو بلدی کہتے ہیں وہ بہت معصوم ہوتا ہے۔ درخت کی کونپلیں۔ غنچے۔ کلیاں پھل پھول کھاتا ہے۔ جو ابابیل جنگل، پہاڑوں میں رہتا ہے اس کو صحرائی کہتے ہیں۔ وہ ابابیل بہت تند مزاج۔ تیز رفتار۔ بڑی منظم حملہ آور ہوتا ہے اس کی غذا فضا میں اُڑنے والے پروانے۔ تتلیاں۔ کھیت کا اناج وغیرہ ہوتا ہے۔ یہ ابابیلیں جب بھی اُڑتے ہیں ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو کر ایک ساتھ اڑتے ہیں۔ ان کی تنظیمی شکل جلیسی ہوتی ہے۔ ان میں دفاع سے زیادہ حملہ کرنے کا مادہ ہوتا ہے۔ یہ طے شدہ بات ہے کہ جسکی قوتِ پرواز تیز ہوگی اس کا حملہ بھی بہت کامیاب ہوگا یہی وہ جانور ہے جس کے حملہ آور ہونے اور فوجی صفت ہونے کی عظمت قرآن مجید میں موجود ہے۔ ملاحظہ کیجیے۔

ابرہہ کی فوج اور ابابیل

۵۷۰ء میں آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ پاک سے تقریباً چھ ماہ قبل یہ واقعہ فیل پیش آیا۔ یمن کے حبشی بادشاہ ابرہہ نے مکہ مکرمہ کے مذہبی مرکز کی عظیم الشان عظمت پر حسد کرتے ہوئے یہ طے کیا کہ مکہ معظمہ ہزاروں انسانوں کا سجدہ گاہ کیوں رہے۔ یمن میں بھی ایک کعبہ بنایا جائے اور مکہ کو نیست و نابود کر دیا جائے۔ چنانچہ ابرہہ نے سینکڑوں جنگی سرکش ہاتھیوں کے ساتھ خانہ کعبہ کے مسمار کرنے کیلئے

حملہ کرنے آیا جب کعبہ شریف کے قریب آیا تو کعبہ کے مالک اللہ تعالےٰ نے اس کے تحفظ کے لئے ابابیلوں کی فوج کو اصحاب فیل کی پسپائی کے لیے بھیجدیا۔
قرآن پاک کے مطابق ابابیلوں نے اپنی چونچ کی کنکریوں سے ابرہہ کی فوج پر شدید حملہ کیا جس کے سبب ابرہہ کی فوج نہ صرف بھاگ نکلی بلکہ بھونسہ کی طرح مسمار ہو گئی

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِيْلِ (الی آخرہ)	کیا نہیں دیکھا تو نے کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں کا کیا حال بنایا اور کیسا ذلیل کر دیا۔ ان پر ابابیل کو بھیجا وہ اپنی چونچ سے ان پر پتھر مارتی تھیں۔ بس ان کو کھایا ہوا بھونسہ بنا دیا۔

شہد کی مکھی

شہد کی مکھی کا ذکر جنرل سائنس کا بڑا اہم موضوع ہے اکثر شہد کی مکھی کا ذکر بہت سی خوبیوں کے ساتھ سائنس کی کتابوں میں آتا ہے۔ ہم اس ذکر کو سائنس اور فلسفہ اسلام کی روشنی میں بیان کر رہے ہیں۔
شہد کی مکھی کے اوصاف و کمالات تو ایسے ایسے ہیں کہ ان کو پڑھ کر بڑے بڑے سائنسداں انگشت بدنداں ہو جاتے ہیں۔
شہد کی مکھی اپنی زندگی میں اپنی اولاد کے لئے، اپنی حفاظت کے لئے اپنی تنظیمی قدروں کے لئے جو کچھ کرتی ہے اس سے تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ قدرت نے ان کے لئے بھی پردہ غیب میں کوئی ایسا مکتب کھول رکھا

ہے جہاں سے اس مخلوق کو اس قدر فہم و فراست کا علم ہوتا ہے، اور پھر یہ کمال ہے کہ اس کا مشاہدۂ تامہ انسان کی طاقت سے باہر ہے۔

یہ تمام انتظامات کس طرح اور کس کی جانب سے ہیں۔ یہ ہم حیوانات کے ذکر کے بعد توجیہات و تشریحات کے عنوان میں پیش کر رہے ہیں، اس جگہ اس بحث کو چھیڑنا گویا اسلامی سائنس کے تسلسل میں خلا پیدا کرنا ہے۔

لیجئے اب ہم آپ کے حضور شہد کی مکھی کا تعارف، اور اس کے اوصاف کا ذکر ایک شاعر[1] کے والہانہ اندازِ کلام کے ساتھ شروع کر رہے ہیں ؎

مگس[2] کو باغ میں آنے نہ دینا کہ ناحق خون پروانے کا ہوگا

اس شعر میں بے حد کنایہ ہے۔ کہاں شہد کی مکھی اور کہاں شمع پروانے مگر جب اس شعر کی گہرائی میں جائیں تو یہ پتہ چلتا ہے کہ شاعر نے حقیقت کو نمایاں کر دکھایا ہے:

موم بتی اور شمع میں جلنے والے روغن کا مادہ (یعنی موم) شہد کی مکھی ہی بناتی ہے۔ شہد کی مکھی باغوں میں جاکر پھولوں کا رس چوستی ہے پھر اپنے چھتے میں شہد جمع کرتی ہے، شہد میں موم پیدا ہوتا ہے۔ موم سے موم بتی بنائی جاتی ہے۔ چراغ جلائے جاتے ہیں۔ جب شمع جلتی ہے تو پروانے آتے ہیں اور اس پر جل کر قربان ہوجاتے ہیں۔ شاعر نے پروانے کی اس فدائیت کو خون ناحق سے تعبیر کیا ہے۔

---

[1] حضرت مولانا ابوالکلام آزاد (وزیر تعلیمات ہندوستان) [2] مگس، مکھی

لیکن یہ عشق صادق کی کہانی ہے جس میں حیات عارضی کے بعد حیات جاودانی ہے

شمع جلتی ہے تو شکوہ نہیں جل جانے کا
شوق بیکار نہ جائے کہیں پروانے کا

ہیں کہاں نقدِ محبت کے پرکھنے والے
نام بکتا ہے جہاں میں ترے دیوانے کا

نام بدنام مگس کا ہے جہاں میں ناحق
اس نے سکھلایا سبق عشق میں مرجانے کا

(واصفی)

ایک جان کیا ہزاروں جانیں پروانوں کی شمع کے نور پر قربان ہوتی ہیں لیکن آپ اس کی فدائیت کے جذبۂ صادق کو دیکھئے۔

شہد کی مکھیوں کی بستی

اس کو اردو زبان میں مہال کی مکھی کہتے ہیں۔ آپ نے اس کو کہیں تنہا رہتے ہوئے نہ دیکھا ہوگا۔ شہد کی مکھی دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک چھوٹی ایک بڑی۔ رہن سہن دونوں کا ایک جیسا ہوتا ہے۔ شہد کی مکھیوں کا ایک کنبہ ایک خاندان ہوتا ہے۔ ان میں بڑا زبردست اتحاد ہوتا ہے یہ جہاں کہیں اپنے رہنے کا پروگرام بناتی ہیں اجتماعیت کے ساتھ رہتی ہیں گویا ایک کالونی بنالیتی ہیں۔ جیساکہ آپ نے باغوں میں پرانی عمارتوں کی دیواروں پر درخت کے ٹہنوں پر مہال کی مکھی (شہد کی مکھی)، کا چھتہ بنا ہوا دیکھا ہوگا، اگر کوئی مسلح فوج مہال کے چھتہ کو چھیڑ دے تو یہ سب کی سب مکھیاں ایک ساتھ حملہ کر دیتی ہیں۔ حتیٰ کہ فوج کو ان سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہ مکھیاں حملہ کے دوران اپنے چھتہ کی

تباہی کا فکر نہیں کرتیں بلکہ دشمن کو اس کے ظلم کی سزا دینے پر تل جاتی ہیں اور مسلح فوج کو بھی مکھیوں کے حملہ سے بھاگنا پڑتا ہے۔

شہد اور مکھی

قدرت کے سائنس کا حیرت انگیز کرشمہ یہ دیکھئے کہ شہد کی مکھی کے جسم کی کل جسامت ڈیڑھ یا دو سوت کی ہوتی ہے۔ صرف ڈیڑھ سوت کے درمیاں مکھی کی دُم میں زہر ہوتا ہے جو آدمی کو تڑپا دیتا ہے اور مکھی کے منہ میں شہد ہوتا ہے جو سینکڑوں فوائد اپنے اندر رکھتا ہے جس جگہ شہد کی مکھی کاٹ لے وہاں شہد کو برف پر ٹھنڈا کر کے لگا دینے سے چین پڑ جاتا ہے۔ اس جگہ قابلِ غور بات یہ ہے کہ مکھی کے منہ میں کون سی مشین لگی ہوئی ہے جو شہد تیار کرتی ہے۔ اعضائے حیوانی غذا کو ہضم کرنا فضلہ بنا کر نکالنا اور خون پیدا کرنا ہے لیکن قدرت کا سائنس کس قدر قابلِ تعریف ہے کہ دودھ بھی بنتا ہے۔ شہد بھی بنتا ہے۔ شہد کی مکھی اپنے چھتہ میں شہد کا ذخیرہ اس لئے جمع کرتی ہے تاکہ اس کے بچے پروان چڑھنے تک اپنی غذا حاصل کرتے رہیں۔

اب یہ بتائیے کہ شہد کی مکھی کو یہ سوجھ بوجھ اور نظم و ضبط کا یہ شعور کس نے دیا۔ یہ تو کسی بہت بڑی قدرت کی جانب سے نظام حیات کائنات کا ایسا دستور ہے جو ہر حیوان میں فطری تقاضہ بنا کر بھیجا جاتا ہے اس کو اتفاقیات کیسے کہا جا سکتا ہے۔ اتفاقیات میں تسلسل۔ طوالت، ترائب، تنظیم نہیں ہوتی۔

شہد اور شفا

طب یونانی - ایلوپیتھک - ہومیوپیتھک - بائیو کیمک - آریو ویدک میں

شہد باعث شفا ہے اور بیحد مقوی ہے - جن مریضوں کو اعصابی کمزوری کا عارضہ ہوتا ہے اور ضعف دماغ، ضعف معدہ، ضعف جگر میں شہد کا استعمال نہایت مفید ہے تپ دق (T.B.) سل - پرانی کھانسی کے مریضوں کے لئے بکری کا دودھ اور شہد نہایت مفید ہے - اکثر معجونوں اور جوارش وغیرہ میں شہد جزو قائم ہے - شہد کے بے شمار فوائد ہیں - قرآن پاک میں بھی اللہ تعالیٰ نے شہد کے فوائد کا ذکر فرمایا ہے - رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد بڑا مرغوب تھا -

شہد کی مکھی کی حکومت

شہد کی مکھیوں کی سماجی زندگی اس قدر اصولی ہوتی ہے کہ اسکو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے - شہد کی مکھیوں کے قبیلے اور گروہ جدا جدا ہوتے ہیں - ان میں مکھیوں کا راجا ان کی رانی بھی ہوتی ہے - اگر کسی چھتے سے مکھیوں کا راجا اپنی رہائش منتقل کر دے تو پھر تمام اس چھتے کو چھوڑ دیتی ہیں - غور کیجئے ان مکھیوں میں اپنے امیر اپنے بادشاہ کی اتباع کا مادہ کتنا سچا ہوتا ہے - اگر آپ کسی ایک مکھی کو چھیڑ دیں تو تمام مکھیاں متحد ہو کر آپ کے اوپر حملہ کر دیں گی اور دشمن کو دور دور تک بھگا دیتی ہیں جب تک اپنے دشمن سے انتقام نہیں لے لیتیں اس وقت تک چین

سے نہیں بھٹکتیں۔ غور کیجئے کہ اس بے عقل جانور کو اتحاد اور تنظیم کا یہ سبق کس نے دیا ہے؟

شہد کی مکھی اور وائرلیس

مکھیوں کی یہ خوبی پڑھ کر تو آپ یقیناً حیرت میں پڑ جائیں گے کہ شہد کی مکھی کشتیوں کے ملاح جہازوں کے ناخداؤں سے زیادہ واقف ہوتی ہیں نجانے سمندر کے طوفان دور دراز ساحلوں کا پتہ مکھیوں کو کیسے چل جاتا ہے۔ شہد کی مکھی ایک ملک سے دوسرے ملک میں بھی سفر کرتی ہے۔

ایک تاریخی واقعہ ہے کہ انگلینڈ کی سیاحی کشتی "ٹن ٹیجل" سمندر میں سفر کر رہی تھی۔ کیمپ ٹاؤن کے مقام سے جب روانہ ہوئی تو اس میں بے شمار شہد کی مکھیوں نے اپنا گھر بنالیا۔ اس کشتی میں کچھ سائنسداں موجود تھے۔ انہوں نے اس بات کی ریسرچ شروع کی کہ یہ دیکھا جائے کہ یہ مکھیاں کہاں کے لئے سفر کر رہی ہیں۔ تین چار روز کا سفر طے کرنے کے بعد مکھیوں نے اڑنا شروع کر دیا اور کشتی سے اپنا چھتہ ہٹالیا۔ جس سمت مکھیاں اڑ کر گئیں اسی جانب کشتی کو روانہ کر دیا۔ پندرہ میل دور جا کر ساحل آگیا۔ اس ساحل کا پتہ ملاحوں کو بالکل نہ تھا، دیکھنا یہ ہے کہ ساحل سے پندرہ بیس میل پہلے مکھیوں کو خشکی کا اور ساحل کا علم کیسے ہوگیا۔ ان کے پاس وائرلیس کہاں سے آیا۔ اس ریسرچ میں سائنسداں مکھیوں کو ساحل کا علم ہو جاتا تو

لکھتے ہیں مگر کیسے ہوا یہ نہیں لکھ سکتے۔

شہد اور موم

موم بڑے کام کی چیز ہے۔ اکثر دواؤں میں مرہم بنانے میں کام آتا ہے۔ شہد کے چھتے میں سے موم نکلتا ہے بلکہ شہد کے اندر موم ملا ہوا ہوتا ہے۔ شہد کو گرم کرنے سے چکنائی کی صورت میں باہر آجاتا ہے۔

موم مرہم کے علاوہ جلد کی خشکی دور کرنے کے لئے۔ جلے ہوئے زخم پر لگانے کے لئے۔ چہرے کے مہاسوں کے دور کرنے کے لئے کام آتا ہے۔ سرسوں کا تیل۔ موم۔ روغن صندل کافور ملا کر رکھ لیا جائے۔ چہرے کے داغ دھبے، مہاسے جلد کا پھٹنا اس کے لئے بہت مفید ہے۔

دیگر پرندے

ان پرندوں (جن کا ذکر آپ پڑھ چکے ہیں) کے علاوہ دنیا میں اور بہت سے پرندے ہیں ان کو بھی قدرت نے ایک خاص حکمت کے ماتحت پیدا کیا ہے اور ان کی تعداد بھی بے شمار ہے جیسے تتلیاں ٹڈیاں، گولر کے بھنگے وغیرہ ٹڈیوں کا براند۔ گولر کے بھنگے آنکھوں کے سرمہ اور کاجل میں کام آتے ہیں جو روشنی تیز کرنے کے لئے ڈالے جاتے ہیں۔ عموماً لوگ گولر کے بھنگوں کو زندہ کھا جاتے ہیں تاکہ بار بار آنکھیں دکھنے نہ آئیں۔
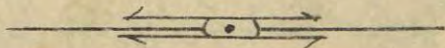
دنیا درختوں اور پودوں کی

سبزہ زاری۔ رنگ و بو۔ پھل اور پھول۔ کے کرشمے

اہل دنیا کائنات کی ہر چیز کو صرف اس انداز سے دیکھتے ہیں کہ یہ ایک چیز ہے۔ ہاں ہے بس ہے۔ لیکن کیوں ہے؟ کب سے ہے۔ کس لیے ہے؟ اور کس نے بنائی، دیکھتے وقت شعور انسانی حقائق شناسی کے ان تمام پہلوؤں کو قطع نظر کر دیتا ہے۔ اسلام نے اس معاملہ میں جو آئینہ فٹ کیا ہے وہ معرفت وحق جوئی کا ہے جس میں نہ صرف کائنات کی حقیقت کا ایکسرے ہوتا ہے بلکہ کائنات کے خالق و محرک کا بھی پتہ چل جاتا ہے۔ تو آج اگر ہم اور ہمارے سائنسداں حضرات جدید معلومات کی روشنی کو اسلامیات کا ٹھنڈا چشمہ لگا کر دیکھیں تو امید ہے کہ جدید روشنی اس کی ترقیات سے آنکھیں چندھیا جائیں گی بلکہ جملہ حقائق کو دیکھ سکیں گی اور کسی مناسب نتیجہ پر پہنچ جائیں گی۔ ورنہ یہ بات مانی ہوئی ہے کہ تیز روشنی کے سامنے آنکھوں کی بینائی اپنا اصل کام (دیکھنے کا) نہیں کر سکتی بلکہ چندھیا جاتی ہے۔ گویا دنیا ہی دنیا

نظر آتی ہے اور دنیا سے پہلے دنیا کے بعد کے حالات دیکھنے سننے سے قاصر رہتی ہے۔ آیئے اب جدید و قدیم فلسفہ کی روشنی میں اسلام کی تشریحات کے ساتھ مختصر طور پر درختوں پودوں، غذاؤں کے خواص و کمالات کا بھی مطالعہ کر لیں۔ اس سے بھی قبل مذہبی فلاسفہ کا انداز تحقیق ملاحظہ فرمایئے۔

کیا درخت اور پودے زندہ ہوتے ہیں۔

علمائے سلف اور صوفیا علیہم کرام کے نزدیک یہ بات طے ہے کہ گھاس کی پتی سے لے کر تمام درخت پھل پھول، پودے سب اپنے اندر جان رکھتے ہیں۔ جب تک پھول پتے اپنی اپنی شاخوں میں ہوتے ہیں وہ برابر اپنے پیدا کرنے والے کی تسبیح بیان کرتے رہتے ہیں۔

حضرت مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

برگ د نخل وگل وگیاہ بندہ اند　　با من و تو مردہ باحق زندہ اند
پتے اور پودے اور پھول اور گھاس سب بندے ہیں　　آپکے اور ہمارے نزدیک مردہ اللہ کے نزدیک زندہ ہیں

حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر فرماتے ہیں۔

آں گیاہے کہ از زمین روید　　کلمۂ لاالٰہ گوید
وہ گھاس جو زمین سے اگتی ہے　　وہ کلمہ لاالٰہ کہتی ہے

حضرت شیخ سعدی فرماتے ہیں ؎

گلِ خوشبوے در حمام روزے　　رسید از دستِ محبوبے بدستم

از و گفتم تو مشکی یا عبیرے / کہ از بوئے دل آویزے تو مستم
بگفتا من گلِ ناچیز بودم / ولیکن مدتے با گُل نشستم

(ترجمہ) ایک روز خوشبودار پھول میرے محبوب نے مجھ کو دیئے۔ میں نے پھول سے کہا کہ تو مشک ہے یا عنبر ہے؟ جو تیری دل آویز خوشبو نے مجھ کو مست کر دیا ہے۔ پھولوں نے کہا (نہیں بھائی) میں تو ایک ناچیز اور حقیر مٹی تھا۔ کچھ عرصہ (حقیقی) پھولوں کی صحبت میں رہا ہوں اس لئے میں بھی خوشبودار پھول بن گیا ہوں۔
یعنی میری اصل تو بدبودار مٹی تھی صحبت کے سبب یہ کمال ملا ہے۔

ان مثالوں کی روشنی میں اندازہ لگائیے کہ پھولوں، پتوں، درختوں میں بھی خدا پرستی کا کتنا زبردست مادہ ہے مگر ایک انسان ہی ایسی مخلوق ہے جو عقل و شعور کی نعمتوں سے مالامال ہوتے ہوئے بھی خدا پرستی کی سعادت سے محروم ہے۔ خدا نے اسلام کے ذریعہ ملت اسلامیہ کو سب سے عظیم تحفہ خدا پرستی کا دیا ہے اور خدا پرستی کی دعوت پوری دنیا کو پیش کی ہے۔

بزرگان دین کے مذکورہ اشعار کو ہم صوفیانہ کلام بھی کہہ سکتے ہیں اور شاعرانہ تخیل بھی لیکن ان میں جن حقائق پر روشنی ڈالی ہے وہ ہر ایک صاحب علم۔ ہر ایک سائنس داں ہر ایک مفکر کے عقل و شعور کو اس بات کا چیلنج پیش کرتی ہے کہ اگر کوئی شخص پھول کو دیکھے اور پھول کی خوشبو سے نا آشنا رہے۔ سورج پر ریسرچ کرے

لیکن سورج کی روشنی کے فوائد سے ناآشنا ہو تو وہ کتنا بڑا نادان ہے۔

معلوم یہ ہوا کہ دنیا میں بہت سی چیزیں ایسی بھی ہیں جن کے کسی ایک پہلو کی ریسرچ برسہا برس سے جاری ہے اور اس کا دوسرا پہلو ہنوز باقی ہے اور وہی آئینۂ حقیقت ہے۔ اسلام کی دعوت اسی بات کو پیش کرتی ہے کہ جب کائنات کی کسی چیز پر ریسرچ کی جائے تو اس کے ہر ہر پہلو کو سامنے رکھا جائے۔ جب کسی عمارت کی خوبصورتی، بناوٹ، پختگی وغیرہ پر غور کیا جائے تو ساتھ ہی اس عمارت کے بنانے والے کی کاریگری کو بھی پیش نظر رکھا جائے۔

درخت اور پودوں کا کام

خدائے جل شانہ کا فرمان ہے کہ ہم نے کوئی چیز اس دنیا میں بیکار پیدا نہیں کی بلکہ ہر چیز کی تخلیق میں خدا تعالیٰ کا ایک عظیم مقصد ہے جس کو تم نہیں جانتے۔ اللہ تعالیٰ جاننے والا اور ہر چیز سے باخبر ہے اب آپ خدائے ہر دو جہاں کے کرشموں کو جدید معلومات کی روشنی میں دیکھیے۔

ہر شہر ہر گاؤں، ہر بستی، ہر ساحل، ہر جزیرہ میں پہاڑوں اور صحراؤں میں ماہرین ارضیات نے یہ تحقیق کی ہے کہ جس قدر پودے جھنڈ، جھاڑیاں، باغ بغیچے ہیں۔ ان سب کا بہت بڑا کام ہے جن کے بغیر جاندار مخلوقات کا زندہ رہنا ناممکن ہے۔

پودے اور آکسیجن

درخت اور پودوں کا سب سے بڑا کام

وہ جاندار مخلوق کے لئے فضا میں عام ہوا کو صحت مند بنا کے لئے آکسیجن گیس سپلائی کرتے ہیں۔ یہ آکسیجن گیس سانس کے ساتھ جسم کے اندر جاتی ہے اور پھیپھڑوں میں پھیل جاتی ہے اور وہ غذا جو معدہ میں گرم ہو جاتی ہے اس میں مل کر کاربن ڈائی آکسائڈ پیدا کر دیتی ہے، وہ کاربن ڈائی آکسائڈ کو باہر آنے والے سانس کے ذریعہ باہر نکال دیتی ہے۔

درخت اور پودے بھی ہماری طرح سانس لیتے ہیں وہ اپنے سانس کے ذریعہ رات میں ہوا سے آکسیجن لیتے ہیں اور دن میں ہری ٹہنیاں سبز پتے ہوا سے کاربن ڈائی آکسائڈ اپنے اندر لیتے ہیں جو جاندار اپنے سانس سے باہر نکال دیتے ہیں، پھر یہ پودے، یہ گھاس، یہ درخت اپنی جڑوں میں اپنی ٹہنیوں میں زمین کی تاثیرات سے پانی اور ہوا سورج کی شعاؤں کی مدد سے کاربن ڈائی آکسائڈ کو آکسیجن بنا دیتے ہیں اور پھر اس آکسیجن کو تمام ہوا میں پھیلا دیتے ہیں تاکہ جانداروں کے سانس میں آکسیجن مل جائے۔

اس طرح یہ پودے اور درخت ہمیشہ اپنے فرائض قدرت کی منشا کے مطابق انجام دیتے رہتے ہیں۔

اس بیان میں یہ سوچئے کہ درختوں کا یہ عظیم نظام جو کروڑوں سال سے قائم ہے کیا کسی سائنس داں کے حکم سے چل رہا ہے؟ یا کسی اور سپریم پاور کے ذریعہ سے جاری ہے؟ وہ سب سے بڑی

طاقت خدائے تعالیٰ جل شانہ کی ہی ہے۔ یہ تو سائنس کی روشنی میں درخت اور پودوں کا عام کام تھا۔ اب آپ حکمت الٰہی کی روشنی میں درختوں اور پودوں وغیرہ کے خاص خاص کام بھی ملاحظہ فرمائیے۔

گھاس گھاس نباتات میں سب سے پہلے پیدا ہونے والی چیز ہے۔ اس کو (خودرو) بھی کہتے ہیں۔ یہ موسم برسات میں خود بخود پیدا ہو جاتی ہے اس کے لئے کسی خاص زمین یا کھاد وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ پہاڑوں میں، ندیوں کے کنارے پر ٹیلوں اور میدانوں میں کہیں بھی اُگ آتی ہے۔

خودرو گھاس کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک قسم تو یہ ہے کہ وہ سوکھ کر جانوروں کے کھانے کے کام آتی ہے۔ اس کو۔ گیا۔ کہتے ہیں۔

دوسری قسم وہ ہے کہ سوکھ کر دواؤں کے کام آتی ہے۔ اسکو جڑی بوٹیاں کہتے ہیں۔

جیسے خطمی، خبازی، جل دھنہ۔ نگندبابری۔ ہرہی، خارخشک وغیرہ یہ سب گھاس کی نسل سے ہیں۔ جنگلات اور پہاڑیوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ جڑی بوٹیوں سے بڑی بڑی قیمتی و کامیاب دوائیں بنائی جاتی ہیں۔ جڑی بوٹیوں سے بنائی ہوئی دواؤں کو یونانی اور آریو ویدک دوائیں کہتے ہیں۔ آج کل یونانی دواؤں کے استعمال کا رجحان بہت کم ہوتا جا رہا ہے۔ اس لئے لوگ جڑی بوٹیوں کی بے مثال تاثیرات سے ناواقف ہیں۔

آپ اگر تحقیقات کریں گے تو آپ کو ایلوپیتھک - بایوکیمک - ہومیو پیتھک دوائیں بھی جڑی بوٹیوں سے ہی تیار کردہ ملیں گی فرق صرف یہ ہے کہ یونانی طریقہ دوا سازی میں ان کی اصلیت کو برقرار رکھا گیا ہے اور ایلوپیتھک وغیرہ میں جدید سائنس کی مدد سے اس کی اصلیت کو بدل دیا گیا ہے۔

جڑی بوٹیاں اور حکیم و ڈاکٹر

گذشتہ قدیم زمانہ میں بھی نباتات سے دوائیں بنانے اور جڑی بوٹیوں کے تجربات کرنے کا سلسلہ تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ خطہ یونان اور عرب کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس میں بڑے بڑے جلیل القدر اطبا پیدا ہوئے انہوں نے خدا کی پیدا کردہ جڑی بوٹیوں کے خواص معلوم کر کے مہلک سے مہلک بیماریوں کا علاج دستیاب کیا۔ اس سلسلہ میں ذیل کے حکما و اطبا حضرات کے اسمائے گرامی سرورق نظر آتے ہیں۔

حکیم ارسطو، حکیم سقراط، حکیم بوعلی سینا، حکیم افلاطون، حکیم جالینوس، حکیم ذکریا طوسی

ان حضرات کی عمریں تجربات ہی تجربات میں گذریں۔ انہوں نے طب یونانی کی شہرت کو فلک بوس بنا دیا تھا۔

آج بھی بڑی تیزی سے زود اثر دوائیں بنانے اور مہلک امراض کا علاج تلاش کرنے کی تحقیقات جدید سائنس کی قیادت میں جاری ہے

پہلے زمانہ کے مقابلہ پر اس زمانہ میں تجربات کے وسائل بھی عمدہ سے عمدہ موجود ہیں اور میڈیکل ترقیات بھی ناقابل فراموش ہیں۔ مگر جب اس مسلہ میں ماضی وحال کا موازنہ کیا جاتا ہے تو یہ بات روز روشن کی طرح اپنی شہادت خود پیش کرتے ہوئے سامنے آجاتی ہے کہ ماضی کے حکیموں معالجوں میں یقین، خلوص۔ جید الحدسی۔ خدا پرستی۔ خدمت خلق۔ مرض شناسی کے جو اوصاف تھے وہ آج کل نہیں بلکہ امراض کی جملہ ذمہ داریاں ایکسرے۔ الیکٹروگرام۔ تھرسکوپ۔ تھرمامیٹر کے سپرد کردی گئیں۔ اب ڈاکٹر صاحب کا بوجھ ہلکا ہوگیا۔ اب ایکسرے بتادے ٹی۔بی۔ تو ٹی اسباب کیا ہیں۔ یہ مسئلہ جہنم میں جائے۔ ایکسرے بتادے کینسر تو بس لاعلاج اور مریض کے منہ پر مرض کی حقیقت بتا کر دنیا سے اس کا بوریا بستر گول۔

آپ اگر تاریخ کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو پتہ چلے گا کہ یونانی اطبا فن طبابت کو معالجات کے شغل کو عظیم عبادت سمجھ کر پوری ذمہ داری و ہمدردی اور خدا ترسی کے جذبہ سے کیا کرتے تھے۔ آج اگر دور حاضر کے ڈاکٹرز۔ اطبا اسی جذبہ سے کام کریں تو مجھ کو یقین ہے کہ دنیا میں کوئی مرض لاعلاج نہیں رہ سکتا۔ آج کل دنیا کا لالچ خدا ترسی، خدمت خلق، عبادت کے جذبات پر غالب آگیا ہے۔ اس لئے معالج کے ہاتھ سے شفا کا وصف چھین لیا گیا۔ پھر بھی یہ اطلاق سب پر کلیتاً نہیں۔ آج بھی اس دنیا میں ولی صفت ڈاکٹر

وحکیم ایسے ملیں گے جو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مرض بتادیتے ہیں۔ اور کوڑیوں کا نسخہ لکھدیتے ہیں شفا ہوجاتی ہے۔

حکمت

وہ معالج جو اپنے مریض کے ذہن کو مطمئن کردے اور پہلی بار اس کے نروس سسٹم کو درست کردے تو وہ نہایت کامیاب ڈاکٹر ہوگا۔

جنگلات اور نباتات

دنیا میں جنگلات تین قسم کے ہیں: سدا بہار جنگلات۔ برگ ریز جنگلات کانٹے دار جنگلات۔

سدا بہار جنگلات

یہ وہ جنگلات ہیں جو منطقہ حارہ کی بارش والے جنگلات کہلاتے ہیں۔ ان میں نصف بہار جنگلات بھی شامل ہیں۔ ان جنگلات میں درجہ حرارت یکساں ہوتا ہے۔ ان میں بارش کی تر ہوائیں چلتی ہیں۔ یہ سدا بہار جنگلات وہاں ہوتے ہیں جہاں ۲۰۰ سینٹی میٹر بارش ہوتی ہے۔ یہ جنگلات پہاڑوں کی گھاٹیوں میں، مغرب کی وادیوں میں سمندری علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔

برگ ریز جنگلات

یہ جنگلات منطقہ حارہ کی تیز ہواؤں والے جنگلات ہوتے ہیں۔ ان جنگلات میں موسمی مانسونوں کی بارشیں ۱۰۰ سینٹی میٹر۔ ۲۰۰ سینٹی میٹر تک ہوتی ہے اور تیز ہوائیں چلتی ہیں۔ ان جنگلات میں پتے بہت آتے ہیں اور

ہواؤں کے سبب گرتے ہیں۔ ان ہی جنگلات میں بڑی بڑی قیمتی لکڑی پیدا ہوتی ہے۔

جیسے شیشم۔ چندن (صندل) بانس، روز وڈ۔ آبنوس۔ ساکھو ساگوان۔

برگ ریز جنگلات ہر ملک کی بہت بڑی پیداوار کا نہایت قیمتی خطہ ہوتا ہے۔ یہ جنگلات شمال اور مغرب کی گھاٹیوں میں زیادہ پائے جاتے ہیں۔ کوہِ شوالک اس کا بہت بڑا مقام ہے۔

کانٹے دار جنگلات

یہ جنگلات ایسے مقامات پر ہوتے ہیں جہاں پر بارش صرف ۸۰ سینٹی میٹر ہوتی ہے۔ ان میں گرمی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ یہ جنگلات ریگستانی، خشک علاقے کہلاتے ہیں۔ یہ جنگلات بھی ایندھن کی پیداوار کا بہت بڑا ذخیرہ ہوتے ہیں یہی جنگلات جانوروں کی ضروریات کو کافی حد تک پورا کرتے ہیں۔ ان میں کیکر، جھاؤ۔ جنگلی کھجور۔ ببول۔ آگ۔ دھتورا۔ گلپ کی جھاڑیاں۔ کانٹے دار بیلیں پیدا ہوتی ہیں۔

ان خار دار جنگلات کی بڑی قیمتی پیداوار جڑی بوٹیاں (دوائیں) بھی ہیں جو اپنے عجیب وغریب تاثیرات رکھتی ہیں

جنگلات کی پیداوار

ہر ملک کے لئے جنگلات بھی ایسے ہی ضروری ہیں جیسا کہ دریا۔ ندی۔ نالے۔ کھیت۔ باغات وغیرہ۔

انسانی زندگی کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہر وقت پیش آتی ہے۔ ان میں بعض چیزیں ایسی ہیں جو جنگلات ہی میں پیدا ہوتی ہیں۔ دراصل جنگلات کی پیداوار کی دو قسمیں ہیں۔

بڑی پیداوار . . . . . . چھوٹی پیداوار

بڑی پیداوار جنگلات کی بڑی پیداوار اس بڑی لکڑی کو کہتے ہیں جو انسانی ضروریات میں اہم درجہ رکھتی ہے جس لکڑی سے مکانوں کے دروازے، پلنگ، میز کرسیاں، بکس، اخباری کاغذ، بڑھیا کاغذ، گتا، ڈیلیکس وغیرہ تیار کیا جاتا ہے۔

ان میں جو نرم قسم کی لکڑی ہوتی ہے جیسے چیڑھ، اسپروس، سلور، مزوار دیودار، کیل۔ دیار یہ لکڑی سدابہار جنگلات میں پیدا ہوتی ہے۔

سخت لکڑی یہ لکڑی فرنیچر کے کام میں آتی ہے جیسے شیشم۔ ساگوان۔ آبنوس یہ لکڑی مانسونی جنگلات (یعنی برگ ریز جنگلات) میں پیدا ہوتی ہے۔ بانس، صندل، روز ووڈ یہ لکڑیاں بھی اسی جنگل میں پیدا ہوتی ہیں۔ یہی لکڑیاں جنگلات کی بڑی پیداوار کہلاتی ہیں

لکڑی کا کوئلہ مذکورہ لکڑی کے بڑے بڑے درختوں کی جڑیں بڑی گہرائی تک ہوتی ہیں۔ چنانچہ لکڑی کا کوئلہ ان ہی درختوں کی جڑوں میں بنایا جاتا ہے شیشم کی چھال۔ صندل کا برادہ۔ آبنوس کی لکڑی دواؤں کے بھی کام آتی ہے

چھوٹی پیداوار بڑی پیداوار سے چھوٹی پیداوار حاصل کی جاتی ہے جیسے گوند (درختوں کا ست کتھا گوند کی چھال سے)

رال۔ لاکھ۔ تیل۔ عطریات (چندن سے اُس کا عطر، خس کی چھال سے) اور سینکڑوں قسم کی دوائیں جڑی بوٹیوں سے بنائی جاتی ہیں۔

بڑی پیداوار سب انسانی ضروریات کو پورا کرتی ہیں

اب آپ غور فرمائیے کہ یہ تمام احسانات اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس مخلوق پر ہیں یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ یہ تمام چیزیں جاندار مخلوقات کے لئے کتنی ضروری ہیں۔ اگر یہ اشیاء پیدا نہ ہوتیں اور یہ تمام کائناتی وسائل معیشت کے لئے قدرت کی جانب سے پیدا نہ ہوتے تو یہ تمام ترقیات (جو آج یہ انسان کر رہا ہے) کیسے ہوتیں۔ اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے ان تمام چیزوں کو گنا کر اپنے احسانات کو یاد دلایا ہے "کہ اے میرے بندوں تم میری کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے!" تمہاری عقلمندی کا تقاضا تو یہ تھا کہ تم اپنے محسن کے احسانات کو کبھی نہ بھلاتے۔ مگر ایسا نہ ہوا کہ دنیا والوں کے وعدوں پر یقین کیا۔ دنیا والوں کے احسان کا بدلہ چکایا۔ دنیا والوں کو مشکل کشا بنایا مگر قادر مطلق (اللہ) کے ساتھ یہ رشتہ نہ نبھایا۔ آیئے کوئی غم کی بات نہیں۔ خدا غفور الرحیم ہے۔ گنتے گنتے بھول گئے پھر گننے لگیں۔ اسلام کی سچی دعوت نے ہم کو یہی بتایا ہے کہ تم اپنے حقیقی محسن، مربیّ۔ خالق۔ اللہ کی اتباع قبول کرو۔

پھل اور غذا

انسانی اور حیوانی زندگی کی بقا کے لئے اور قیام تندرستی کے لئے اللہ تعالےٰ نے عجیب عجیب سبزیاں۔ پھل میوے پیدا کئے ہیں۔ کچھ غذا کے طور پر استعمال

کیئے جاتے ہیں اور کچھ دوا کے طور پر استعمال ہوتے ہیں، مختلف موسم میں مختلف پھل اور سبزیاں پیدا ہوتی ہیں جو حکمت الہی کی جانب سے ہر موسم کے لحاظ سے اپنے اندر کچھ فوائد اور موسمی امراض کے لئے شفا رکھتے ہیں۔

اس باب میں سائنس کی روشنی میں تحقیق کے قابل بات یہ ہے کہ نظام کائنات کی ترتیب و تخلیق میں یہ تبدیلی ہرگز نہ دیکھیں گے کہ جس موسم میں جو چیز پیدا ہوتی ہے وہ اپنے موسم میں پیدا نہ ہو بلکہ دوسرے موسم میں پیدا ہو۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ کیا زمین کو، ہوا کو، کھاد کو کسی جانب سے یہ ہدایات دی جاتی ہیں کہ اب سردیاں شروع ہوگئی ہیں گاجر پیدا ہونی چاہیئے اور خربوزہ تربوز پیدا نہ ہوں؟ درحقیقت یہ ایک ایسا رازِ درون پردہ ہے جو ہر حالت میں کائنات کے خالق و مالک کے وجود کی تصدیق پیش کرتا ہے۔

یہ بات ایک الگ مسئلہ ہے کہ وہ حقیقت (خدا) کہاں ہے۔ دودھ میں مکھن ہوتا ہے گھی ہوتا ہے لیکن نادان بچے اس سے ناواقف ہوتے ہیں۔ پھول میں خوشبو ہوتی ہے لیکن نظر نہیں آتی۔ ہوا میں سردی، گرمی کی کیفیت ہوتی ہے اور طوفانی ہوا میں بڑی طاقت ہوتی ہے لیکن نظر نہیں آتی۔ سمندر کے اندر موتی ہوتے ہیں لیکن نظر نہیں آتے ان حقائق سے وہی آشنا ہوتا ہے جو دودھ۔ ہوا۔ پھول اور سمندر کی تہہ سے واقفیت رکھتا ہو۔ اسلامی سائنس پورے یقین کے ساتھ اسی عقیدہ کو پیش کرتا ہے کہ اس کائنات کے جملہ نظام کا چلانا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔
اب ہم کچھ مخصوص پھل اور غذاؤں کی کیفیات و تاثیرات کا ذکر کرتے ہیں کہ یہ

باب (۹) ہوم ڈاکٹر، گھر کا حکیم بن جائے اور پڑھنے والے غذاؤں اور پھلوں سے بیماریوں کا علاج کر سکیں۔

(الف)

آم | بہت لذیذ پھل ہے۔ خون پیدا کرتا ہے۔ تاثیر تر گرم ہے۔ مفرح ہے دودھ میں آم ملا کر کھانے سے جسم فربہ ہوتا ہے اور خون پیدا ہوتا ہے۔

انگور | تر گرم ہے۔ بلغم کو صاف کرتا ہے۔ معدہ اور جگر کے لیے بیحد مفید ہے۔ ہاضم اور طاقت بخش ہے۔ انگور تین قسم کا ہوتا ہے۔ سبز پیلا اور سیاہ ہر قسم کا انگور خون پیدا کرتا ہے، اس میں لوہا (آئرن)، بہت ہوتا ہے۔ آنتوں کے مریضوں کو نقصان دے جاتا ہے۔

امرود | ہاضم ہوتا ہے۔ اس کے چھلکے میں وٹامن ڈی اور آئرن ہوتا ہے۔ امرود کے پتوں کے چبانے سے دانتوں کا درد دور ہو جاتا ہے۔

آلو بخارہ | خشک گرم ہے۔ قے کو روکتا ہے۔ گلا صاف کرتا ہے۔ صفرہ کو مارتا ہے۔

اخروٹ | خشک میوہ ہے گرم خشک ہے۔ مقوی باہ مقوی اعصاب ہے۔ زیادہ کھانا نقصان دہ ہے۔

آڑو | یہ پھل میٹھا اور کسیلا ہوتا ہے۔ اسمیں غذائیت بہت ہے گلا خراب کرتا ہے۔

انجیر | تر گرم ہے۔ خدا نے اس میں بہت اوصاف رکھے ہیں۔ اسمیں دودھیت بہت ہے۔ دل و دماغ کو طاقت دیتا ہے۔ آنتوں کے زخم بھرتا ہے، پرانی بخشیش میں مفید ہے۔

آملہ | خشک اور سبز دونوں قسم کا ہوتا ہے۔ مفرح خون مقوی دل و دماغ ہے سانس کی نالیوں کو بلغم سے صاف کرتا ہے اسمیں سب سے زیادہ وٹامن سی (Vitamin C) ہے۔

انناس مفرح ہے دل ودماغ اور جگر کو فرحت بخشتا ہے۔ پیٹ کی گرمی کو دور کرتا ہے۔

ادرک طب یونانی اور آیورویدک۔ ایلوپیتھک ہر اعتبار سے ادرک کے بڑے فوائد ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔ ادرک کھانے میں اور دوائیں دونوں میں استعمال ہوتی ہے۔ یہ بلغم اور بادی کے جملہ امراض میں مفید ہے۔ پیٹ کا اپھارہ بدہضمی۔ معدہ کی رطوبت، آنتوں کی خرابی۔ پیٹ کے کیڑوں۔ جوڑوں کے درد وغیرہ کے لئے بہت مفید ہے گیس کے سبب ہونے والی دل کی دھڑکن کو تسکین دیتا ہے۔ آنتوں میں سے پرانی پیچش کے مادہ کو خارج کرتا ہے۔ ادرک اور لاہوری نمک دانتوں کے درد کو شفا دیتا ہے۔ ادرک کی چائے کا سیرپ ہے اور پیٹ کے اپھارہ کو زائل کرتی ہے۔ پرانی کھانسی کو بھی ادرک فائدہ پہنچاتا ہے۔

الائچی چھوٹی مفرح محلل ہے۔ بلغم خارج کرتی ہے۔ دل دماغ، پھیپھڑوں کے لئے قے اور متلی کے لئے مفید ہے۔ معدہ کی گرمی، خون کی حرارت کی زیادتی کو روکتی ہے۔ سونف، چھوٹی الائچی خشک دھنیہ چبا کر گلاب کا عرق پینا گیس کی تکلیف اور سینہ کی جلن کو دور کرتا ہے۔ الائچی چھوارہ منقیٰ گلاب کے پھول پیس کر چٹنی بنا کر دودھ پینے والے بچہ کو چٹانا بہت مفید ہے۔ بچوں کو فربہ اور تندرست کرتا ہے۔

الائچی کلاں بڑی الائچی کا دانہ (دانہ ہیل) پیٹ کے تمام روگوں کے لئے مفید ہے اعضائے رئیسہ کو طاقت دیتا ہے۔ بلغمی مادہ کو زائل کرتا ہے۔ بڑی الائچی کا دانہ اور تلسی کے پتے مرچ سیاہ پرانے بخار کو دور کر دیتا ہے۔ بچوں کو پیاس ہو جائے تو

بڑی الائچی کے چھلکے پانی میں جوش دے کر تھوڑی مصری ملا کر وقفہ وقفہ سے پلانا بچوں کی پیاس کے مرض کو دور کرتا ہے۔

انار میٹھا انار (بیدانہ) مفرح بارد ہے۔ خون کو صاف کرتا ہے۔ معدہ و جگر کی اصلاح کرتا ہے۔ نیز ابیت اور تبخیر معدہ کو دور کرتا ہے۔ بواسیر کے لئے مفید ہے سوزاک والے مریض کے لئے بیدانہ انار بیحد مفید ہے۔ انار کا عرق اور گلقند عورتوں کے پانی کی شکایت (eacorr کما) کے لئے مفید ہے۔

انڈا انڈا بیحد مقوی ہے۔ خون پیدا کرتا ہے جسم کے تمام اعصاب کو طاقت دیتا ہے۔ اسمیں پروٹین بہت ہوتا ہے۔ انڈے کی زردی اور دودھ بہت طاقت بخش ہے۔ انڈے کی صرف سفیدی آنتوں کے زخم اور خراش کو بھرتی ہے۔ دست روکتی ہے۔ تلا ہوا انڈا اور ابلا ہوا زیادہ طاقت دار نہیں ہوتا۔

املی خشک سرد ہے۔ اس کا زیادہ استعمال نقصان دہ ہے۔ حیدرآباد اور مدراس میں اس کا بہت استعمال کیا جاتا ہے۔ مردوں کی قوت باہ کو کمزور کرتی ہے۔ عورتوں کے پستان بڑھاتی ہے۔ املی کا پانی قبض کشا ہے۔ گرمی کے بخار۔ یرقان (پیلیا) کے لئے مفید ہے۔ طاعون کے موقع پر املی کے پتے۔ مرچ سیاہ۔ لیموں کا بیج پیس کر چاٹنا لاجواب دوا ہے املی کے پھول اصلی گھی میں بھون کر خشک کر کے سفوف بنا کر بکری کے دودھ کے ساتھ استعمال کرنا بواسیر کے خون کو فوراً بند کر دیتا ہے۔

اجوائن اجوائن خشک گرم ہے۔ بادی کے جملہ امراض اور پیٹ کی بیماریوں کے لئے بہت مفید ہے۔ اس کا زیادہ استعمال نقصان دہ ہے۔

خون کی صفائی، جوڑوں کے درد کو دُور کرنے کے لئے سونٹھ۔ اجوائن سونف کا سفوف دیا جاتا ہے۔ اجوائن کی دھونی سے بچوں کے چنونے دُور ہو جاتے ہیں۔ اجوائن کا عرق جگر کی اصلاح کے لئے بیحد مفید ہے۔

انیسون | یہ دوا اجوائن کی ہم شکل ہوتی ہے لیکن دونوں کی خوشبو میں فرق ہوتا ہے۔ انیسون کے خواص اجوائن جیسے ہیں مگر یہ گردوں اور دماغ کی اصلاح کے لئے زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ بعض مرکب دواؤں میں انیسون جزوِ اعظم ہے۔

سبحان اللہ کیسی جڑی بوٹیوں اور دواؤں میں بڑی تاثیر ہے بشرطیکہ دوائیں اصلی مل جائیں۔ آج کل دوائیں بھی اصلی نہیں ملتیں حد تو یہاں تک ہے کہ نقلی بھی اصلی نہیں ملتی۔

اسبغول | یہ ایک بیج ہے لیس دار ہوتا ہے۔ قبض کشا ہے۔ خون کی گرمی۔ پرانی پیچش۔ آنتوں کے زخم جریان۔ احتلام گلے کی خشکی کے لئے مفید ہے۔ اسبغول کی بھوسی پانی میں جوش دے کر وقفہ وقفہ سے پلانا پیچش کو فائدہ دیتا ہے۔ غرض خدا کی پیدا کردہ ہر چیز انسان کے لئے کارآمد ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (ہم نے کوئی چیز اس دنیا میں بیکار پیدا نہیں کی)

(ب)

بادیان | سونف (بادیان) ہاضم ہے محلل ریح ہے۔ معدہ کی تیزابیت کو دُور کرتا ہے۔ بلغم کو صاف کرتا ہے۔ پیشاب زیادہ لاتا ہے۔ یہ دوا ہے۔

بادام | تر گرم ہے۔ مقوی مغلظہ، محرک ہے۔ بادام بہت طاقت بخش

چیز ہے۔ یہ غذا بھی ہے اور دوا بھی ہے۔ بادام کو پانی میں بھگو کر چھلکا اتار کر استعمال کرنا دل و دماغ، پھیپھڑوں، اعصابی کمزوری، نزلہ، زکام، پرانی کھانسی کے لئے بے حد مفید ہے۔ بادام کا چھلکا جلا کر اس کا تیل اگزیما کے لئے مفید ہے۔ بادام کا چھلکا جلا کر منجن میں بھی ڈالا جاتا ہے۔

بہدانہ | بہدانہ لعاب دار چیز ہے۔ پانی میں ڈالنے سے لعاب نکل آتا ہے۔ یہ آنتوں کی خراش، معدہ کی سوزش سینہ پر جمے ہوئے بلغم کے لئے مفید ہے۔ بہدانہ دیگر چند دواؤں کے ساتھ مل کر جریان کی بیماری کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

بانکلہ | بانکلہ کے پھول اور پھلی دونوں پکانے کے کام آتے ہیں۔ یہ قبض کشا خون کو صاف کرتا ہے۔ معدہ کی حرارت کو دور کرتا ہے۔

بینگن | دو قسم کے ہوتے ہیں گول بینگن اور لمبا بینگن۔ گول بینگن کی تاثیر قدرے گرم ہوتی ہے اور لمبے بینگن کی تاثیر معتدل ہوتی ہے۔ بینگن جسم کو موٹا کرتا ہے۔ دیر ہضم ہے۔ اپھارہ کرتا ہے۔

بگوگوشہ | یہ بہت میٹھا اور نرم پھل ہے۔ مفرح و مسکن ہے۔ پیشاب کو صاف کرتا ہے۔ معدہ کی حرارت کو دور کرتا ہے۔ پیاس بجھاتا ہے اس کا زیادہ استعمال ہضم کو بگاڑتا ہے۔ کھانا کھانے کے بعد کھانا مفید ہے۔

بھنڈی | بھنڈی سبزی میں شمار ہے۔ لیس دار ہوتی، کچی بھنڈی جریان کیلئے مفید ہے۔ وریرج کو مغلظ کرتی ہے۔ اس کے زیادہ استعمال سے آنتوں میں سوزش

ہو جاتی ہے۔

باجرہ تاثیر گرم ہے۔ مقوی ہے۔ خون پیدا کرتا ہے۔ البتہ دیر ہضم ہے۔ دستوں کو روکتا۔ کمزور آنتوں والوں کے لئے نقصان دہ ہے۔

بیل گیری بیل گیری کے اندر رس دار گودا ہوتا ہے۔ یہی استعمال کیا جاتا ہے۔ مڑوڑ پیچش آنتوں کی سوجن کے لئے بیحد مفید ہے۔ اجابت صاف لاتا ہے۔ معدہ کی تیزابیت کو دور کرتی ہے۔ بیل گیری کے چھلکے میں پیاس والے مریض بچے کو پانی پلانا مفید ہے۔

تنبیہ:۔ بیل گیری کا بہت زیادہ استعمال ریشہ پیدا کرتا ہے اور جوڑوں میں درد پیدا کر دیتا ہے۔

بتھوے کا ساگ تاثیر خشک ہے۔ ہاضم ہے معدہ کی اصلاح کرتا ہے مونگ کی دال اور بتھوے کا ساگ قبض کشا غذا ہے۔ ساگ میں ادرک اور زیادہ مقدار میں گھی ڈالنا چاہیئے ورنہ آنتوں میں خراش پیدا کر دیتا ہے۔

بابری یہ ایک بوٹی ہے۔ اس کو تگمند بابری کہتے ہیں۔ یہ خون صاف کرتی ہے۔ اس کو بھگو کر اس کا پانی استعمال کیا جاتا ہے۔ فسادِ خون پرانے داد، خارش اگزیمہ، پھوڑے پھنسی کے لئے بیحد مفید ہے۔

بونٹ سبز چنے کو بونٹ کہتے ہیں۔ بہت مقوی چیز ہے جسم کو خوب موٹا کرتا ہے۔ دمہ کے مریضوں کے لئے بونٹ کے ساتھ نمک کا استعمال کرنا چاہیئے۔ بونٹ کے ساتھ شہد کھانا قوت باہ، اعضاء رئیسہ آنکھوں کی بینائی، ضیق النفس کے لئے مفید ہے۔ بونٹ کو بھون کر کھانا بے سود ہے۔

بیر | بیر دو قسم کا ہوتا ہے ایک چھوٹا بیر (جھاڑی بوٹی کا بیر) کا، دوسرا بڑا بیر۔ چھوٹا بیر آنتوں کے ورم کو زائل کرتا ہے۔ بڑا بیر گلا خراب کرتا ہے اپھارہ پیدا کرتا ہے۔ کچا بیر اور بیر کے پتے پانی میں جوش دیکر کلیاں کرنا ورم اور دانتوں کی بادی کے مرض کو دور کرتا ہے۔

(پ)

پنیر | دودھ کو پھاڑ کر پنیر بنایا جاتا ہے۔ پنیر ضعف معدہ ضعف مثانہ کو قوت دیتا ہے۔ آنتوں کے زخم بھرتا ہے۔ پنیر نمک کے ساتھ کچا کھانا پرانی پیچش کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ پنیر کا سالن، پکوڑے۔ پنیر کا بھرتہ بڑا لذیذ بنتا ہے۔

پیاز | کے بڑے فوائد ہیں۔ پیاز جراثیم کش ہے۔ موسمی اثرات اور وبائی امراض کو روکتی ہے۔ تاثیر گرم ہے ہاضم ہے۔ صفراوی مادہ کو زائل کرتی ہے۔ پیشاب صاف کرتی ہے۔ معدہ کے زخم والے مریض کے لئے نقصان دہ ہے۔ پیاز کا عرق شہد میں ملا کر استعمال کرنا قوتِ باہ اور عام اعصابی طاقت کے لئے مفید ہے۔

پالک | پالک غذا بھی ہے اور دوا بھی ہے۔ اس کی تاثیر ٹھنڈی ہے مالیخولیا، یرقان درد گردہ کے لئے بہت مفید ہے۔ پالک پرانے قبض کو توڑ دیتا ہے۔ پالک کو تیل میں تل کر تیز مرچوں کے ساتھ کھانا سانس کی نالیوں میں خراش پیدا کرتا ہے۔

پودینہ | پودینہ کے اوصاف بہت ہیں۔ بظاہر یہ سبز پتے معلوم ہوتے

ہیں لیکن بڑے طلسم ساز ہیں۔ اس کی تاثیر گرم اور خشک ہے۔ پیٹ کے امراض، گیس کے عوارضات کے لئے بیحد مفید ہے۔ غذا کو بہت جلد ہضم کرتا ہے۔ معدہ کی رطوبت کو خشک کرتا ہے جثافشا خارج کرتا ہے۔ پیٹ کے اپھارہ کو دُور کرتا ہے۔ ہچکی روکتا ہے۔ ہیضہ کی حالت میں پودینہ چھوٹی الائچی۔ نمک سیاہ جوش کر کے تھوڑا پلانا بیحد مفید ہے کھانے کے ساتھ پودینہ کی چٹنی پودینہ کا رائتہ استعمال کر لینا بہت مفید ہے۔ مدینہ شریف کا پودینہ اوصاف و خواص میں بے مثال ہے۔

پپیتہ | پپیتہ پھلوں میں شمار کیا جاتا ہے لیکن کچا پپیتہ سبزی کے طور پر بھی پکایا جاتا ہے۔ پپیتہ بہت ہاضم ہے جگر کے فعل کو درست کرتا ہے۔ آنتوں کی غلاظت صاف کرتا ہے لیکن جن کی آنتیں کمزور ہوتی ہیں ان کو نقصان پہنچاتا ہے۔ پپیتہ کے بیج ہاضمہ کی دوا میں استعمال کئے جاتے ہیں ؎

(تم جسکو سمجھتے عبث چیز جہاں میں
لیکن وہ حقیقت میں بڑے کام کی شے ہے)

پیٹھا | پیٹھا ہندوستان کے سندھ ساگر کے علاقوں میں بہت پیدا ہوتا ہے۔ اس کی تاثیر ٹھنڈی ہے۔ اعضائے رئیسہ کو قوت دیتا ہے بواسیر کے لئے بہت مفید ہے۔ دل کی دھڑکن کو کنٹرول کرتا ہے۔ تپ دق کے مریض کے لئے پیٹھے کا پکا ہوا پانی۔ پیٹھے کا گودا۔ کبکڑے کا سوپ بیحد مفید ہے۔ کیونکہ پیٹھا پھیپھڑوں کی بلغمی نالیوں کو صاف کرتا ہے۔

پرول | بظاہر بہت معمولی چیز ہے لیکن اوصاف کے اعتبار سے نہایت مفید ہے۔ پرول پیٹ کے کیڑے مارتا ہے۔ ہاضمہ کو تیز کرتا ہے۔ بھوک لگاتا ہے۔ بلغم کی پیدائش کو روکتا ہے۔ صالح خون پیدا کرتا ہے۔ معدہ کی سوجن کو دُور کرتا ہے۔

پان | پان اور پان کی جڑ ایک ایسی دوا ہے جس کو بلغمی مادہ زائل کرنے، خون پیدا کرنے، کھانا ہضم کرنے کے لیے منتخب کیا گیا ہے کھانا کھانے کے بعد ایک پان کھانا پیٹ اور ہاضمہ کے لئے مفید ہے۔ انسان کے جسم میں کیلشیم کی کمی کو پورا کرتا ہے لیکن اس کی عادت اور تمباکو کے ساتھ پان کا کثیر استعمال بعض لوگوں کے لیے کینسر کا باعث ہو جاتا ہے۔ یا سیھر الرجک قسم کی بیماری پیدا کر دیتا ہے۔ پان کی جڑ، ملیٹھی، سونف کا سفوف گلے کو صاف کر کے آواز کو سُریلا بنا دیتا ہے۔

ہندوستان اور پاکستان میں پان کھانے کا رواج علت بیجا بنا ہوا ہے۔ بعض گھرانوں میں تو پچاسوں روپے ماہانہ پان چھالیہ کا خرچ ہوتا ہے۔ پندرہ روپے ماہانہ کی ملازمہ اگالدان صاف کرنے کے لئے رکھی جاتی ہے۔ قیمتی کپڑے پان کی پیک کی چھینٹوں سے بیکار ہو جاتے ہیں۔ دیواروں پر کتھے چونے کے دھبے جا بجا نظر آتے ہیں۔ لڑکی کے جہیز میں بیش قیمت پٹاری (پاندان) لازمی دیا جاتا ہے تاکہ پٹاری کے استعمال کو قائم رکھنے کے لئے پان چھالیہ

کا خرچ لازمی ہوجاتا ہے۔ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ دلہن و دولہا کا جھگڑا پان چھالیہ پر ہی ہوتا ہے۔

پانی اور پیاس

ہر جاندار کو طبعی تقاضہ کی بنا پر پیاس لگتی ہے۔ جب خون میں پانی کی کمی ہوتی ہے اور جسم میں اخلاط کو پانی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو پیاس لگتی ہے۔ (یعنی طبیعت پانی چاہتی ہے۔)

خدا نے زندگی کی بقا کے لئے پانی۔ ہوا اور غذا کو بہت ضروری چیز بنایا ہے۔ پانی کا کام صرف پیاس بجھانا نہیں ہے بلکہ خون کو پتلا کر کے دوران خون کو درست کرنا اور خون کی گرمی کو زائل کرنا بھی ہے۔ پانی کا ایک وصف یہ بھی ہے کہ پانی جسم کے فاسد مادہ کو اپنے ساتھ لے کر پسینہ کے راستہ جلد سے خارج ہوجاتا ہے۔ پانی پیٹ میں پہنچکر معدہ، جگر، مثانہ، گردوں کی گرمی کو دور کرتا ہے۔ پانی غذا ہضم کرنے کی ایک خاص چیز ہے۔ اس لئے پانی زندگی کی بقا کے لئے بہت ضروری ہے نہ صرف یہ بلکہ بسا اوقات پانی کا ایک ایک قطرہ نباتات وحیوانات کے لئے نہایت قیمتی ہوتا ہے۔ اس کے باوجود اللہ تعالے نے پانی اور ہوا کو بلا ٹیکس بلا قیمت تمام مخلوق کے لئے عام رکھا ہے۔ اس کے برعکس آج دنیا والوں نے پانی اور ہوا پر ٹیکس لگا کر اس کو آمدنی کا ذریعہ بنا لیا ہے۔

صحت مند پانی

صاف ستھرا پانی صحت کے لئے اچھا ہوتا ہے

پانی میں موسمی جراثیم بھی ہوتے ہیں اور وہ بیماری کا سبب بنتے ہیں اسلئے صحت کی بقا کے لئے ضروری ہے ہمیشہ صاف ستھرا پانی پئیں۔ اگر پانی کے مٹکے میں گندھک ڈال دی جائے تو پانی میں کیڑا نہیں ہوتا۔

اَقسامِ آب :۔ دریا کا پانی ۔ سمندر کا پانی ۔ نمک کا پانی ۔ نوشادر کا پانی ۔ اپنی اپنی خاصیت کے اعتبار سے صحت کے لئے مفید ہوتا ہے ۔ ان میں کچھ پانی تو دوا کے طور پر استعمال ہوتے ہیں اور کچھ پانی پیاس بجھانے کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

دریا کا پانی

دریا کا پانی کچا ہوتا ہے ۔ اس میں کیمیائی اثرات بہت کم ہوتے ہیں بلکہ بعض دریاؤں کا پانی تو نہایت ناکارہ اور ناقابل استعمال ہوتا ہے ۔ کیونکہ بعض دریا میں ندی نالوں کا گندہ پانی جاتا ہے ۔ برسات و پہاڑوں کا پانی جمع ہو جاتا ہے ۔

مردے بہائے جاتے ہیں ۔ گائے بیل بھینس گھوڑے وغیرہ نہلائے جاتے ہیں ۔ جانور مر کر سڑ جاتے ہیں ۔ ایسے پانی کو استعمال نہیں کرنا چاہیے ۔

سمندر کا پانی

سمندر کا پانی کڑوا ۔ کھاری ہوتا ہے اس پانی کو پکا کر استعمال کرنا چاہیے ۔

چشمہ کا پانی

زمین کے چشموں پہاڑوں کے چشموں کا پانی پینے کے لئے بہترین ہوتا ہے ۔ اس میں قدرتی کیمیاوی

اثرات ہوتے ہیں۔ یہ نہایت طاقت دار ہوتا ہے۔ تاہم اس پانی کو پکاکر پینا ہی زیادہ مفید ہے۔

کنویں کا پانی

کنویں کا پانی سب سے زیادہ مفید مانا جاتا ہے کیونکہ وہ زمین کی سوتوں سے قدرتی طور پر چھن کر آتا ہے اور اس میں تمام کیمیاوی اجزا پائے جاتے ہیں۔ کنویں کے پانی میں کیلشیم اور کئی قسم کے میگنیشیم موجود ہوتے ہیں۔ تاہم برسات کے موسم میں کنویں کے پانی کو بھی پکاکر استعمال کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ برسات میں عموماً کینچوے کے انڈے بچے پیدا ہو جاتے ہیں وہ پیٹ میں جاکر پل جاتے ہیں۔

اولے کا پانی

اولے کا پانی (آبِ ژالہ) بار تسکین بخش ہوتا ہے۔ پیاس بجھاتا ہے جلے ہوئے پر اولے کا پانی بہت اکسیر ہے۔

برف کا پانی

بظاہر ٹھنڈا تسکین وہ ہوتا ہے لیکن زیادہ تیز ٹھنڈا پانی بہت زیادہ نقصان دہ بھی ہوتا ہے۔ شرابی آدمی کو تیز ٹھنڈا پانی بہت پسند آتا ہے لیکن اس کے نتائج کسی وقت بھی شدید نقصان دہ ہوتے ہیں۔ زیادہ تیز ٹھنڈا پانی جوڑوں میں درد کرتا ہے۔ آنکھوں کی بینائی کو نقصان دیتا ہے۔ دانتوں کو نقصان دیتا ہے سوتے سوتے اُٹھ کر دھوپ میں چلکر غسل سے فارغ ہو کر تیز بخار کی حالت میں ٹھنڈا پانی پینا بہت ہی نقصان دہ ہے۔

(اصول طب)

چونے کا پانی چونے کا پانی (کھانے کے ۲ تولہ چونے کو ایک بوتل پانی میں ڈال دیتے ہیں۔ پھر ۲۴ گھنٹے بعد اس پانی کو دوسری بوتل میں نتھار کر ڈال دیتے ہیں) یہ چونے کا پانی نہایت ہاضم، قبض کشا ہے ہڈی کو مضبوط بناتا ہے۔ سل۔ دق۔ یرقان کے مریضوں کے لئے چونے کا پانی شفا بخش ہے۔ چونا اور چونے کی دھسک ٹی کے جراثیم کو ختم کرتی ہے۔

طریقہ استعمال مذکور چونے کا پانی ۲ تولہ سادہ پانی ایک گلاس، یہ دونوں پانی ملا کر پئیں جن بچوں کو شدید قبض ہو ان کو ۲ چمچے چونے کا پانی اور ۲ چمچے سادہ پانی ملا کر پلائیں بہت مفید ہے

نمک کا پانی نمک کا پانی خون میں روانی پیدا کرتا ہے۔ نمک کا پانی سینہ پھیپھڑے کی ہوا کی نالیوں کو بلغم سے صاف کرتا ہے۔ بشرطیکہ گردوں میں کوئی خرابی نہ ہو۔ گردے کے مریض کو نمک کا استعمال نقصان دہ ہے۔

نوشادر کا پانی یہ ایک قسم کی دوا ہے۔ اس کو انگریزی میں (AMONIAM ERAMET) کہتے ہیں۔ یہ پانی قطروں کی مقدار میں استعمال کیا جاتا ہے۔ ہضم کو درست کرنے، جگر کے فعل کو درست کرنے کے لئے نوشادر

کا استعمال (دواش) بوند سے ۲۰ بوند تک مفید ہے۔

پستہ یہ سوکھے ہوئے میوہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ نہایت مقوی ہے۔ اعصاب اور اعضائے رئیسہ کے لئے انتہائی مفید ہے

تاثیر تر گرم ہے۔ قے اور متلی و ہچکی کو روکتا ہے۔ پستہ کے زیادہ استعمال سے گرم مزاج لوگوں کا خون جاری ہو جاتا ہے۔

(ت)

تربوز تربوز دریا کے کنارے ریت میں زمین کے اندر پیدا ہوتا ہے اور کافی وزنی ہوتا ہے۔ تاثیر سرد ہے پیشاب آور ہے۔ معدہ کی گرمی کو دور کرتا ہے لیکن بلغمی مزاج والوں کو نقصان دیتا ہے۔ پیٹ میں اپھارہ کر دیتا ہے۔ تربوز خالی پیٹ کھانا مفید ہے۔ تربوز دماغ کے لئے بہت مفید ہے۔ تربوز کے زیادہ استعمال سے قوت باہ کمزور ہو جاتی ہے کھانا کھا کر تربوز کھانے سے بدہضمی ہو جاتی ہے۔

توری توری کا سبزی میں شمار ہوتا ہے تاثیر سرد تر ہے۔ مفرح اور مصفی ہے۔ ہضم کو تیز کرتی ہے۔ مریضوں کے لئے صحت مند غذا ہے۔ بشرطیکہ اس کو زیرہ، ادرک، الائچی کے ساتھ پکایا جائے۔

تل تل دو قسم کے ہوتے ہیں سفید تل، سیاہ تل۔ ان کی تاثیر گرم تر ہوتی ہے۔ سفید تل مثانہ کو طاقت دیتا ہے اور مقوی ہے سیاہ تل ذیابیطس (شوگر) کی بیماری کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

تالمکھانہ تالمکھانہ یونانی دوا ہے۔ نہایت مقوی ہے۔ خون پیدا کرتا ہے۔ معدہ و آنتوں کو قوت دیتا ہے۔ عورتوں کے پوشیدہ امراض (ماہواری) کو درست کرتا ہے۔

تیج پات تیج پات خوشبودار پتّے ہوتے ہیں۔ تاثیر گرم ہے۔ خون میں روانی پیدا کرتا ہے۔ گردوں کے فعل کو درست کرتا ہے عموماً سالن میں خوشبو کے لئے ڈالا جاتا ہے۔

تج خوشبودار دوا ہے۔ تاثیر گرم خشک ہے۔ خون میں مردانہ حم اللہیم پیدا کرتا ہے۔ باہ کو طاقت دیتا ہے۔ بلغم و بادی کے مادہ کو جلاتا ہے۔ البتہ گلے میں خراش پیدا کرتا ہے۔

تلسی تلسی کے پتّے اور تلسی کے بیج دواؤں میں استعمال ہوتے ہیں۔ بخار کو دور کرتا ہے۔ تلسی کے پتّے اور سیاہ مرچ پرانے بخار کو ختم کرنے کے لئے بیحد مفید ہے۔

(ٹ)

ٹماٹر ٹماٹر خون پیدا کرتا ہے۔ فرحت بخش ہے، قبض کشا ہے معدہ کو طاقت دیتا ہے۔ تاثیر معتدل ہے۔ ٹماٹر جسم کو موٹا کرتا ہے۔

ٹنڈے ٹنڈہ سبزی میں شمار ہے۔ مفرح بارد ہے۔ گرمی کے عوارضات کو بہت جلد دور کرتا ہے۔ کمزور مریضوں کے لئے فرحت بخش غذا ہے۔

(ج)

جاوتری جاوتری یونانی دوا بھی ہے اور غذا میں بھی ڈالی جاتی ہے اس کی تاثیر گرم ہے مقوی آنتوں اور معدہ کو قوت دیتی ہے۔ جگر کے فعل میں اصلاح پیدا کرتی ہے۔

جوز جوز بھی یونانی دوا ہے اور غذا میں بھی ڈالی جاتی ہے۔ تاثیر گرم ہے مقوی ہے خون میں حرارت پیدا کرتی ہے۔ کھانسی کو دفع کرتی ہے۔

جامن جامن، جگر، معدہ تلی کو قوت دیتی ہے۔ تاثیر خشک بارد ہے۔ خالی پیٹ میں جامن اپھارہ پیدا کر دیتی ہے۔ جامن کھا کر زیادہ پانی پینا سخت نقصان دہ ہے۔ جامن خون کی گرمی کو دور کرتی ہے قدرے قابض۔ ذیابیطس کے لئے مفید ہے۔ پیشاب کی زیادتی کو کم کرتی ہے۔

جنگل جلیبہ معدہ کی رطوبت کو صاف کرتا ہے۔ قابض ہے۔ جنگل جلیبہ کا تیل بنا کر کانوں میں ڈالا جاتا ہے۔ یہ تیل سننے کی طاقت کو زیادہ کرتا ہے اور کان کے درد کے لئے بھی مفید ہے

جَو جو غذا میں شمار ہے۔ اگرچہ لوگ اس کو بہت کم استعمال کرتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ جَو و جَو کا آٹا بہت ہی طاقت دار اور بیحد مفید غذا ہے۔ جَو کی تاثیر ٹھنڈی ہے، شوگر کے مریض کے لئے جَو کا استعمال مفید ہے۔ دمہ و بائی کھانسی۔ دق میعادی بخار کے مریضوں کے لئے بہت مفید غذا ہے۔ جو خون کے جوش (بلڈ پلیشر) کو کنٹرول کرتا ہے۔ معدہ جگر تلی کو طاقت دیتا ہے۔ سوداوی امراض میں جو مفید ہے۔

جوار جوار بھی غذا میں شامل ہے۔ پرانی کھانسی کو فائدہ دیتا ہے، پیشاب کی بے ضابطگی کو کنٹرول کرتا ہے۔ البتہ معدہ میں نفخ ریاح کا

عارضہ بھی پیدا کرتا ہے۔

جل دھنیہ جل دھنیہ ہرے دھنیہ جیسا ہوتا ہے۔ لیکن یہ پانی کے کنارے پیدا ہوتا ہے۔ اس میں اتنا تیزابی اثر ہوتا ہے۔ کہ جسم کی کھال پر لگتے ہی آبلے ڈال دیتا ہے۔ ہرے دھنیہ کا استعمال کرتے وقت دھنیہ کے پتوں کو ہاتھ پر مسل کر دیکھ لیں۔ بسا اوقات ہرے دھنیہ کے اندر جل دھنیہ کی پتیاں مل کر آجاتی ہیں۔ جل دھنیہ مردانہ امراض میں کام آتا ہے۔

(چ)

چقندر چقندر کھانے کی سبزیوں میں شمار ہے۔ تاثیر گرم اور تر ہے خون پیدا کرتا ہے۔ دل و دماغ کو فرحت دیتا ہے اور جگر کو بھی طاقت دیتا۔ کچا پکا چقندر کھانے سے دودھ پلانے والی عورتوں کا دودھ زیادہ اترتا ہے۔

چکوترہ ترش پھل ہے۔ عورتوں کو بہت مرغوب ہے۔ جسم کی گرمی، پیاس کی شدت اور خون کی تیزی کے لئے مفید ہے اور مردوں کی جریان کی بیماری میں بھی مفید ہے۔

چنا بڑے لوگوں کی مثل مشہور ہے "جس نے کھایا چنا اس کا جسم بنا" حقیقت یہ ہے کہ چنا بہت سی خوبیاں رکھتا ہے۔ چنا بہت مقوی غذا ہے اس میں وٹامن۔B۔ بہت زیادہ ہوتا ہے۔ خون صاف کرتا ہے۔ رطوبت کو خشک کرتا ہے۔ قابض ہے بھنا ہوا چنا مقوی معدہ

اور مقوی باہ ہے۔ اُبلا ہوا چنا اپھارہ کر دیتا ہے۔
اگر اُبلے ہوئے چنے میں ادرک اور اجوائن ملا دی جائے تب اپھارہ نہیں کرتا۔ پیاز اور چنا قوتِ باہ کے لئے بہت مفید ہے۔

چلغوزہ اعضائے رئیسہ کو طاقت دیتا ہے۔ قوتِ باہ کو بڑھاتا ہے البتہ اس کا زیادہ استعمال دماغ کو کند کرتا ہے۔ گلے میں خراش پیدا کرتا ہے۔ خالی پیٹ میں چلغوزہ کھانا نقصان دہ ہے۔

چھاچھ دودھ میں سے گھی مکھن نکالنے کے بعد جو پانی بچتا ہے۔ اس کو چھاچھ یا مٹھا کہتے ہیں۔ گرمی کے سبب پیدا ہونے والی بہت سی بیماریوں کے لئے بیحد مفید ہے۔ پیچش جگر کی خرابی، ورم تلّی بواسیر، خون کی خرابی کے لئے چھاچھ کا استعمال مناسب بدرقہ کے ساتھ بیحد مفید ہے۔ چھاچھ بدن کو موٹا کرتا ہے۔ گردہ اور مثانہ کی گرمی کو دُور کرتا ہے۔ چھاچھ کا استعمال نمک کے ساتھ زیادہ مفید ہے۔

چاول چاول ایک غذا ہے۔ بچے بوڑھے۔ جوان سب کی محبوب غذا ہے ہندوستانی لوگ اپنے اپنے فن سے چاول کو بڑا ذائقہ دار پکاتے ہیں۔ چاول غذا ہونے کے ساتھ ساتھ طبّی اعتبار سے بھی کچھ خواص رکھتا ہے۔ پیچش۔ پرانے دست۔ تپ دق۔ سنگرہنی کے مریضوں کے لئے مفید غذا ہے۔ آنتوں میں دو وصیت پیدا کرتا ہے۔ معدہ اور آنتوں کی گرمی کو صاف کرتا ہے۔ چاول کا پانی (چاول کی پیچ) بچوں کے پیٹ کے لئے نہایت مفید ہے۔ چاول کو کئی طریقوں سے پکاتے ہیں۔

چھوارہ خشک پھل ہے جسم کو موٹا کرتا ہے ۔ دودھ اور چھوارہ بہت طاقت وار غذا ہے ۔ پھیپھڑوں، سینہ اور معدہ کو طاقت دیتا ہے ۔ لقوہ فالج کے مریضوں کو چھوارہ کشمش ملاکر دینا مفید ہے چھوارہ قوت باہ اور عورتوں کی مخصوص بیماریوں میں مفید ثابت ہوا ہے ۔

(ح)

حبوب گُل حبوب حب کی جمع ہے ۔ حب معنی بیج ۔ یعنی پھولوں کے بیج ۔ ہر پھول کے بیج کی تاثیر جداگانہ ہے ۔ بعض بیج ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے اندر سے تیل نکلتا ہے اور بعض بیج صرف پودے اُگانے کے کام آتے ہیں ۔ بعض بیج دواؤں میں کام آتے ہیں ۔ بیجوں کی کیفیات وتاثیرات کے لئے مخزن مفردات اور ریاض کبیر کا مطالعہ کیجیے ۔

مطالعہ کے بعد آپ کو یہ معلوم ہوگا کہ آپ کے منہ سے تھوکے ہوئے بیج بھی بڑے کام کی چیز ہیں جو آپ کی نگاہوں میں بظاہر بے کار چیز ہے چنانچہ بعض بیجوں کے اوصاف ملاحظہ فرمایئے ۔

حب الائچی کلاں بڑی الائچی کا دانہ ۔ یہ کاسر ریح ہے مفرح ۔ ہاضم ہے بادی کو دور کرتا ہے ۔ معدہ کی گرمی کو چھانٹتا ہے ۔ دل ودماغ کو طاقت دیتا ہے ۔ کھانا کھانے کے بعد بڑی الائچی کے چند دانے اور تھوڑی سی سونف چبانا دردِ باؤ گولہ اور پیٹ کے جملہ امراض کے لئے مفید ہے ۔

حب لیموں لیموں کے بیج۔ یہ بیج کڑوے (تلخ) ہوتے ہیں مقے متلی۔ صفرہ کے لئے بیحد مفید ہے۔ ہیضہ موسمی بخار، معدہ کی رطوبت کے لئے مفید ہے۔ حب کے لفظ کو عام اصطلاح میں گولی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے لیکن یہاں حب کو لفظی معنی کے ساتھ دانہ و بیج کے لئے استعمال کیا جارہا ہے۔

حب سیاہ کلونجی۔ یہ سیاہ دانے ہوتے ہیں لیکن تاثیر و اوصاف کے اعتبار سے انتہائی مفید ہے۔ بواسیر، ریاح باسور ہی۔ ابھارہ، سوء ہضم۔ درد شکم مضمن۔ مالیخولیا کے لئے بہت مفید ہے۔ نصف درہم کلونجی پانی کے صبح نہار منہ استعمال کرنا مذکورہ امراض کے لئے شفا بخش ہے

حب پپیتہ حب پپیتہ یعنی پپیتہ کے بیج۔ یہ جگر کے فعل کو درست کرتا ہے۔ قبض کشا ہے۔ معدہ کی اصلاح کرتا ہے۔ حب پپیتہ طب یونانی میں مستقل ایک دوا بھی ہے جو جگر اور معدہ کی اصلاح کے لئے بنائی جاتی ہے۔

(خ)

خوبانی یہ ایک پھل ہے جو میٹھا قدرے ترش ہوتا ہے۔ جو خوبانی زیادہ کھٹی ہوتی ہے وہ اپھارہ کرتی ہے یعنی گیس پیدا کرتی ہے۔ میٹھی خوبانی بواسیر کے لئے۔ پیٹ کے کیڑوں کے لئے۔ آنتوں کی کمزوری کے لئے دائمی قبض کے لئے بہت مفید ہے۔

خربوزہ خربوزہ قبض کشا ہے پسینہ لاتا ہے۔ پیشاب کی رکاوٹ کو کھولتا ہے۔ ہاضم ہے۔ یرقان کے لئے مفید ہے۔ بسا اوقات کمزور آنتوں والے آدمیوں کو نقصان دے جاتا ہے۔

خلفہ کا ساگ خلفہ کا ساگ بہت استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ قبض کشا ہے۔ پتھری کے لئے مفید ہے۔ پیٹ کے کیڑے مارتا ہے۔

(د)

دھنیہ دھنیہ کو کشنیز خشک بھی کہتے ہیں۔ یہ خشک دھنیہ کھانے میں اور دواؤں میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کی تاثیر سرد خشک ہے۔ قابض ہے۔ دل و دماغ کو طاقت دیتا ہے جسم میں ٹھنڈک پیدا کرتا ہے۔ ہائی بلڈ پلیشر میں سونف اور دھنیہ کا پانی مفید ثابت ہوتا ہے۔ جریان کی بیماری کے لئے دھنیہ مفید ہے۔ پیاز کی بدبو کو دھنیہ مٹا دیتا ہے۔

دارچینی یہ دوا ہے۔ بلغمی بیماری کو شفا دیتا ہے۔ مثانہ کو طاقت دیتا ہے۔ پیشاب کی زیادتی کو روکتا ہے۔ کھانسی۔ نزلہ، قے کے لئے مفید ہے۔ قوت باہ (قوت مردمی) کو زیادہ کرتا ہے لیکن تاثیر گرم وخشک ہونے کے سبب اس کا زیادہ استعمال نقصان دہ بھی ہے۔ گلے میں خراش کرتا ہے اور نیند کو ختم کر دیتا ہے۔

دودھ اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے دودھ کو سب سے بہتر غذا بنایا ہے۔ دودھ میں غذائیت کے علاوہ طاقت اور شفا کے اوصاف بھی ہیں

دودھ پروٹین اور رسائن کا مرکب مانا جاتا ہے۔ یعنی دودھ کے استعمال سے خون ہڈی، گوشت، مادہ منویہ، دماغ کی پرورش ہوتی ہے۔ دودھ بڑے بخار، دائمی قبض حیض کی خرابی۔ گردہ۔ مثانہ۔ اعصابی کمزوری۔ بواسیر کی جلن، معدہ کی تیزابیت۔ جگر کی کمزوری کے لئے بہت مفید ہے، آنتوں میں دودھیت پیدا کرتا ہے۔

دودھ کی قسمیں

بکری کا دودھ، گائے کا دودھ۔ بھینس کا دودھ بھیڑ کا دودھ۔ یہ دودھ غذا کے طور پر استعمال کئے جاتے ہیں۔ مگر آج کل سائنس کی ترقیات نے کچھ اور قسمیں بڑھادی ہیں خشک دودھ (MILK VITAMINS) ڈبے کا دودھ وغیرہ اس میں شک نہیں کہ بناوٹی دودھ میں بھی غذائیت اور طاقت ہے لیکن جو بات جانور کے تھنوں میں اور ماں کے پستانوں میں ہے وہ بات مصنوعی دودھ میں ہرگز نہیں۔ اس جگہ ہم طبی اعتبار سے دودھ کی قسموں کے کچھ خواص تحریر کر رہے ہیں جو نہایت ضروری ہیں۔

بکری کا دودھ

خون کی خرابی۔ آنتوں کی خرابی جگر کی کمزوری کے لئے بکری کا دودھ مفید ہے تپ دق کے مریض کے لئے بکری کا دودھ اور کھجور بیحد مفید ہے۔ بکری کے دودھ کا بنایا ہوا دہی آنتوں کے زخم کو بھر دیتا ہے۔

گائے کا دودھ

معتدل ہے۔ مفرح ہے خون پیدا کرتا ہے، ہڈی چوڑی کرتا ہے زود ہضم ہے دل ددماغ کو فرحت دیتا ہے۔ جن کا ہاضمہ کمزور ہو اور دماغ کمزور ہو ان کے لئے گائے کا دودھ بہت مفید ہے۔ البتہ گائے کا

دودھ بادی ہوتا ہے۔

بھینس کا دودھ بھینس کا دودھ بھاری ہوتا ہے۔ اگر معدہ اسکو ہضم کرلے تو یہ بہت جلد جسم کو فربہ (موٹا) کردیتا ہے۔ نیند بہت لاتا ہے۔ چھوٹے بچوں کو بھینس کا دودھ نصف پانی ملاکر پلانا چاہیئے۔

بھیڑ کا دودھ بادی۔ ریشہ۔ بلغم کے مریضوں کے لئے بہت مفید ہے۔ پھیپھڑوں کے مریضوں کے لئے بھی بہت مفید ہے۔ خون پیدا کرتا ہے۔ بھیڑ کا دودھ زیادہ تر دواؤں میں استعمال ہوتا ہے۔

دہی دہی اگر صاف ستھرا اور میٹھا ہو تو پیٹ کے لئے گیس کے لئے، معدہ کی تیزابیت دور کرنے کے لئے بہت مفید ہے۔ آنتوں کے زخم کو بھرتا ہے، پیچش۔ پرانے دست اور بدہضمی کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ اگر دہی ترش اور بدبودار ہوگا تو وہ فائدہ کی بجائے نقصان دہ ہوگا۔ دہی میں زیرہ کالی مرچ ملاکر کھانا بادی بلغم کے لئے مفید ہے۔

ھدایت: بیمار جانوروں کا دودھ اور اس دودھ سے بنا ہوا دہی نقصان دہ ہوتا ہے۔ بیمار جانوروں کا دودھ دہی استعمال نہ کرنا چاہیئے اگر کسی بچہ کی ماں میعادی بخار۔ ٹی بی وغیرہ کی مریض ہو تو اس کے بچے کو اس کا دودھ نہ پلانا چاہیئے۔

زیادہ پکایا ہوا دودھ بے جان ہوجاتا ہے۔ ایک جوش دیا ہوا دودھ پینا چاہیئے۔

(ز)

زعفران

زعفران بہت مشہور اور قیمتی دوا ہے۔ یہ اکثر دواؤں میں استعمال ہوتی ہے۔ مقوی دل و دماغ ہے۔ خون پیدا کرتی ہے۔ اخلاط بلغمی کی اصلاح کرتی ہے۔ بچوں کو نمونیہ کے مرض میں زعفران دیجاتی ہے۔ بعض معجونوں کے لئے زعفران جزو اعظم ہے۔

زیرہ سفید
زیرہ سیاہ

زیرہ ہاضم ہے۔ معدہ کی رطوبت کو صاف کرتا ہے بلغم اور بادی کو خارج کرتا ہے۔ پیٹ کے ابھارہ اور ترش ڈکاروں کو روکتا ہے۔ حمل کی حالت میں مٹی چبانے والی عورتوں کیلئے زیرہ اور سونف کھانا بہترین علاج ہے۔ مٹی کھانے کی عادت ختم ہوجاتی ہے۔ زیرہ کو گھی میں بھون کر دودھ کے ساتھ کھانے سے دودھ پلانے والی عورتوں کا دودھ بڑھ جاتا ہے۔ پستان فربہ اور سخت ہو جاتے ہیں۔

زیتون کا تیل

زیتون ایک خوشبودار لکڑی ہے۔ یہ عرب میں زیادہ پیدا ہوتی ہے۔ زیتون کا تیل بڑے فوائد رکھتا ہے۔ تاثیر گرم تر ہے۔ زیتون کا تیل آنتوں کے زخم کو بھرتا ہے۔ خون میں تری پیدا کرتا ہے۔ دل و دماغ کو طاقت دیتا ہے۔ پرانی کھانسی کے لئے بیحد مفید ہے۔ دائمی قبض کو توڑتا ہے۔ ایک پاؤ دودھ میں ایک تولہ روغنِ زیتون ملا کر پینا قبض کشا ہے۔ مقوی ہے۔ آنتوں کے فعل کو درست کرتا ہے۔ خارش۔ جھونج۔ ایگزیمہ کے لئے بیحد مفید ہے۔

(س)

سردا یہ ایک پھل ہے۔ اس کی شکل سیتاپھل جیسی ہوتی ہے۔ نہایت شیریں اور لذیذ ہوتا ہے۔ مفرح بارد ہے۔ دل ودماغ کو طاقت بخشتا ہے۔ سوزاک اور پیشاب کی جلن کے لئے مفید ہے۔ کھانے کے بعد سردا کھانا نہایت ہاضم ہے۔ سوزش امعا ورم معدہ کو دُور کرتا ہے۔

سنگھاڑہ یہ پھل پانی میں پیدا ہوتا ہے۔ دو کانٹے ہوتے ہیں۔ اسکے اندر کی گری سفید ہوتی ہے۔ وہی گری کھائی جاتی ہے۔ سبز سنگھاڑے کی تاثیر سرد وتر ہے۔ سوکھے سنگھاڑے کی تاثیر سرد خشک ہے سنگھاڑہ جسم کو موٹا کرتا ہے۔ اعصابی کمزوری کو دُور کرتا ہے۔ سیلان الرحم (عورتوں کی بیماری) کے لئے بیحد مفید ہے۔ دل کی دھڑکن کو روکتا ہے اگرمی کے دست اور پُرانی کھانسی کے لئے بیحد مفید ہے۔ سوکھا سنگھاڑہ دودھ میں پکاکر کھانا طاقت دیتا ہے۔ لیکن جن کا معدہ کمزور ہو ان کے لئے زیادہ مفید نہیں۔

سونٹھ سوکھی ادرک کو کہتے ہیں۔ اس کا مفصل بیان الف کی تختی میں ہے۔

سرسوں کا ساگ جگر کے فعل کو درست کرتا ہے۔ معدہ کی رطوبت کو صاف کرتا ہے۔ ہضم کی خرابی کو درست کرتا ہے۔ بادی کو خارج کرتا ہے۔

سپاری ہندوستان میں سپاری چھالیہ کو کہتے ہیں۔ چھالیہ کی کئی قسمیں ہیں ڈلی کی چھالیہ۔ بتاشہ کی چھالیہ۔ چکنی چھالیہ

ہندوستان اور پاکستان میں چھالیہ پان کے ساتھ کافی مقدار میں کھائی

جاتی ہیں۔ سپاری کے فوائد بہت ہیں۔ رطوبت کو خشک کرتی ہے دانتوں کی جڑوں کو مضبوط بناتی ہے۔ سیلان الرحم اور جریان کے مریضوں کے لئے بہت مفید ہے۔ سپاری بھوک لگاتی ہے لیکن چکنی چھالیاں تمام چھالیوں سے اچھی ہوتی ہیں۔ چھالیہ ہمیشہ ابال کر اور باریک کاٹ کھانا چاہیئے جن کے گلے میں ٹانسل ہوں ان کے لئے چھالیہ نقصان دہ ہے۔ سپاری اور گل سپاری بواسیر کے مرض کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ لیکن آج کل سپاری کا استعمال عورتوں میں محض طلب کے طور پر کیا جاتا ہے۔

سیب سیب بہت مقوی اور لذیذ پھل ہے۔ تاثیر محرک ور تر ہے۔ دل و دماغ و اعضائے رئیسہ کو طاقت دیتا ہے۔ دماغی بیماریوں کے لئے بہت مفید ہے۔ لیکن دیر ہضم ہے۔ پانی میں سیب پکا کر گلوکوز ملا کر دینا پیچش کے مرض کو فائدہ دیتا ہے۔ موتی جھارہ (ٹائی فائیڈ) دمہ۔ دق کے مریضوں کے لئے بیحد مفید ہے۔ سیب کے چھلکے میں وٹامن D اور وٹامن C کافی مقدار میں ہوتا ہے۔ جدید سائنس نے سیب کے چھلکے کی بڑی تعریف کی ہے۔ عرب میں سیب کے چھلکے کی چائے بنا کر پی جاتی ہے۔ سیب کے چھلکے کی چائے خون پیدا کرتی ہے۔ سیب کے چھلکے کا مقطر عرق دودھ پیتے بچوں کو پلانا بہترین ٹانک ہے۔

ساگو دانہ یہ بنائی ہوئی چیز ہے جو کہ ارارو ٹ سے بنائی جاتی ہے چونکہ یہ بیماروں اور کمزوروں کو طاقت دینے والی چیز ہے۔ اس لئے اس کا ذکر بھی لازمی سمجھا گیا ہے ساگو دانہ جلد ہضم ہو جاتا ہے قبض کو

توڑتا ہے۔ دل و دماغ کو فرحت دیتا ہے۔ آنتوں کی خشکی کو دور کرتا ہے۔ جسم کو موٹا کرتا ہے۔ دماغی کام کرنے والے اکثر صبح ساگودانہ دودھ میں پکا کر ناشتہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

سیم کے بیج

اس کا شمار سبزیوں میں ہوتا ہے۔ ہندوستان والے بڑا لذیذ کر کے پکاتے ہیں۔ یہ گرمی اور بلغم کو دور کرتا ہے۔ دیر سے ہضم ہوتا ہے۔ خدا کی قدرت دیکھیے کہ اس نے انسان کے لئے کیسی کیسی لذیذ اور مفید چیزیں پیدا کی ہیں۔

سنگترہ

دلی کی عام زبان میں اس کو سنترہ بھی کہتے ہیں۔ یہ عرق والا پھل ہے۔ میٹھا سنگترہ نہایت مفرح مولدِ خون اور مقوی ہے۔ سنگترہ میں وٹامن C۔ وٹامن B وٹامن A ہوتے ہیں۔ اس کے چھلکے میں فاسفورس ہوتا ہے۔ سنگترہ کا چھلکا چہرہ کے داغ دھبے اور جسم کی جلد کے داغ دھبے مٹانے کے لئے بہترین دوا ہے سنگترہ کا تازہ چھلکا منہ پر رگڑنا اور پھر دہی سے منہ دھونا جلد کو صاف اور گورا کرتا ہے سنگترہ معدہ کی گرمی کو دور کرتا ہے۔ دل کو طاقت دیتا ہے۔ بلڈ پریشر کو کنٹرول کرتا ہے۔ جگر کی سستی کو دور کرتا ہے۔ کھانا کھانے کے بعد ہاضم ہے۔ کھانا کھانے سے پہلے ہضم کو بگاڑتا ہے۔

سہاگہ

سہاگہ ایک دوا ہے جو انتہائی مفید ہے۔ ہاضم ہے قبض کشا ہے بادی بلغم کو صاف کرتا ہے۔ سہاگہ بریاں نصف رتی ماں کے دودھ میں ملا کر بچوں کو پلانا نہایت مفید ہے۔ یہ دوا بچوں کی نشوونما میں

بہت مفید ثابت ہوئی ہے۔ بچوں کے جسم کو موٹا کرتا ہے۔ بھنا ہوا سہاگہ اور گریس لین ملاکر حلق میں لگانے سے حلق کی بیماریوں کو شفا ہوتی ہے اس کو بورگریسلین کہتے ہیں۔

(ش)

شریفہ شریفہ ایک پھل ہے جس کے اوپر سخت چھلکا ہوتا ہے۔ دل و دماغ کو طاقت دیتا ہے۔ شریفہ کے بیج پیٹ کے کیڑے مار دیتے ہیں۔ البتہ شریفہ دیر سے ہضم ہوتا ہے

شہتوت شہتوت کو جلیبا بھی کہتے ہیں۔ شہتوت چار قسم کا ہوتا ہے (۱) سفید لمبا (۲) سبز گول اور لمبا (۳) سیاہ گول (۴) سیاہ لمبا۔ تاثیر سب کی ایک ہی ہے۔ فرحت بخش اور قبض کشا ہے۔ خون پیدا کرتا ہے۔ پیٹ کی اصلاح کرتا ہے۔ نزلہ زکام۔ گلے کی خراش کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ شہتوت کھاکر پانی پینا سخت مضر ہے

شلغم شلغم خون پیدا کرتا ہے اور خون کی حرارت کو صاف کرتا ہے گرم مزاج والوں کے لئے بہت مفید ہے۔ ریشہ پیدا کرتا ہے مرطوب مزاج والے لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ شلغم کو ادرک دانہ الائچی کے ساتھ پکاکر کھائیں۔

شہد شہد کے بے شمار خواص ہیں۔ جیسا کہ آپ شہد کی مکھی کے ذکر میں پڑھ چکے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ شہد خدا کی جانب سے بہت بڑی نعمت ہے۔ شہد تمام اعضائے رئیسہ کو طاقت دیتا ہے

مصفی خون ہے۔ تپ دق کے مریضوں کے لئے بیحد مفید ہے۔ بلغم۔ بادی، ضعف دماغ، ضعف گردہ، ضعف مثانہ کے لئے مفید ہے۔ بشرطیکہ شہد اصلی ہو۔ صبح ناشتہ میں توس پر مکھن کی بجائے شہد لگا کر کھانا بہت مفید ہے۔

(ص)

صندل صندل ایک لکڑی ہے جو بہت خوشبودار ہوتی ہے اور کافی قیمتی ہوتی ہے۔ صندل دواؤں میں استعمال ہوتا ہے۔ صندل کی تاثیر سرد اور معتدل ہے۔ معدہ کی جلن تیزابیت کو دور کرتا ہے۔ خفگان، دردسر۔ غشی۔ خون کی خرابی۔ مثانہ کی گرمی۔ ایگزیما۔ خارش بواسیر کے لئے مفید ہے۔ بلغمی مزاج والوں اور نزلہ حار کے مریضوں کے لئے صندل سفید بیحد مفید ہے۔ صندل کا شربت مذکور بیماریوں کو شفا دیتا ہے۔

صنوبر صنوبر ایک درخت ہے جو بہت مشہور ہے۔ صنوبر کی چھال صنوبر کی جڑ۔ دواؤں کے کام آتی ہے۔ چوٹ اور درد کے مقام پر صنوبر کی چھال کا لیپ بنا کر لگایا جاتا ہے۔

(ف)

فلفل فلفل دراز، فلفل خورد، فلفل سیاہ۔ یہ دوا ہے۔ پیٹ کے بادی کے امراض کیلئے مفید ہے۔ اکثر ہاضمہ کی دواؤں میں فلفل کو ڈالا جاتا ہے۔

فالسہ فالسہ لال رنگ کا چھوٹا سا پھل ہے۔ قدرے ترش ہوتا ہے۔ فالسہ کی تاثیر ٹھنڈی ہے۔ خون کی گرمی معدہ کی تبخیر کو دور کرتا ہے۔ اس کا زیادہ استعمال کھانسی کرتا ہے۔

درک)

کریلا کریلا ایک سبزی ہے جس کا مزہ تلخ ہوتا ہے بہت مفید ہے خون کو صاف کرتا ہے۔ پیٹ کے درد کے لئے کریلے کا پانی اور سیاہ نمک۔ زیرہ بہت مفید ہے۔ کریلا۔ بادی، بلغم۔ آنتوں کی رطوبت، پرانی پیچش کے اثرات کو درست کرتا ہے۔ اعضائے رئیسہ کو طاقت دیتا ہے۔

کیلا کیلا بہت لذیذ اور مقوی غذا ہے۔ معدہ اور آنتوں کی سوزش کو دور کرتا ہے۔ قابض اور ثقیل ہے۔ کیلا جسم کو موٹا کرتا ہے۔ دودھ میں کیلا پکا کر کھانا بہت طاقت دیتا ہے۔ کیلا جریان و احتلام کیلئے مفید ہے۔

کچنار سبزی کا پھول ہے۔ بہت لذیذ پکتا ہے۔ خون کو صاف کرتا ہے قدرے قابض ہے۔ پرانے دستوں کو فائدہ دیتا ہے۔ اسکی تاثیر ٹھنڈی ہے۔ معدہ کو طاقت دیتا ہے۔ معدہ کے زخم کو بھرتا ہے۔ قوت باہ کو تیز کرتا ہے۔ مولد خون مغلظ منی ہے۔ کچنار کی چھال دودھ میں پکا کر کھانا جریان و احتلام کے لئے مفید ہے۔

کرم کلہ ساگ کرم کلہ کو بند گوبھی بھی کہتے ہیں۔ پیشاب کی تکلیف پتھری و گردہ کے مریضوں کے لئے کرم کلہ گھی میں پکا کر کھانا بہت مفید ہے۔ کرم کلہ کھا کر اوپر سے پرانا گڑ کوڑی برابر کھانا پیٹ کے کیڑوں کو خارج کرتا ہے۔ البتہ کرم کلہ مرگی کے مریض کے لئے نقصان دہ ہے خدا کی قدرت دیکھیے کہ ہر سبزی جو کھائی جاتی ہے۔ کچھ نہ کچھ فائدہ پہنچاتی ہے۔

اللہ کی مخلوقات کی ہر شے بامقصد ہے۔ بے مقصد نہیں۔

کدو کدو دو قسم کا ہوتا ہے۔ ہرہ گھیہ اور میٹھا گھیہ۔ ہرہ گھیہ (سبز کدو) مفرح ہے خون پیدا کرتا ہے۔ قبض کشا ہے سوزاک و آتشک کی تیز ابیت کو دور کرتا ہے۔ پیشاب صاف کرتا ہے۔ مریض اور کمزور لوگوں کے لئے نہایت مفید غذا ہے۔ سبز گھیے کی ٹھہنی لوہے پر گھس کر بچھو کے کاٹے ہوئے پر لگانا شفا بخش ہے۔ گھیے کے چھلکے اور مہندی کے پتے پیس کر تلوؤں پر لگانے سے جسم کی گرمی دور ہو جاتی ہے۔

کھرنی زرد رنگ کا چھوٹا سا پھل ہے جو نہایت شیریں اور قدرے کسیلا ہے۔ اس کی تاثیر سرد خشک ہے۔ بلغم بادی کو روکتا ہے قابض ہے۔ معدہ کی کثافت کو دور کرتا ہے۔ جلد کی بیماریوں کیلئے مفید ہے۔

کمل گٹا کمل گٹا ایک پھل ہے اس کو توڑ کر سکھا کر خشک کر لیا جاتا ہے۔ یہ مکھانے کے نام سے زیادہ مشہور ہے۔

مکھانہ پھول مکھانہ بڑی طاقت دار چیز ہے۔ خون کی گرمی کے تمام امراض کو فائدہ پہنچاتا۔ پھول مکھانے کو پانی میں بھگو کر اس کا پانی بچوں کو پلانے سے بچوں کی پیاس کی بیماری کو زائل کر دیتا ہے۔ پھول مکھانہ یرقان (پیلیہ) کے مریض کے لئے بہت مفید ہے۔ آنتوں کے مرض خصوصاً پرانی پیچش کے لئے پھول مکھانہ کی کھیر بہت مفید ہے۔

کھجور کھجور ایک ایسا پھل ہے جس کے فوائد بے شمار ہیں۔ منجملہ یہ کہ

خون بہت پیدا کرتی ہے۔ دودھ اور کھجور پکا کر کھانا بہت ہی طاقت دار غذا ہے۔ دل ودماغ معدہ وجگر کو طاقت دیتی ہے۔ عورتوں کے متعلق کورس کی خرابی کے لئے بہت مفید ہے۔ گویا حیاتین کا مرکب ہے۔ کھجور انسان میں وہ خون پیدا کرتی ہے جس خون میں جوانی کا مادہ ہوتا ہے۔ کھجور کی گٹھلی کا سفوف پانی کے ساتھ پینے سے دمہ کھانسی۔ عورتوں کے سیلان الرحم کی شکایت کو دور کرتا ہے۔

بہت سی سبزیاں اور پھل۔ مثلاً کھیرا۔ ککڑی۔ کھنب۔ کھٹا۔ کٹھل وغیرہ بڑی بڑی مفید چیزیں ہیں جو سب اللہ نے انسان کیلئے پیدا فرمائی ہیں۔

(گ)

گلاب گلاب کا پھول تمام پھولوں کا راجہ ہے اور چنبیلی پھولوں کی رانی ہے۔ گلاب کا پھول۔ ہار۔ کنٹھے۔ گجرے۔ بالیاں سہرے اور گلدستہ کی زینت کے علاوہ دواؤں عطریات سینٹ پاؤڈر خوشبو وغیرہ کا عظیم جزو ہے۔

گلاب کے پھول کی بڑی خوبیاں ہیں۔ اس کی تاثیر خشک ہے اعضائے رئیسہ کو طاقت دیتا ہے۔ قبض کشا ہے۔ درد گردہ کے لئے مفید ہے۔ معدہ وجگر کو طاقت دیتا ہے۔ اعصابی درست کرتا ہے۔ غشی، دل کی دھڑکن کے لئے مفید ہے۔ گیس کی بیماری کے لئے گلاب کا عرق اور نمک سیاہ بیحد فائدہ کن ہے۔

آنکھوں کی بیماری کے لئے گلاب کے عرق سے آنکھوں کو دھونا بہت مفید ہے۔ بادی بواسیر۔ پھیپھڑے کے مریضوں کے لئے بھی گلاب کا عرق اور شہد بہت مفید ہے۔

گولر گولر کچا بھی استعمال کیا جاتا ہے اور پکا گولر بھی کھایا جاتا ہے۔ گولر بہت طاقت دیتا ہے۔ پیٹ کے روگ ختم کر دیتا ہے۔ بادی و بلغم کو دُور کرتا ہے۔ خون صاف کرتا ہے۔ گولر کی چھال آتشک لئے مفید ہے سوزاک و آتشک کے زخم بھر دیتی ہے

گوندھنی گوندھنی کا درخت مشہور ہے۔ اس میں چھوٹا چھوٹا للیس دار پھل آتا ہے۔ یہ منہ کے چھالے۔ منہ کے زخم کے لئے مفید ہے گوندھنی کی چھال مشہور دوا ہے۔ تاثیر ٹھنڈی ہے۔ پیٹ اور منہ کے زخم بھرتی ہے۔ قبض کشا ہے۔ پیشاب خوب لاتی ہے۔ کھانے کے گنھے میں اور منہ میں لگانے کی دوا میں گوندنی کی چھال بہت کام آتی ہے۔

گوند گوند کئی قسم کا ہوتا ہے۔ یہ درختوں کا مادہ ہوتا ہے۔ کیکر کا گوند، ببول کا گوند، شیشم کا گوند۔ یونانی میں صمغ عربی کہتے ہیں۔ یہ کمر کے درد۔ اعصابی کمزوری۔ پیٹ کے زخم پیچش کے لئے بہت مفید ہے۔

گنّا گنّا بانس کی شکل کا پھل ہے۔ اس میں بڑا رس ہوتا ہے اس قدر میٹھا ہوتا ہے کہ اس کے عرق سے گڑھ۔ بورہ، شکر چینی، شربت اور بہت سی چیزیں تیار کی جاتی ہیں۔ گنّا بہت طاقت بخش

ہے غذا کو ہضم کرتا ہے پیشاب کو صاف کرتا ہے۔ سینہ اور معدہ کی جلن کو دور کرتا ہے۔ گنے کا عرق۔ بیڑی سگریٹ کے دھواں (جو سینہ پر بیٹھ جاتے ہیں) کو مٹاتا ہے۔ مرطوب مزاج والوں میں بلغم پیدا کرتا ہے ذیابیطس کے مریضوں کے لئے مضر ہے۔ گنا اور لیموں کا عرق اِلرجاک پیدا کرتا ہے اگرچہ وقتی طور پر بڑا لذیذ معلوم ہوتا ہے۔

گاذر

عام زبان میں اس کو گاجر کہتے ہیں۔ مفرح، ہاضم اور خوب طاقت دار ہے بلکہ بڑے لوگوں کا مشہور مقولہ ہے کہ امیروں کا پھل سیب ہے اور غریبوں کا پھل گاجر۔ گاجر اور گاجر کا عرق دل و دماغ کو بہت طاقت دیتا ہے۔ معدہ کی تیزابیت کو دور کرتا ہے دل کی دھڑکن۔ دمہ۔ کھانسی اور گیس کی جملہ بیماریوں کے لئے مفید ہے۔

گوبھی

گوبھی ایک قسم کی سبزی ہے جو غذا میں شمار ہوتی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک پھول گوبھی دوسرے بند گوبھی۔ بند گوبھی کا ذکر کرم کلہ کے بیان میں آچکا ہے پھول گوبھی کی تاثیر سرد تر ہے۔ بادی پیدا کرتی ہے۔ ہضم کو خراب کرتی ہے۔ البتہ پھول گوبھی کے کچے چند پھول کھانا اعصابی کمزوری کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ گوبھی ہمیشہ ادرک کے ساتھ پکانی چاہیئے۔

گھی

قدرت نے انسانی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ہر اس چیز کو وجود بخشا ہے کہ جو ضروری تھی۔ دودھ پیدا کیا پھر دودھ سے دہی کی شکل وجود میں آئی۔ پھر دہی سے گھی بنایا گیا۔ اب طبی اصولوں

کے مطابق گھی کے فوائد اور جسم انسانی کو گھی کی ضرورت کیوں اور کتنی ہے یہ ملاحظہ فرمایئے۔ انسان کا جسم بھی ایک مشین ہے جس طرح مشین کے پرزوں میں آئلنگ Oiling کی ضرورت ہے۔ اسی طرح انسان کی مسلسل چلنے والی مشین کو بھی چکنائی (گھی دودھ دہی) کی لازمی ضرورت ہے۔ گھی معدہ کی تیزابیت کو زائل کرتا ہے۔ گھی سے آنتوں جوڑوں اور خون میں چکناہٹ رہتی ہے۔ گھی۔ جنون (مالیخولیا) کی بیماری کے لئے، سانپ کے کاٹے کے لئے۔ زہر کھلائے انسان کے لئے۔ آتشک سوزاک۔ جلدی بیماری۔ فسادِ خون جسم کی خشکی، کالی کھانسی کے لئے انتہائی مفید ہے۔

بخار کی حالت میں یا بخار اُترنے کے بعد جگر کی خرابی کے دوران یرقان کی بیماری کے دوران۔ گردوں کی بیماری کے دوران گھی کا استعمال سخت مضر ہے۔ عام حالت میں بھی گھی کا استعمال اتنا درست ہے کہ اس کو معدہ ہضم کر لے۔

گیہوں

گیہوں سب سے زیادہ اعلیٰ اور افضل غذا ہے۔ خدا تعالیٰ نے انسان کی اصل غذا گیہوں کو ہی بنایا ہے۔ اس کی تاثیر گرم تر ہے۔ گیہوں جنت کے میوہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ گیہوں میں مالٹ بہت زیادہ ہے، یہ خون پیدا کرتا ہے۔ جسم کے تمام اعضا کو طاقت دیتا ہے۔ گیہوں سے کئی قسم کی غذائیں اور مٹھائیاں تیار کی جاتی ہیں زیادہ تر گیہوں کی روٹی بنا کر کھائی جاتی ہے۔

گیہوں کو تر کپڑے میں بھگو کر ٹاٹ میں رات بھر رکھیں جب اس میں سفید بال پھوٹ آئیں تب گیہوں کو خشک کر کے دلیہ بنا کر دودھ میں پکا کر استعمال کرنا انتہائی طاقت دار ہے ۔ ذیابیطس کی بیماری والے کو بہت نقصان دہ ہے ۔

دل

لہسن بہترین دوا ہے ۔ تپِ دق ۔ میعادی بخار ۔ خون کا دباؤ ۔ پھیپھڑوں کے زخم ۔ بلغمی کھانسی ۔ اپھارہ ۔ گیس ۔ درد شکم دل کی کمزوری ۔ جوڑوں کا درد ۔ ضعف باہ ۔ حیض کی خرابی ۔ آنکھوں کی بیماری اور بادی کی جملہ بیماریوں کے لئے لہسن نہایت مفید دوا ہے ۔

رسائن دواؤں میں لہسن خاص درجہ رکھتا ہے ۔ لہسن کو دودھ میں پکا کر کھویا بنا کر مٹھاس شامل کر کے ۲ تولہ کی مقدار میں صبح کھانا نہایت مفید ہے ۔ اس کے استعمال سے بڑھاپے کی کمزوری غالب نہیں آتی ۔

لونگ مرگی ۔ لقوہ ۔ فالج ضعف دل و دماغ ۔ دمہ ۔ موسمی بخار ہچکی ۔ نزلہ ۔ گلے کی خراش ۔ ضعف باہ ان سب امراض کیلئے لونگ بیحد مفید ہے ۔ ٹھنڈے علاقوں میں لونگ کا استعمال بہت مفید ہے ۔ نظام ہضم کے درست کرنے کے لئے جو دوائیں بنائی جاتی ہیں ان میں لونگ ایک خاص جز ہوتا ہے ۔ آنکھوں کی دوا میں اس کا استعمال ہوتا ہے ۔ اس کو قرنفل کہتے ہیں ۔

لسلسہ ہندوستان پاکستان اور سرحدی علاقوں میں لسلسہ کے درخت

پائے جاتے ہیں۔ اس میں بیر کی برابر لیس دار گول گول پھل آتا ہے۔ اس کو نَسلَسہ کہتے ہیں۔ یہ میٹھا قدرے کسیلا ہوتا ہے۔ نَسلَسہ کی تعریف یہ ہے کہ یہ ہوا میں اُڑنے والے جراثیم جو کہ انسان کے حلق اور پھیپھڑوں میں داخل ہوکر بیماری پیدا کرتے ہیں نسلسہ ان جراثیم کو اس طرح ہضم کر لیتا ہے جیسا کہ کیلشیم (چونا)، ٹی بی کے جراثیم کو ہضم کر لیتا ہے۔

لیموں لیموں عجیب وغریب خوبیوں کی چیز ہے۔ اس میں سو فیصدی وٹامن C ہوتا ہے۔ لیموں بلغم کو پھاڑ کر سانس کی نالیوں کو صاف کرتا ہے۔ خون کی حرارت کو کم کر کے خون میں رطانی پیدا کرتا ہے غذا کو ہضم کرتا ہے۔ بادی۔ بلغم گیس پیچش وغیرہ کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ دل و دماغ کو تسکین دیتا ہے۔ سینہ کے درد اور پیٹ کے درد میں مفید ہے ہیضہ کے لئے لیموں کے بیج کا پیس کر چباتا مفید ہے۔ لیموں اور پیاز ملاکر کھانے سے پیٹ کے کیڑے مر جاتے ہیں۔

لوکاٹ لوکاٹ ہندوستان کا مشہور پھل ہے زرد رنگ کا ہوتا ہے ترش اور میٹھا دونوں قسم کا ہوتا ہے۔ خونی بواسیر، خونی قے۔ معدے کے زخم کے لئے بیحد مفید ہے۔ دل کی گھبراہٹ کو تسکین دیتا ہے۔ گرمی اور بادی سے پیدا ہونے والے امراض کے لئے مفید ہے۔

لوبیا یہ ایک قسم کی سبزی ہے جو پکا کر کھائی جاتی ہے۔ یہ قبض کشا پیشاب کی بیماری کو دُور کرتا ہے۔ درد گردہ میں لوبیہ کے پتوں کی پھیکی بھاجی مفید ہے۔ لوبیا جسم کو موٹا کرتا ہے خون صاف کرتا ہے۔

لاجونتی لاجونتی بڑی باکمال دوا ہے۔ خون کی اصلاح کرتی ہے ویرج کو گاڑھا کرتی ہے۔ جریان کے مرض کو فائدہ پہنچاتی ہے پیٹ جگر۔ مثانہ کی گرمی کو دور کرتی ہے۔

(م)

مولی یرقان کی بیماری میں مولی کا استعمال بہت سود مند ہے۔ مولی قبض کو توڑتی ہے۔ مولی پیٹ کے بہت سے امراض کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ مولی کے بیج حیض کی بیماری کے لئے مفید ہے۔ البتہ مولی دیر سے ہضم ہوتی ہے۔ ہوائیں پیدا کرتی ہے۔ بلغم میں زیادتی کرتی ہے۔ خالی پیٹ میں مولی کا استعمال عموماً نقصان دے جاتا ہے۔

مکئی مکئی بہت طاقت دار غذا ہے۔ قدرے بادی ہے۔ بھنی ہوئی مکئی دل کو طاقت دیتی ہے اور دل کے روگ ختم کرتی ہے۔ مکئی کا آٹا اور روٹی معدہ کی رطوبت کو جوڑوں کے فاسد مادہ کو زائل کرتی ہے جسم کو فربہ کرتی ہے جن کا معدہ کمزور ہوتا ہے ان کے لئے مکئی کا زیادہ استعمال نقصان دہ ہے۔

مکو ایک دوا ہے خشک اور تر دونوں قسم کی ہوتی ہے۔ یہ دوا نہایت موثر ہے۔ ہر قسم کی سوجن کو درد کو شفا دیتی ہے۔ ورم جگر ورم امعا ورم گردہ ورم مثانہ کو تحلیل کرتی ہے۔ نزلہ کھانسی کے سبب گلے کی سوجن۔ سانس کی نالیوں کی سوجن کو زائل کرتی ہے۔

مرچ کی کئی قسمیں ہیں۔ لال مرچ۔ سیاہ مرچ۔ دکھنی مرچ۔ سبز

مرچ - مرچ جتنی مفید چیز ہے اتنی نقصان دہ بھی ہے - مرچ کے غذائی اور طبی فوائد کیا ہیں - پہلے وہ بیان کئے جا رہے ہیں بعد ازیں مرچ سے پیدا شدہ نقصانات کا ذکر ہوگا -

ہندوستان اور پاکستان میں مرچ کا زیادہ استعمال غذا کے طور پر پایا گیا ہے - مرچ کے استعمال کو اطباء نے کیوں رائج کیا؟ اس کی تشریح یہ ہے کہ مرچ پیٹ کے کیڑوں کو مارتی ہے تو غذا میں مرچ کا استعمال دوا کے طور پر کیا گیا تھا - کیونکہ ہندوستان افغانستان کے پانی میں کیڑا ہوتا ہے - اس کیڑے کو زندہ نہ رکھنے کے لئے کھانے کے مصالحہ میں مرچ کو داخل کیا گیا - آج کل مرچ زبان کی لذت بن گئی اور بڑی مقدار میں کھائی جانے لگی - اس وجہ سے ہندوستان کے رہنے والوں میں پیٹ کے روگ - پیچش - سیلان الرحم - تبخیر معدہ جگر کی بیماریاں پیدا ہونے لگیں -

مرچ کے فوائد :- ہری مرچ کو خشک کر کے لال مرچ بنا لیتے ہیں مرچ کی تاثیر سخت گرم ہے - مرچ اگر کم مقدار میں استعمال کی جائے تو حسب ذیل فوائد پہنچاتی ہے - پیٹ کے کیڑے مارتی ہے - بلغم کو چھانٹتی ہے - بادی کا پانی مسوڑھوں سے خارج کرتی ہے - بھوک لگاتی ہے ہری مرچ کا بیج جب تک پیٹ میں رہتا ہے - ہیضہ کا کیڑا پیدا نہیں ہوتا -

ہیضہ کی حالت میں لال مرچ بغیر بیج کے باریک پیس کر دہی کے ساتھ لسی بنا کر دو دو چمچے دینا نہایت مفید ہے -

لیکن مرچ کا زیادہ استعمال مہلک بیماریاں پیدا کر دیتا ہے جو

حسب ذیل ہیں:

خونی پیچش، خونی بواسیر - جریان، سیلان الرحم (عورتوں کو پانی کی شکایت) سوزاک، سرعت انزال، احتلام (نائیٹ فیل)، جلدی امراض - خارش، ایگزیمہ - خفگان، معدہ کا زخم "ایلسر" بلڈ پلیشر آنکھوں کی بیماریاں وغیرہ

ہندوستان و پاکستان کے علاوہ دوسرے ملکوں میں مرچ بہت کم کھائی جاتی ہے۔ دماغی کام کرنے والوں کو مرچ کا بہت کم استعمال کرنا چاہیئے۔

سیاہ مرچ پیٹ کے جملہ روگ دُور کرتی ہے خصوصاً دمہ - کھانسی، جگر، تلی کا ورم - زکام - بدہضمی - نسیان - پیٹ کا ابھارہ زہریلے اثرات کے لئے انتہائی باکمال اور مفید ہے۔

گرم مزاج والے لوگوں کو سیاہ مرچ کا زیادہ استعمال نقصان دہ ہوتا ہے۔ ہاں سیاہ مرچ کا دوا کے طور پر کھانا بے شمار فوائد رکھتا ہے۔ طب یونانی کا سب سے بہترین ٹانک یا بہترین دوا "جوارش جالینوس" میں بھی سیاہ مرچ اور لونگ ڈالی جاتی ہے۔ حکیم جالینوس کا کہنا ہے کہ جوارش جالینوس استعمال کرنے والے کو موت کے علاوہ کوئی مرض نہیں آتا۔ راقم کتاب کو اگرچہ اس دعوے سے اتفاق نہیں۔ لیکن جوارش جالینوس کے فوائد سے بھی انکار نہیں۔ بہرصورت مرچ سیاہ اعضائے رئیسہ کو بھی طاقت دیتی ہے۔

مرچ دکھنی دکھنی مرچ کے فائدے بھی کالی مرچ جیسے ہیں۔ البتہ دکھنی مرچ کے بعض خواص سیاہ مرچ سے جدا ہیں۔ جیسے کہ دکھنی مرچ آنکھوں کی بینائی تیز کرنے کے لئے دوا کے طور پر

دی جاتی ہے۔ ہضم کو تیز کرتی ہے۔ خون صاف کرتی ہے جن طلبا کی آنکھیں کمزور ہوں، یادداشت کمزور، دماغی کمزوری ہو۔ ان کے لئے یہ نسخہ بیحد مفید ہو۔

نسخہ برائے قوت دماغ وچشم

مغز بادام	مغز کدو	مغز تربوز	بادیان	مویز منقیٰ
۵ دانہ	۳ ماشہ	۳ ماسہ	۳ ماسہ	۳ دانہ
الائچی خورد	گل سرخ	خشخاس	دکھنی مرچ	مصری
۳ ماشہ	۳ ماشہ	۳ ماشہ	۵ دانہ	ایک تولہ

ان تمام دواؤں کو باریک پیس کر قدرے پانی ملاکر یا بکری کا دودھ شامل کرکے چھان لیں صبح نہار منہ پلائیں۔ سر کے درد آنکھوں کی کمزوری دماغ کی کمزوری کے لئے بے حد مفید ہے۔

مٹر پکاکر کھانے والی سبزی ہے۔ اس کی تاثیر بادی ہے مگر اس میں طاقت بہت ہوتی ہے۔ مٹر میں پروٹین کا بہت بڑا حصہ ہے مٹر میں نائٹروجن بھی پایا جاتا ہے۔ یہ جسم کو بہت جلد موٹا کرتی ہے اور اور بلغم کو کم کرتا ہے لیکن خون کی رفتار کو دھیما کرتا ہے اور باریک نسوں میں سدۃ الدم کی شکایت پیدا کر دیتا ہے۔ کچی مٹر کا زیادہ استعمال وقت سے پہلے بہرہ کر دیتا ہے۔ یعنی جوانی میں بھی بہرہ ہو جاتا ہے۔

منقیٰ منقیٰ زیادہ تر دواؤں میں استعمال ہوتی ہے۔ منقیٰ قبض کشا ہے

مفرح ہے خون پیدا کرتی ہے پھیپھڑوں کو طاقت دیتی ہے۔ منقی اور خاکسیر گرم کر کے دینے سے میعادی بخار اُتر جاتا ہے۔

مونگ کی دال

غذایات میں جہاں سبزیوں کا ایک مقام ہے وہاں دالوں کا بھی غذائیات میں ایک خاص مقام ہے۔ دالوں میں بھی وٹامنز، پروٹین پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ مونگ کی دال مقوی معدہ ہے۔ دل کو طاقت دیتی ہے۔ خون پیدا کرتی ہے جسم کو موٹا کرتی ہے۔ مرطوب موسم میں بادی کی شکایت دُور کرتی ہے۔ آنتوں کے لئے مفید ہے۔ میعادی بخار کے بعد مونگ کی دال کا پانی آنتوں کے لئے بیحد مفید ہے اور طاقت دار بھی ہے۔

مسور کی دال

مسور کی دال کی تاثیر گرم ہے جن کو پیشاب بار بار آتا ہے اُن کے لئے مسور کی دال مفید ہے۔ بلغم کو کم کرتی ہے اعصاب کو طاقت دیتی ہے۔ بواسیر کی حالت میں مسور کی دال نقصان دہ ہے۔

موٹھ

موٹھ بہت طاقت دار ہوتی ہے۔ بلغم کو خشک کرتی ہے۔ جسم کو فربہ کرتی ہے لیکن پیٹ میں اپھارہ پیدا کر دیتی ہے۔

مونگ پھلی

تاثیر گرم ہے۔ خشکی دُور کرتی ہے۔ جسم میں چربی پیدا کرتی ہے مونگ پھلی کا تیل طاقت دار ہوتا ہے۔ البتہ مونگ پھلی گلے میں خراش پیدا کرتی ہے۔ مونگ پھلی میں وٹامن B وٹامن A وٹامن D اور پروٹین کافی مقدار میں ہوتے ہیں۔ مونگ پھلی بہت طاقت دار

ہوتی ہے اس کا زیادہ استعمال پیشاب میں گادھ پیدا کر دیتا ہے پیشاب سفید ریت کے ساتھ آنے لگتا ہے۔ خالی پیٹ مونگ پھلی کھانا مضر ہے ذیابیطس کے مریض کو مونگ پھلی نقصان دہ ثابت ہوگی۔

میتھی میتھی قبض کشا ہے۔ جگر، معدہ، آنتیں ان کے فعل کو میتھی درست کرتی ہے میتھی اور میتھی کے بیج بادی کی بیماری کے لئے مفید ہے۔ میتھی بالوں کو کالا کرتی ہے۔

مالٹا مالٹا جگر کی اصلاح کرتا ہے، معدہ اور تلی کو طاقت پہنچاتا ہے۔ خون کی گرمی کو دور کرتا ہے اور فسادِ خون میں بھی مالٹا مفید ہے۔

مکھن مکھن بڑی ہی مفید چیز ہے۔ گرمی خشکی۔ نیند کی پریشانی کو دور کرتا ہے۔ آنتوں میں چکنائی پیدا کرتا ہے۔ گویا مکھن یا گھی انسانی جسم کے لئے بیحد ضروری ہے۔

(ن)

نمک خدا نے انسان کے لئے نمک پیدا کر کے کتنا بڑا احسان کیا ہے جس کو بچہ۔ جوان۔ بوڑھا کوئی بھی بھلا نہیں سکتا۔ اگر اللہ تعالیٰ نمک پیدا نہ کرتا تو انسان کی تمام غذا بے مزہ ہو جاتی۔ بزرگوں نے نمک کو فیض عام اشیا میں شمار کیا ہے۔ مہاتما گاندھی جی نے اپنی زندگی میں نمک اور پانی پر ٹیکس نہیں لگنے دیا مگر اس دور میں ٹیکس تو رہا درکنار نقلی نمک تیار ہونے لگا۔ بہرصورت نمک اللہ کی نعمت ہے۔ ضرورت مندوں کو نمک اور پانی دینا بہت بڑی نیکی ہے پہلے زمانہ میں نیک لوگ پیاسوں کے لئے برمے۔ نل سبیلیں لگایا

کرتے تھے ۔ نمک کا اسٹاک رکھا کرتے تھے ۔ اب اس زمانہ میں سبیلیں نل ، بر مے ہٹا دیئے جاتے ہیں تاکہ کوئی راہ گیر پیاسا انسان یا جانور پانی نہ پی سکے ۔

عبرت :- فرعون بادشاہ کی تباہی کا جب وقت آیا تو اس نے کچھ عرصہ قبل اپنے وزیر کے مشورہ سے فقیروں کو کھانا کھلانا اور پانی کی عام سپلائی بند کر دی تھی ۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ لو موسیٰ اب ہم اپنے اور تمہارے دشمن کو نابود کرتے ہیں کیونکہ اب یہ ظالم ہو گیا ہے ۔ جب تک اس کے دستر خوان پر مساکین کھانا کھاتے تھے اور اس نے جگہ جگہ پانی پلانے کا انتظام کیا تھا تو ہم کو اس پر عذاب بھیجتے ہوئے شرم آتی تھی ۔

دوستو! یاد رکھو جس نیکی سے جس عمل سے خدا خوش ہوتا ہے اس کا جاری رکھنا باعثِ خیر و برکت ہے ورنہ . . . . انجام فرعون .

لاہوری نمک لاہوری نمک کے پہاڑ ہوتے ہیں ۔ یہ زمین سے پیدا ہوتا ہے ۔ اسی طرح سونچر (نمک سیاہ) بھی زمین سے پیدا ہوتا ۔ یہ نمک نہایت مفید اور معدہ جگر کے نظام کو درست کرتا ہے ۔

سمندری نمک یہ نمک سمندر کے پانی سے پیدا ہوتا ہے اس نمک میں قدرے کھار ہوتا ہے

سانبھر نمک راجستھان میں سانبھر ایک جھیل ہے جو کئی میل لمبی ہے اس جھیل کے پانی میں سالٹ بہت ہے ۔ اس جھیل

کے پانی کو گڑھوں میں جگہ جگہ جمع کر لیا جاتا ہے۔ جب یہ پانی خود بخود خشک ہو جاتا ہے تو اس جگہ نمک کے پتھرے ٹکڑے جمے ہوئے ہوتے ہیں جن کو صاف کر کے جمع کر لیا جاتا ہے۔ اس کو سانبر کا نمک کہتے ہیں لیکن یہ نمک اتنا مفید نہیں جتنا لاہوری نمک مفید ہوتا ہے۔

نوشادر نوشادر بھی ایک قسم کا نمک ہی ہے۔ اس میں تیزی بہت ہوتی ہے۔ یہ جگر کے لئے خاص طور پر مفید ہے اور ہضم کو بھی تیز کرتا ہے۔

ھدایت:۔ اس بات کا خیال رکھئے کہ نمک کا زیادہ استعمال بھی نقصان دہ ہوتا ہے خصوصاً جن کو گردہ کا عارضہ ہو۔ معدہ میں تیزابیت پیدا ہوتی ہو یا دل کا مرض ہو۔ ان کو نمک کا استعمال سخت نقصان دہ ہوتا ہے۔ نمک کم استعمال کرنا ہی اچھا ہوتا ہے۔

ناریل کھوپرہ کو ناریل کہتے ہیں۔ ناریل دو قسم کا ہوتا ہے خشک و تر۔ خشک کھوپرہ گرم تر ہوتا ہے۔ گیلا کھوپرہ سرد تر ہوتا ہے کھوپرہ اعصاب کو قوی بناتا ہے۔ گردہ و مثانہ کو طاقت دیتا ہے۔ گلے کی خرابی ٹانسل (Tancils) کی بیماری میں بیحد مفید ہے۔ حاملہ عورتوں کے لئے گیلا کھوپرہ بہت مفید ہے۔ ایام حمل میں کھوپرہ کھانے سے بچہ خوبصورت اور گورا پیدا ہوتا ہے۔

نارنگی نارنگی سنترہ کی نسل ہے۔ ترش نارنگی نزلہ کر دیتی ہے۔ میٹھی نارنگی خون پیدا کرتی ہے۔ آج کل نارنگی کی بجائے موسمی

آنے لگی ہے۔ یہ بہت مفید پھل ہے۔ ناشپاتی اور نگو گوشہ بھی نہایت مفید اور فرحت بخش پھل ہے۔

(۵)

ہلدی ہلدی دو قسم کی ہوتی ہے۔ آنبہ ہلدی۔ زرد ہلدی۔ آنبہ ہلدی چوٹ پر لیپ لگانے کے کام آتی ہے۔ زرد ہلدی کھانے کے کام آتی ہے۔ زرد ہلدی خارش۔ اندرونی چوٹ۔ جوڑوں کا درد۔ سوجن۔ جریان۔ احتلام۔ پیٹ کے کیڑے۔ ہڈی کی کمزوری۔ خون کی خرابی۔ بلغم کی زیادتی کے لئے مفید دوا ہے۔

ہڑ ہڑ بھی دو قسم کی ہوتی ہے۔ "چھوٹی ہڑ"۔ "بڑی ہڑ" یہ دونوں ہڑیں کھائی جاتی ہیں۔ اسکے بڑے اوصاف ہیں۔ ضعف معدہ۔ رطوبت معدہ۔ بلغم۔ سوداوی دل و دماغ کی کمزوری۔ جگر کی خرابی۔ دائمی نزلہ۔ دماغی نزشح کھانسی۔ دمہ۔ بواسیر کوڑھ، اپھارہ۔ موسمی بخار، پیٹ کے کیڑے۔ ہچکی۔ اعصابی کمزوری، گیس کی بیماری غرض مذکورہ تمام امراض کے لئے نہایت موثر دوا ہے۔

○ دونوں ہڑیں اور خشک آملہ باریک کوٹ کر سفوف بنالیں۔ رات کو سوتے وقت پانی کے ساتھ قدرے ایک درہم استعمال کریں۔

○ ہڑ کو گھی میں بھون کر سفوف بنالیں۔ ۳ ماشہ سفوف شہد میں ملا کر صبح خالی پیٹ چاٹ لیا کریں۔ گیس کے جملہ امراض کے لئے بیحد مفید ہے۔

ہالوں ہالوں بلغمی امراض اور دوسری پیدا شدہ امراض کے لئے مفید ہے پرانے دست۔ بدہضمی، پیٹ کے اپھارہ کے لئے مفید ہے۔ ہالوں کا گرم پانی کے ساتھ پھانکنا عورتوں کے حیض کو درست کرتا ہے

بالوں کو سرسوں کے تیل میں ملا کر چوٹ یا درد کے مقام پر لیپ کرنا شفا بخش ہے۔

ہینگ اصلی ہیرہ ہینگ بہت مفید دوا ہے۔ پیٹ کے اپھارہ بلغم کی زیادتی۔ جگر و تلی کی سوجن۔ لقوہ، فالج۔ پرانی پیچش بھوک کی کمی۔ بادی بواسیر کے لئے بہت مفید ہے۔ ایک رتی ہیرہ ہینگ اصلی مکھن کے ساتھ صبح کھانا پیٹ کے جملہ روگ کو ختم کرتا ہے۔

حضرات گرامی! جن اشیا کا ذکر آپ نے پڑھا یہ تو بہت مختصر ہے اور یہ وہ بعض اشیا تھیں جن کا تعلق انسانی زندگی سے متعلق ہے۔ جہانتک کائنات کی کل اشیار کی مفصل تحقیق اور ان کی تعریف بیان کرنے کا تعلق ہے وہ عملاً مشکل ہے۔ میرا مقصد الف سے ہا تک کی تختی ہیں ان ضروری اشیا کے اوصاف (جو دن رات کام آتی ہیں) پر روشنی ڈالکر آپکے ذہن مبارک کو اس بات کی دعوت دینا ہے کہ یہ تمام مخلوقات جو اپنی اپنی فطرت میں الگ الگ اوصاف لئے ہوئے ہے۔ ان میں کبھی بھی کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوگی اور کائنات کا یہ نظام اربوں سال سے بدستور چل رہا ہے۔ اب آپ ہی بتائیے کہ خدا کے وجود سے انکار کرنے والوں کا دعویٰ کہ یہ نظام خودبخود کیسے ہوسکتا ہے۔

مقام فکر وغور بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ تمام دنیا خود بخود اس طرح بنتی چلی گئی جیسے کہ نیلا رنگ پیلے رنگ میں مل کر سبز بن گیا۔ قائل کے اس قول کو اگر ہم یہ چیلنج کریں کہ یہ نیلا رنگ اور پیلا رنگ کہاں سے پیدا ہوا اور ان دونوں رنگوں کو

ملانا بھی ایک کام ہے اور ہر کام کے لئے اس کا فاعل لازمی ہوتا ہے تو پھر قائل کو یہ ماننا پڑے گا کہ واقعی کسی نہ کسی منزل پر ان تمام فعالی کیفیات کو وجود میں لانے والا محرک ضرور ہے۔ اسلام اس حق بات کو بہت کم وقت میں پورے پورے وثوق کے ساتھ پیش کر دیتا ہے۔ جو ہر انسان کے شعور کو اپیل کرتی ہے۔ جب علم کی روشنی میں کسی بھی انسان کا شعور بیدار ہو جاتا ہے تو وہ فوراً اسلام کی اس دعوتِ حق (توحید باری تعالیٰ) کو قبول کر لیتا ہے اور جس کا شعور پڑھنے لکھنے۔ تجربات کے باوجود بھی عملی بیداری میں نہ آئے۔ اس کے لئے کیا ہے۔ وہ خدا کا منکر بھی ہو سکتا ہے اور اپنے باپ کا منکر بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جب وہ یہ دیکھے گا کہ میری ناک میرا منہ۔ میرا جسم میرے باپ کے بالکل مشابہ نہیں تو اس کا بھٹکا ہوا شعور اس کو تذبذب میں ڈالدے گا اس لئے اسلام نے پہلے ایمان و یقین کا جذبہ پیدا کیا ہے۔ پھر شعور انسانی کو بیداری کا سبق دیا ہے۔ پھر قرآن کے حوالوں سے کائنات کا تعارف کرایا ہے۔ پھر خود انسان کو اس کی اپنی حقیقت سے روشناس کرایا ہے۔ پھر خدا کا تعارف کرا کے اللہ سے ملایا ہے۔ لیجئے حضور والا اس مادیات کے باب کو ختم کرتے ہوئے دنیا کے عظیم ترین سائنسدانوں کی وہ رائے جو انہوں نے حق و انصاف کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے وجود برحق ہونے پر پیش کی ہے آپ کے سامنے بیان کر رہے ہیں اس کے بعد الٰہیات کا باب شروع ہوگا۔ (وما توفیقی اِلاّ باللہ)

(اسلام)
سائنسدانوں کے پیشِ نظر

خودی سے ــــ خدا کا ــــ خدا سے ــــ خدائی کا

حقیقی تعارف

کل کائنات کا نظامِ موت و حیات اور تخلیقِ کائنات کی حیرت انگیز کرشمہ سازیاں دیکھ کر اور موت و زندگی کے مسائل میں طاقتِ بشری کو مجبور پا کر خدا کو مان لینا ایک حقیقت کا اعتراف ہے۔

★ اس حقیقت کے اقرار کو یقین کے درجہ میں لے آنا ایمان ہے

★ ایمان کی حدود میں رہ کر خدا کو اور خدا کے احکامات کو تسلیم کرنا اسلام ہے۔

★ اسلام کے پانچ بنیادی اصولوں پر عمل کر کے خدا کی منشا پوری کرنا معرفتِ الٰہی ہے۔ یہی معرفتِ الٰہی الٰہیات و تصوف کی بنیاد ہے۔

حضرات! جملہ تحقیقات اور ہزاروں سال کی ریسرچ کے بعد جب "فلسفہ تشکیک" خالق و مخلوقات کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گیا تو پھر عارفین باللہ کے سامنے ایک مسئلہ یہ بھی آیا کہ خدا کو ماننے والوں کا خدا کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ اور نہ ماننے والوں کا خدا کے ساتھ کیا تعلق ہے؟

یہی وہ سوال ہے یہی وہ کسوٹی ہے کہ جس نے کھرے اور کھوٹے کی شناخت بتا دی۔ گویا خدا پرستی، خداشناسی کی کسوٹی پر قولاً و فعلاً پورا اترنے والا انسان مسلمان ہوگیا۔

خدا پرستی و خداشناسی کی کسوٹی پر پورا نہ اترنے والا انسان کافر ہوا۔ کفر اللہ کے نزدیک مردود اور اسلام اللہ کے نزدیک محبوب ہوا۔

خدا سے تعلق

تعلق اور وابستگی ہر اُس ذات اور ہر اُس چیز سے ہوتا ہے جس سے کوئی نسبت ہو۔ یہ نسبت عبد و معبود کی ہو یا نسبت خاندانی ہو، یا نسبت وطنی ہو یا نسبت جلسی ہو، یا نسبت معاشی و کسبی ہو یا نسبت ابوی و نبوی ہو یا نسبت حاکمی و محکومی ہو یا نسبت آقا و غلام ہو۔ غرض یہ کہ نسبت منسوب منہ اور منسوب الیہ کے درمیان ایک رشتہ پیدا کرتی ہے۔

چنانچہ جس کی جس سے جیسی نسبت ہوتی ہے اس سے ویسا ہی تعلق ہوتا ہے۔ انسان کی نسبت اللہ خالق کائنات کے ساتھ یہ ہے کہ انسان مخلوق ہے۔ اللہ خالق ہے۔ بندہ طالب ہے اللہ مطلوب ہے۔ بندہ محتاج و سائل ہے۔ اللہ قادر و مربی ہے پروردگار ہے۔ اس لئے نہ صرف انسان بلکہ کائنات کی ہر چیز اپنے خالق و مالک سے بندگی و محکومی کا تعلق رکھتی ہے۔ اس تعلق کو نبھانا مذہبی فریضہ ہے۔ مذہبی جنون نہیں ہے۔

اب سے پچاس ساٹھ سال قبل سائنس داں حضرات خدا سے بے تعلق رہنے کا یہ نظریہ رکھتے تھے کہ (نعوذ باللہ) خدا کا کوئی وجود نہیں اور خدا کا

نام بھی لیتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ اللہ کا وجود مسلمانوں کا مذہبی جنون مذہبی تصور ہے اور اگر اللہ کا کوئی وجود ہے بھی تو ہمارا اس سے کیا تعلق۔ آپ خیال فرمایئے کہ یہ کیسی بے تکی بات ہے۔ یہ تو ایسی ناسمجھی کی بات ہے کہ کسی شخص کو ہوا کا اقرار ہے کہ وہ محسوس ہوتی ہے اور اسکے وجود سے انکار ہے کہ وہ نظر نہیں آتی اور پھر وجود کا ذکر بار بار زبان پر بھی ہے۔

یہ بات تو انتہائی کم عقلی کی ہے جب کوئی چیز کیفیات و اثرات کے ذریعہ فعال ہے تو اس کا وجود بھی یقینی ہے۔ اگر وہ نظر نہیں آتی تو یہ اس کی لطافت کا کمال ہے۔

صداقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے

اب جدید کوانٹم نظریہ سائنس نے پرانی منکرانہ تھیوری کی سخت تردید کر دی ہے۔ نیچے ملاحظہ فرمایئے۔

معرفت اور سائنسداں

خداتعالیٰ کی معرفت صرف صوفیہ کو ہی نہیں بلکہ فلاسفہ اور سائنسدانوں اطبا کو بھی ہوتی ہے۔ بلکہ میں یہ کہنا حق بجانب سمجھتا ہوں کہ جب کوئی سائنسداں علمی و عملی تحقیقات کے بعد اللہ جل شانہ کی معرفت حاصل کرتا ہے تو وہ ان ہزاروں صوفیوں سے بہتر ہوتا ہے کہ جو صوفی صاحب علم سے خالی صرف رسماً حق دھو فرماتے ہیں کیونکہ عالم عارف کا یقین و تقویٰ بہت مضبوط ہوتا ہے اور صوفی صرف

دامنِ ذکر کے نیچے معرفت کی کرنیں پاتا ہے۔

اور حق شناس سائنسداں کائنات کے ذرہ ذرہ کے سینہ کو چیر کر ان میں خالق کی کرشمہ سازیوں سے پوری روشنی پاتا ہے۔ اسی لئے سائنسداں کی تبلیغ میں بڑی پختگی ہوتی ہے۔ خدا پرست سائنسداں جب سچے دل سے اللہ کی توحید کا اقرار کر لیتا ہے تو وہ بہت ہی پکا مسلمان ہوتا ہے کیونکہ اس کا ایمان جدی میراث نہیں ہوتی بلکہ اس کا ایمان اسکی تحقیقات کا نچوڑ ہوتا ہے۔

آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس دنیا میں جتنے باکمال اولیا اور صوفیہ حضرات گذرے ہیں وہ سب صاحبِ علم تھے اور بڑے فلسفی تھے ان کی معرفت تجلّیاتِ الٰہی کے دیکھنے کے لئے بے داغ آئینہ ہوتی تھی۔

کوانٹم کا نظریہ

کوانٹم تھیوری (Quantum Theory) نے پوری پوری تحقیقات کے بعد سابقہ نظریہ کی تردید کی ہے سابقہ پچاس سال قبل سائنسدانوں کا نظریہ یہ تھا کہ کائنات ایک مشین ہے جو ایک بار حرکت میں آنے کے بعد خود بخود حرکت کر رہی ہے اور جس قدر بھی موت و حیات کا سلسلہ ہے۔ وہ مشینی انداز میں ہے

کوانٹم کا نظریہ یہ ہے:-

"کائنات کوئی ایسا ویل (wheal) پہیہ نہیں ہے کہ وہ ایک بار گھمانے کے بعد گھومتا رہے بلکہ کائنات کے لاکھوں

معاملات لاکھوں مسائل ہیں جو اسباب وعلل کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں اور وہ خود بخود حل نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ کائنات کو ہر لمحہ حرکت کی ضرورت ہے اور اس حرکت کا محرک کوئی بہت بڑی طاقت والا ہے (Cuantum Theory) کوانٹم تھیوری نے صاف الفاظ میں یہ بھی کہا ہے کہ کائنات خود بخود چلنے والی مشین نہیں بلکہ وہ ایک ایسی مشین ہے جس کو مسلسل چلایا جارہا ہے۔ اس کے جملہ مسائل حل کئے جا رہے ہیں۔ اس کے چلانے کے لئے ازل سے ہی حیی وقیوم ذات ہے۔ اسی ذات کے فیض سے کائنات کا یہ فلم چل رہا ہے۔ جب وہ اس کائنات پر سے اپنے فیضان کی روشنی روک لے گا تو پھر کائنات کے سینما گھر میں یک دم اندھیرا ہو جائے گا جیسا کہ انسان کی روح نکل جانے کے بعد پورے قالب میں اندھیرا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ دنیا کی ہر چیز خواہ وہ جاندار ہو یا بے جان ہو نقل وحرکت فنا وبقا اور وجود کے لئے اللہ جل شانہٗ کے حکم کی منتظر ہے۔

(ماخوذ دی مائنڈ القرآن بلڈس صہ ۹۴)

پروفیسر مارکس پلانک

کوانٹم کے اس نظریہ سے پروفیسر مارکس پلانک، کے

نظریہ کو بڑی تقویت ملی ہے کیونکہ انیسویں صدی میں پروفیسر مارکس نے کائنات کے خود کار مشین ہونے کی تردید کی تھی۔ اس پر دنیا کے تمام سائنسدانوں نے پروفیسر موصوف کا مذاق اُڑایا تھا۔ ۱۹۱۰ء میں آئن اسٹائن نے یہ بتایا کہ پروفیسر مارکس پلانک عدم تسلسل کے قائل نہیں۔ مگر آج ماڈرن سائنٹیفک تھاٹ ۱۲-۱۴-۲۰ صفحات میں کوانٹم نظریہ کو باوثوق انداز میں پیش کرتے ہوئے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ اب پچاس سال بعد سائنسداں حضرات کو اس بات کا اعتراف ہو رہا ہے کہ واقعی اس کائنات کا چلانے والا کوئی نہ کوئی ہے اور ضرور ہے۔

(ماخوذ ماڈرن سائنٹیفک تھاٹ ۱۲-۱۴-۲۰)

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ

تم ہماری کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔

چرچل اور اسٹالن

روس کے عظیم رہنما مسٹر اسٹالن کو بھی خدا کے وجود کا اعتراف تھا

جب دنیا والوں کے لئے فریاد رسی کا دروازہ بند ہو جاتا ہے خرمنِ امن پر بجلیاں گرنے لگتی ہیں انصاف کا خون ہونے لگتا ہے اور انسانیت مصائب میں گرفتار ہو جاتی ہے تو پھر یہی انسان بحالت مجبوری خدا کو یاد کرتا ہے اور اسی کے دروازے پر فریاد کرتا ہے۔ اس بات کی تصدیق مسٹر اسٹالن کے اس واقعہ سے ہوتی ہے۔

چرچل ۱۹۴۲ء کی دوسری جنگ عظیم کے حالات قلم بند کرتے ہوئے

اپنی کتاب جلد چہارم صفحہ ۴۳۳ پر لکھتے ہیں۔

"جب ہٹلر سارے یورپ کے لئے عظیم خطرہ بن گیا تب
چرچل کو ماسکو کا سفر کرنا پڑا۔

مسٹر چرچل نے اتحادی فوج بنائی۔ اتحادی فوج کی
اسکیم مسٹر اسٹالن کو بنائی۔ مسٹر اسٹالن کی دلچسپی اتحادی
فوج سے انتہائی وابستہ ہوگئی ایک مقام پر اتحادی فوج
کی اسکیم کی تعریف کرتے ہوئے مسٹر اسٹالن نے مسٹر
چرچل کو کہا کہ خدا آپ کی یہ اسکیم کامیاب کرے۔[۱]

حضرات گرامی! یہی وہ مقام ہے کہ ہر انسان اپنے فطری تقاضہ
کے ماتحت بلا اختیار اس حقیقت کا اقرار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ جبکہ
اس کو کٹھن آزمائش کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ مقام یہ تھا کہ ہٹلر سے
پورا یورپ خطرہ میں تھا۔ اتحادی فوج بنائی گئی۔ پھر جنگ کی
فتح وشکست کا فیصلہ یقینی طور پر کسی کے پاس نہ تھا۔ ان حالات
کے پیش نظر روس کے عظیم رہنما نے اپنی تحریر کے ذریعہ چرچل کو
سچا سبق پیش کیا کہ کامیابی خدا کے ہاتھ میں ہے۔"

(تو ظاہر ہے کہ خدا کی ذات برحق ہے)

ہمارا مقصد | محترم ناظرین کرام ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ

---

[۱] ماخوذ: ماہنامہ القرآن جلد ۲ صفحہ ۹۴

حق بات جو ہر انسان کے کانوں تک سنی جانی چاہیئے۔ آپ تک بھی پہنچائی جائے۔ آپ کا دل خود ایک آئینہ ہے جس میں حق و باطل اپنی اپنی اصلی شکل کے ساتھ دکھائی دیتے ہیں۔ اسلام اندھی تقلید کا قائل نہیں۔ اس کا چیلنج یہی ہے کہ دنیا کی و ما فیہا کی سیر کرو دیکھو۔ تجربات کرو مسائل و وسائل کو سامنے رکھو پھر اپنی کمزور فانی ذات کو سمجھو۔ اس کے بعد آپ کو خود بخود اللہ کی ذات کا اعتراف ہوگا۔ وہ دعوت حق یہ ہے جو اسلام کا منشور اعلیٰ ہے۔

دعوت حق لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

- کائنات کے ساتھ کائنات کے خالق کا ازلی و ابدی تعلق ہے
- وہی ہمارا معبود ہے جس نے ہم سب کو پیدا کیا ہے۔
  وہی ہمارا رب ہے جو لمحہ ہماری پرورش کرتا ہے۔
- وہی قادر و قیوم ہے جو اس نظام شمسی، نظام افلاک۔ نظام مادیات نظام موت و حیات کو اپنے دست قدرت میں رکھتا ہے۔
- وہی قاضی الحاجات ہے جو اندھیرے اُجالے، سفر میں حضر میں ہماری درخواست سنتا ہے اور قبول فرماتا ہے۔
- وہی سب کا پالن ہار ہے جو دن و رات کو اپنے اپنے وقت پر بھیج کر مخلوق کو آرام پہنچاتا ہے اور ان میں کام کاج کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے۔

- ہم کو اسی محسن ذات کے آگے جھک جانا چاہیئے
- ہم کو اسی کا احسان ماننا چاہیئے۔ اسی کے لئے سجدہ کرنا چاہیئے - اور کل کائنات میں بحیثیت خالق کے اسی کی ذات گرامی کو افضل واکبر ماننا چاہیئے -

اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ بلاشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے

جس طرح شیر خوار بچہ کی جملہ کائنات اس کے ماں باپ ہیں (کیونکہ وہ مجبور ہے) اسی طرح انسان بھی وجود و پرورش کے بارے میں کائنات کی دیگر طاقتوں سے ٹکرانے میں اپنے اللہ کی مدد کا محتاج ہے۔

حضراتِ گرامی! قدرت کے کچھ راز و رموز ایسے بھی ہیں جو انسان کے مشاہدات کی طاقت سے باہر ہیں، کیونکہ انسان کے مشاہدہ کی طاقت خود ایک محدود طاقت ہے اور اللہ تعالیٰ کی مشیت اس کے راز و نیاز غیر محدود ہیں۔ وہ کہاں کہاں سے کس کس جگہ سے رونما ہوتے ہیں۔ ان کا جاننا قوت بشری سے باہر ہے۔

ہاں حقیقت کاملہ ایک ناقابلِ مشاہدہ چیز ہے ہم اس کو محسوس تو کر سکتے ہیں لیکن اس کو دیکھ نہیں سکتے۔ جیسے پھول کی خوشبو دور دور تک محسوس ہوتی ہے لیکن نظر نہیں آتی۔ اس مثال کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ حقیقت کاملہ (ذات الٰہی) ہے یقیناً ہے۔ پر نظر نہیں آتی اور جس ذات کا فیض عام بے کراں ہو وہ خود پوشیدہ ہو اس کی عظمت زیادہ ہوتی ہے اس کے

دیدار کا شوق بڑھتا ہے ؎

اے کہ خیال ما بروں در تو خیال کے رسد
با صفتِ تو عقل را لاف کمال کے رسد

(امیر خسروؒ)

اس کے بعد اب ہم اس کتاب کا تیسرا عنوان "الٰہیات" شروع کر رہے ہیں۔

جس میں

اسلامی عقیدہ کیا ہے؟

دعوتِ رسولِ پاک کیا ہے؟

اعلیٰ کلمۃ اللہ کیا ہے؟

معرفتِ الٰہی کیا ہے؟

شریعت و تصوف کیا ہے؟

مقصدِ حیات کیا ہے؟

سے بحث ہے۔

اِلٰھیات

سابقہ مضمون خالق و مخلوقات سے متعلق تھا۔ 'الٰہیات' کے اس مضمون کا تعلق بندہ و معبود کے رشتہ سے منسلک ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے۔

اَلَا تُوْبُوْا اِلیٰ ربّ الانامی — وَکُوْنُوْا فی الصَّلَاحِ علی الدَّوامی

جو مانگنا ہے مانگ لو ربِّ انام سے — خود کو بنالو خوب صلاحِ دوام سے

اَلَا لَا تَطْلُبُوْا اِلَّا حَلَالًا — الا لا تَسْلُکُوْا سُبُلَ الحَرامی

دیکھو نظر نہ ڈالو رزق حرام پر — ہرگز چلو نہ بھول کر راہ حرام پر

اِلٰہَ الْخَیْرِ یَدْعُوْکُمْ جمیعًا — من الدُّنْیَا اِلیٰ السَّلَامی

الہ الخیر ہر ایک انس و جاں کو — بلائے گا یہاں سے اس جہاں کو

اِلٰھیَات :۔ فلسفۂ اسلام کی روشنی میں الٰہیات کا یہ باب اس مقصد کی وضاحت پیش کرتا ہے جو مقصد ہر اس صانع کے پیش نظر ہو کہ جب بھی کوئی چیز بناتا ہے اس کے سامنے اس چیز کے استعمال کرنے یا اس سے کسی قسم کا فائدہ اٹھانے کا ایک مقصد ضرور ہوتا ہے۔ مثلاً

یہ کہ کسی نے مکان بنایا۔ اس کا مقصد اس میں رہنا یا کرایہ پر دینا ہوگا۔ کسی نے پھل پھول پودے اُگائے اس کا مقصد ان سے فائدہ اٹھانا۔ پھل کھانا۔ سایہ پانا ہوگا۔

مفکرین حضرات کے لئے یہ تمام کائنات ایک عظیم سبق پیش کرتی ہے۔ وہ یہ کہ اس دنیا کے پیدا کرنے والے کے سامنے بھی کوئی مقصد لازمی ہوگا۔ ہم نے سائنس کی تمام ترقیات مان لیں۔ اب آپ ہماری اتنی سی بات مان لیجیے کہ اللہ کا مقصد اس سائنسداں کے پیدا کرنے کا کیا ہے؟

اسلامی سائنس تمام کائنات کا جائزہ لینے کے بعد اور مخلوقات کی کنہہ و حقیقت جان لینے کے بعد اللہ تعالےٰ کے اُس مقصد کا کھوج لگاتا ہے جس مقصد کے پیشِ نظر اس نے یہ سب کچھ پیدا کیا ہے۔ اگرچہ اللہ کا وہ مقصد بظاہر ایک راز ہے مگر اہل نظر اور صاحب بصیرت کے نزدیک ایک ایسا روشن چراغ ہے جس کی روشنی میں اللہ کی محبت کا وہ پوشیدہ خزانہ نظر آنے لگے

انا کنزاً مَخفِیاً فاحبت — میں چھپا ہوا خزانہ ہوں۔ چاہتا ہوں کہ
اِنْ اُعرَفَ لکُمْ — اپنے آپ کو تم پر ظاہر کردوں۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنے مقصد کا اس طرح اظہار فرماتے ہیں۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ — ہم نے کسی انسان اور کسی جن کو نہیں پیدا کیا مگر
اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ — (اس لئے) پیدا کیا ہے کہ وہ ہماری عبادت کرے۔

اِلٰہ ـــــ اَللّٰہ ـــــ رَبّ

اِلٰہ :-

جب ہم اپنے ذہن و فکر کو اس کا حل تلاش کرنے کے لئے دکہ وہ ذات کونسی ہے جس نے دنیا و مافیہا کو اتنے اچھے انداز سے پیدا فرمایا، یک سو کریں گے تو بلا تاخیر اہل نظر کے روبرو خالق و مخلوقات کے تعلق کا عظیم رشتہ اظہر من الشمس کی طرح آجائے گا کہ بلا رشتہ قائم کئے طالب مطلوب کہاں، ساجد و مسجود کہاں حامد و محمود کہاں۔ ظاہر ہے کہ جمادات۔ نباتات۔ حیوانات۔ زمین و آسمان۔ چاند و تارے۔ صبح و شام۔ موسمیات۔ بہار و خزاں، موت و حیات ان تمام چیزوں پر قادر و غالب اللہ کی ذات ہے اور اسی کا یہ سب کچھ فیضان ہے۔

احسان مندی

الانسانُ عَبدُ الاِحسان۔ انسان احسان کا بندہ ہے۔

انسان کتنا ہی سخت دل ہو مگر احسان کا بار اٹھانے کے بعد اس کو احسان مندی کا احساس ضرور ہوتا ہے۔ احسان کے بدلے میں احسان کرنا یا احسان مندی ادا کرنا انسانی تقاضہ ہے۔ اس کے برعکس احسان فراموشی کہلائی جاتی ہے

دونوں جہان میں سب سے بڑا محسن اللہ تعالےٰ ہے

داس نے سب کو پیدا کیا۔ سب کو رزق دیتا ہے۔ سب کو فنا

کر دے گا۔ پھر سب کو زندہ کرے گا۔ حساب کے لئے ان کاموں میں اس کی کوئی مثال نہیں ہے۔ وہ سب سے بلند ہے۔ سب سے پاک ہے۔ سب سے اعلیٰ ذات ہے) سورہ روم

اسلامی تعلیم اسی محسن حقیقی کے آگے سر جھکانے کو جائز قرار دیتی ہے۔ چنانچہ اسی سرنگوں کو سجدہ بندگی اور احسان مندی کو ادائے شکر کہتے ہیں . . . . . شکر کی دو قسمیں ہیں

شکر باللسان . . . شکر بالجوارہ

شکر باللسان:۔ زبان سے اللہ جل شانہ کا ذکر اور اس کی حمد و ثنا بیان کرنا۔ جو بندہ خدا کے احسانات کو تسلیم کر کے اللہ کا ذکر اللہ کی حمد و ثنا کرتا ہے قدرت کے خزانے سے اس کو بھی معاوضہ ملتا ہے حالانکہ بندہ اپنا حق پورا کر رہا ہے مگر وہ غنی و جواد ذات اپنے بندہ کی احسان مندی پر بھی انعام فرماتے ہیں ارشاد خداوندی ہے۔

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ — تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔

شکر بالجوارہ: نیک کام کر کے اللہ کے حکم کی تعمیل کرنا۔ چنانچہ نیکیاں کرنے والے بندوں کا ہر نیک کام شکر بالجوارہ مانا جاتا ہے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بھی اپنی اپنی بارگاہ سے محروم نہیں رکھتے۔ انکے نیک اعمال کا دو چند سہ چند ثواب مرحمت فرما دیتے ہیں۔

لِكُلِّ حَسَنَةٍ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا — ہر نیک کام کے بدلے ہیں دس نیکیاں

إِلَى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ — اور اس سے زائد سو نیکیاں ملیں گی

جب کسی بندہ کا تعلق ذکر و شکر کے ساتھ اللہ سے اتنا قریب ہو جاتا ہے کہ بندہ و معبود کے درمیان کوئی پردہ نہیں رہتا تو اس وقت

جو سجدہ اپنے الٰہ کو کرتا ہے۔ اس سجدہ میں خدا کی کبریائی کی جھلک نظر آتی ہے۔
اللہ کی تعریف کا یہ انداز تو اس مقصد کے پیش نظر تھا کہ آپ کو آپ کی اصلیت وحقیقت یاد دلا کر الٰہ العٰلمین کے حضور سجدہ کے لئے آمادہ کیا جائے اور تمام کفر والحاد کی زنجیروں کو توڑ کر آزادی کے ساتھ ایک اللہ کی عبادت کی جائے۔ اس بات کے منوالے میں بھی خدا کی جانب سے اپنے بندوں کے لئے یہ چھوٹ ہے کہ بے شک وہ کائنات کی تحقیقات کر لیں۔ جب ان کو اللہ کی ذات وصفات میں کوئی دوسرا نہ مل سکے تب وہ اسلام کی اس دعوت کو قبول کر لیں ورنہ تو کافروں کے لئے سخت عذاب ہے۔

دوسری بات یہ تھی کہ بندہ اپنا ازلی وعدہ پورا کرے جو وہ عالم ارواح میں اپنے الٰہ (اللہ) سے کر کے آیا ہے۔ وہ وعدہ یہ تھا کہ جب اللہ رب العزت نے دنیا میں انسان کو پیدا کرنا چاہا تو تمام پیدا کی جانے والی روحوں کو جمع کیا اور ان سے یہ دریافت کیا۔

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کیا میں تمہارا خدا نہیں؟

سب نے جواب دیا کہ بلاشک آپ ہمارے اللہ ہیں۔ آپ ہی ہمارے پالنے والے ہیں۔ اس عہد وپیمان میں دنیا میں پیدا ہونے والی تمام روحیں ہندو مسلمان سکھ عیسائی یہودی وغیرہ تھے۔ آج اس انسان نے اللہ کی توحید کے تسلیم کرنے میں اس عہد کو پورا نہیں کیا بلکہ دنیا میں آن کر کئی کئی خدا بنا ڈالے جس چیز کو طاقت میں دیکھا

اسی کو خدا کہہ دیا۔ حتیٰ کہ اپنے ہاتھ سے کھلونے بنائے اور ان کو خدا بنا دیا اور ان کی عبادت شروع کردی ـــــ اپنے ہاتھ سے زمین میں میت دفن کی اسی قبر کو مشکل کشا بنا دیا۔ آپ ہی اپنے انصاف سے بتایئے کہ اگر کوئی وعدہ کرے اور پھر اس کے خلاف کرے وہ کتنا بڑا مجرم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اللہ ہونے کے ثبوت کو اس دعوے کے ساتھ پیش کیا ہے۔

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا — اگر زمین و آسمان میں اللہ کے علاوہ کوئی دوسرا اللہ ہوتا تو یقیناً فساد ہو جاتا

بس دونوں جہاں میں اسی کی حکومت الٰہیہ ہے۔ ایک ملک کے دو بادشاہ نہیں ہو سکے۔ اگر ایسا ہو جائے گا تو اس ملک میں عظیم فساد ہو جائے گا۔ آپ دور نہ جائیں آج کل کے جمہوری نظام کو سامنے رکھئے ہو سکتا ہے کہ آئین کے اعتبار سے عوام کے لئے اچھا ہو۔ لیکن بعض مسائل میں اختلافِ رائے اختلاف انتظام کا سبب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے دنیا کے انتظامات میں اپنے علاوہ دوسرا کوئی حکمراں نہیں رکھا اور کچھ اسبابی دنیاوی معاملات میں انسان کو کفیل بنا دیا ہے اللہ کی ذات اپنے فیصلوں پر قادر ہے اور ہر چیز اسی کے حکم کے تابع ہے اسی ذات کو الٰہ کہتے ہیں۔

اَللّٰہ:- خدا جل شانہ کا یہ اسم ذات ہے۔ اللہ کی ذاتِ پاک تمام کائنات پر حاکمیت مطلقہ کے اعتبار سے ہے۔ اللہ کے شروع میں الف اور لام غلبہ پانے کے معنی پائے جاتے ہیں۔

لِلّٰہ۔ تمام رفعت و اوصاف کاملہ کا مالک ہے۔

أَللّٰه ۔ کے نام میں بزرگی اور حشمت کے معنی بھی پائے جاتے ہیں.
أَللّٰه " " سایہ فگنی کے معنی پائے جاتے ہیں ۔
اَللّٰه " " حاکم مطلق اور فیصلہ کرنے والے کے معنی پائے جاتے ہیں ان تمام اوصاف سے بھرپور اللہ اسم ذات ہے

بزرگانِ دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص پورے خلوص کے ساتھ جسم و جامہ کی پاکیزگی کے ساتھ اللّٰه اللّٰه کا ورد کرتا ہے تو اس کو اللہ کے ۹۹ ناموں کے اوصاف کی برکتیں حاصل ہوتی ہیں۔

اللّٰه کی لفظی اصل الالہ ہے جس کے معنی معبود کے ہیں ۔
بعض علما نے لکھا ہے اللہ کی اصل (مصدر) ولِہَ ہے، بعض نے لکھا ہے۔ وَلَہٗ ہے ۔ بعض نے لکھا ہے وَلُوْھَا وَلَّھَا ہے اس کے معنی تحیّر (حیرت میں ڈالنے والا) وہاءعقل (عقل اُچک لے جانے والا) یعنی وہ اپنی قدرت اور حیرت انگیز کرشمہ سازیوں سے بڑے بڑے مفکرین کو حیرت میں ڈال دیتا ہے ۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ اللہ کی اصل لاہ ہے۔ اس کے معنی بلندی کے ہیں ۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اللہ کی اصل ہاہ ہے اس پر الف تملیک و عہد کیلئے ہے۔ اس صورت میں اسکے معنی معبود برحق کے ہیں ۔

علماء محققین نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ اسم ذات ہے ۔ یہ جامد ہے مشتق نہیں ۔ نہ اس کی کوئی اصل ہے اور نہ ہی یہ کسی مصدر سے بنایا گیا ہے ۔ اللہ بلند و بالا بے مثال مفہوم کے ساتھ خالق کون و مکاں

کا نام مبارک ہے - البتہ اللہ کے نام میں تین حروف اپنی اپنی شان و عظمت الگ الگ رکھتے ہیں۔

اول دوم سوم
اللہ کے تین حروف الف —— لام —— لام

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں تین قسم کے لوگوں کو مخاطب کرکے ہدایات پیش فرمائی ہیں اور ان کو الگ الگ اپنی شانِ رحیمی سے مستفیض فرمایا ہے - وہ لوگ یہ ہیں۔

ص اول درجہ:۔ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِه - وہ لوگ جو نافرمانی کرکے اپنے پر ظلم کرتے ہیں۔
ج دوئم درجہ:۔ فَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ - وہ لوگ جو ناواقفیت کے سبب معلق ہیں۔
د سوئم درجہ:۔ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ - وہ لوگ جو نیک کام دوڑ کر کرتے ہیں۔

ص ال ل ه — اللہ کی الف رفعت اور رحمت کا اشارہ پیش کرکے اول درجہ کے لوگوں کو أَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيم (ہم معاف کرنے والے اور رحم کرنے والے ہیں) کہکر مطمئن کرتی ہے (اللہ کے الف کی شان)

ج ال ل ه — اللہ کا اول لام درمیانی درجہ کے لوگوں کی تسلی کے لئے ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے لَهُمْ دَلِيلٌ إِلَى الْخَيْر (ہم ان کو اچھائی کی راہ دکھاتے ہیں) اس لام میں ان لوگوں کی دلجوئی ہے جو ناواقف ہیں۔

د ال ل ه — اللہ کا آخری لام نیکی میں سبقت کرنے والوں کے لئے خوشخبری کا پیغام ہے لَهُمْ دَارُ الْخُلْدِ (ان کے لئے جنت میں مکان ہے) جو نیک کاموں میں آگے آگے رہتے ہیں۔

اللہ میں ہ ضمیر ہے جو وحدہ لاشریک ذات کی طرف اشارہ پیش کرتا ہے ؎ ہے کتنا حسین تیرا نام اللہ اللہ

ربّ "اللہ" کے اسمائے صفات میں سے ایک نام ہے۔ یہ نام اللہ کی ذات پاک کے سوا دوسرے کے لئے بولا نہیں جاتا کیونکہ رزق رسانی اور پالنے کی شان صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اس لئے رب کا نام اسی کو لائق ہے۔

اس دنیا میں مخلوقات کے پالنے کے لئے جن جن چیزوں کو پیدا کیا ہے وہ سب اللہ نے کیا ہے۔ جیسے نباتات کے لئے ہوا۔ پانی۔ سورج۔ حیوانات کے لئے اناج۔ جانوروں کے تھنوں میں دودھ ماں کے پستانوں میں دودھ۔ مہال کی مکھی کے منہ میں شہد اور دیگر زمین سے پیدا ہونے والی اشیا۔ ان سب کو پیدا کرنے والی ذات رب العزت کی ہے۔ پرورش مخلوقات اور رزق رسانی کے مسئلہ میں کسی سائنسداں کا کوئی دخل نہیں۔

اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے اپنی بے مثال شانِ ربوبیت کو قرآن حکیم میں جگہ جگہ بڑی عظمت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

عظمت ربِّ کائنات کون نہیں جانتا کہ پوری کائنات کو رزق رسانی کا کام کس قدر عظمت کا کام ہے۔ آج اگر بارش نہ ہو تو قحط پڑ جاتا ہے۔ جانداروں کی زندگی معطل ہو جاتی ہے طوفان آجائے تو ہری کھیتیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ کھلیان تباہ ہو جاتے ہیں وہ کون سی ذات ہے جو ان تمام باتوں سے واقف ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ

آندھی طوفان کو روکے ہوئے ، وقت پر بارش برسا رہی ہے۔ دوستو وہ ذات اللہ تعالیٰ کی ذات ہے وہ کن کن وسائل سے رزق پیدا کرتا ہے اور کیسے کیسے غیبی راستوں سے مخلوقات کو رزق پہنچاتا ہے۔ انکے ان سے رزق رسانی کے ذریعوں کا دنیا والوں کو علم تک نہیں۔

جب ایک سائنس داں اس دنیا میں اللہ کی جانب سے زمین دوز مخلوقات کو رزق پہنچانے کے حیرت انگیز واقعات دیکھتا ہے تو اس مقام پر ایک ریسرچ کرتا ہے۔ جب ریسرچ میں اول وآخر خدا ہی ملتا ہے تو وہ دل میں قائل ہوجاتا ہے کہ ہاں ہے اور وہ ضرور ہے جس کے یہ سب کارنامے ہیں۔

عجیب واقعہ

آسنسول بنگال کے ایک مسلمان نے لوہے کا طوا روٹی پکانے کے لئے خریدا۔ جب ان کی اہلیہ نے اس کو چولھے پر رکھا تو وہ چاروں طرف سے گرم ہوجاتا بیچ میں ٹھنڈا رہتا۔ چنانچہ روٹی چاروں طرف سے پک جاتی مگر بیچ میں سے کچی رہتی۔ وہ صاحب بڑے حیران ہوئے اور اس بات کو اسیبی خلل محسوس کرکے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لکھا مولانا نے وہ طوا منگایا۔ اس کو لوہار سے کٹوایا تو دیکھا طوے کے بیچ میں ایک نازک کیڑا بیٹھا ہے اور اس کے منہ میں ایک سبز پتی بھی ہے۔ یہ دیکھ کر مولانا اشرف علی صاحب نے پہلے تو خدا کی حمد بیان کی۔ پھر فرمایا۔ اے شخص خدا کو اس کیڑے کو زندہ رکھنا اور اس کو رزق پہنچانا مقصود تھا اس لئے آگ طوے کو لال نہ کرسکی۔ اس حیرت ناک

واقعہ کو پڑھ کر آپ اندازہ لگائیے کہ خالق اپنی مخلوق سے کتنا باخبر ہے اور اس سے بھی زیادہ حیرت کن واقعات اس دور میں سائنسداں حضرات کے سامنے آتے ہیں۔ جبکہ وہ اپنی تحقیقات کے دوران پہاڑوں زمینوں کو کھودتے ہیں تو کانوں کے اندر پتھروں کے بیچ میں نہایت نازک کیڑے زندہ نکلتے ہیں جہاں ہوا کا مطلق گذر نہیں ہوتا اور زمین میں آتشیں پہاڑ بھی ہوتے ہیں لیکن ایسے خطرناک مقام پر بھی خدا کی مخلوق رہتی ہے ان کو مسلسل رزق بھی ملتا ہے ؎

نظر جب ڈالی تری مخلوق پر ذرہ ذرہ میں تو ہی تھا جلوہ گر
بے خبر ہیں بے خبر ہیں بے خبر باخبر تو باخبر تو باخبر

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں اپنی شان ربوبیت کا اس طرح اظہار فرما رہے ہیں۔

دعویٰ ربوبیت

وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ — اور وہ ہر چیز کا رب ہے۔

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ۝ وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ — وہ معاف کرنے والا ہے اور آسمان سے تم پر بارش برساتا ہے۔ وہی تم کو مال اور اولاد دے کر تمہاری مدد کرتا ہے۔

رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا — وہ زمین و آسمان کا رب ہے اور تمام ان ان چیزوں کا جو زمین و آسمان میں ہے۔

رَبِّیَ اللّٰہُ یُحْیِی وَیُمِیْتُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْر ٥

میرا رب اللہ ہے جو مارتا ہے اور پیدا کرتا ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔

اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ ثُمَّ رَزَقَکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ۔ ھَلْ مِنْ شُرَکَائِکُمْ مَنْ یَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِکُمْ مِنْ شَیْئٍ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ

الروم

اللہ کی وہ ذات ہے جس نے تم کو پیدا کیا۔ پھر وہ تم کو رزق دیتا ہے۔ پھر وہ تم کو فنا کر دے گا۔ پھر وہ تم کو زندہ کریگا کیا تم میں سے کوئی ہے جو ان میں سے کوئی کام کر کے دکھائے۔ وہ پاک اور بہت بلند ذات ہے اس سے تم کسی کو اس کا شریک ٹھہراؤ۔

نسل کشی اور رزق

وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَکُمْ خَشْیَۃَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُکُمْ وَاِیَّاھُمْ۔

(اے ایمان والو) تم اپنی اولاد کو رزق کی کمی کے خوف سے قتل مت کرو۔ ہم تم کو اور ان کو رزق دیتے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جو کل عالم کا پالنے والا ہے

عزیزانِ محترم! اللہ کی شان ربوبیت کے جو راز اس کائنات کے سینہ میں پوشیدہ ہیں۔ ان کے مشاہدہ کی پوری پوری طاقت انسان کیا نہیں۔ آپ غور تو کریں کہ آپ صرف اتنی ہی تو واقفیت رکھتے ہیں جتنا آپ نے دیکھا۔ جتنا آپ نے پڑھا۔ میرے بھائی آپ سمندر کی تہہ میں تو

نہیں گئے۔ آپ آسمان کے اوپر تو نہیں گئے تو وہاں کا حال آپ کو کیا معلوم ہوگا یہ دُنیا نہایت وسیع ہے خدا کی قدرت کی کارگذاریاں بھی بہت وسیع ہیں جو اللہ کے نیک بندے قادر مطلق کی فعالی کیفیات کو سمجھتے ہیں وہی رازِ حقیقت کو جانتے ہیں اور جو رازِ حقیقت سے واقف ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ بلا جھجک بندگانِ خدا کو حق بات سناتے ہیں۔ انہیں کو بارگاہِ ایزدی سے بزرگانہ مراتب (قطب۔ ابدال۔ قلندر۔ ولی) نصیب ہوتے ہیں۔ ہر ذی شعور فطرت کو کسی نہ کسی وقت حق کی تلاش ہوتی ہے مگر وہ کیوں ناکام رہتا ہے؟

تلاشِ حق

سائنس کی دنیا نے کیا کیا کوششیں نہ کی ہوں گی کہ وہ خدا کی قدرت کے آخری کاموں میں دخیل ہو کر اپنے دعوے کو اہلِ دنیا سے منوالے۔ لیکن خدا کی قدرت بھی دنیا کے ان کھلونوں کو بساطِ ارض پر صرف اُچھل کُود کرنے کا موقع دے کر ان کا دل خوش کرتی رہی اور اس منزل تک پہنچنے نہ دیا کہ یہ کہدیتے کہ دیکھو ہمارے سائنس نے سورج کو مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع کیا۔

جب ایسے حالات درپیش آتے ہیں کہ اُن کا حل بشر کی طاقت سے باہر ہوتا ہے۔ جیسے آندھی۔ طوفان۔ سیلاب۔ طاعون۔ زلزلے۔ آتشیں پہاڑوں کا پھٹنا) تو اس وقت خدا یاد آتا ہے۔ ہر سمجھدار انسان اپنے آپ کو اپنی کوششوں کو مجبور پاکر حق کی تلاش میں لگ جاتا ہے۔

آج ہر ذی علم کا شعور یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ آخر وہ کون سی منطق ہے جس نے دنیا میں ان بے جان مادوں کو جمع کیا۔ جس کے سبب یہ سب کچھ وجود میں آیا؟ وہ کونسا قانون ہے جس کی اتباع کرنے

ہوئے یہ دُنیا ایک مستقل نظام عمل کے ماتحت چل رہی ہے ؟
(LOW OF CAUSATION) وہ کونسا قانون سازہے
جس کے قانون کی تکمیل ہر جاندار و غیر جاندار اپنے اپنے وقت پر کر رہا ہے!

(PRINCIPAL OF CAUSATION)

جس کے ذہن میں اصول تعلیل کے ذریعہ علت و معلول کا سلسلہ آیا؟ اور اس نے نر و مادہ (مذکر و مونث) کی دو نسلوں کو تولید و تناسل کے اوصاف دیئے تاکہ دنیا میں آبادی کا سلسلہ منقطع نہ ہو۔

اس قسم کے سوالات پیدا ہونے کا سبب انیسویں صدی سے پہلے وہ نامعقول اور اللٹپ باتیں ہیں جو منکرین خدا کی زبان سے نکلتی رہی ہیں کیونکہ انہوں نے کائنات کو ایک اتفاقی حرکت تصور کیا۔ پھر انہوں نے ہی قانون علت، اصول تعلیل کا موضوع قائم کیا تو یہ سوالات سامنے آتے چلے گئے۔ اب ان کا کوئی حل تو ہوگا۔

خدا تعالیٰ متلاشیان حق کے ساتھ ہے۔ جب انیسویں صدی میں سائنسداں اور علم داں طبقہ میں تلاش حق کی جستجو پیدا ہوئی تو محققین علماء نے اس مسئلہ کی تشریح و توجیہ کا کام اپنے ہاتھ میں لیا جب محققین حضرات تجربات و تحقیقات کی منزلوں کو طے کرتے کرتے اس مقام پر پہنچے جہاں ان کو فلک بوس پہاڑوں پر قیمتی مادے ملے زمین کے نیچے خام مادے ملے،، نظام شمس و قمر کے حیرت انگیز کرشمے دیکھے۔ تو اس وقت محققین سائنسداں حضرات نے انیسویں صدی کے

آخر میں یہ طے کیا کہ اس پرانی دنیا کا محرک کوئی بڑی قدرت والا ہے اور اس قدرت کی جانب سے اس دنیا میں ماڈل تیار کئے جاتے ہیں یعنی فلاں صدی میں قدرت نے دنیا کی تخلیق کا یہ ماڈل تیار کیا۔ سائنسداں حضرات کا صرف اتنا ہی تسلیم کر لینا قادر مطلق کے وجود کی شہادت ہے۔

اہل علم کے دماغی اپالو نے جب کرۂ ارض کا چکر لگایا تو اس کو کائنات کے ماڈل بنانے والے کے عظیم کارخانہ کا سرا تک ہاتھ نہ آیا آخر پچھتا کر اس نے میکانی نظریہ کو اپنایا۔ چنانچہ مسٹر ہیلم ہولٹز (Helim Holtz) سائنسداں نے کہا ہے کہ تمام قدرتی سائنس کا مقصد میکانکس کی شکل میں منتقل ہو جاتا ہے۔

اگر قدرت کے تمام سائنس میکانی انداز کے ہیں تب بھی قدرت کی کائنات کے تمام مظاہر کی تحقیقات و تشریحات میں دنیا کے سائنسداں کا کامیاب ہونا عملاً مشکل ہے۔ کیونکہ سائنسدانوں کا خیال تھا کہ میکانی انداز میں تشریحات ہو سکتی ہیں۔ تاکہ سارا عالم ایک حرکت مقررہ کے ذریعہ مسلسل چلتی ہوئی مشین ثابت کر دی جائے لیکن یہ مسئلہ سامنے آیا کہ اس مشین کا موجد کون؟ اس مشین کا محرک کون! مسلسل چلنے والی اس مشین (دنیا) کا ڈرائیور کون؟ تو پھر قدرت کی کامیاب اسکیم نے اصول تعلیل کی توسیع کا مسئلہ سامنے رکھ دیا۔ آخر کار موت و زندگی کے مسائل کو بھی میکانی تشریحات میں داخل کرنا پڑا پھر تو ایسی صورت پیدا ہوئی کہ انسانی اختیارات غیر یقینی ہونے لگے۔ انسانی

کوششیں ناکام ہونے لگیں ۔ پرانی غلط فہمیوں کا احساس ہوا۔ پھر اس بات کا اقرار کر لیا کہ دنیا ایک مشین ہے اس کا چلانے والا کوئی ضرور ہے ۔

علاوہ ازیں مسلسل تحقیقات کے تجربہ سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ فضا میں پروٹان اور نیوٹران کے باریک ذرات ایک مقررہ مرکز میں موجود رہتے ہیں یا وہ ذرات اپنا اپنا مرکز بنا لیتے ہیں، اگر یہ ذرات اپنے مرکز سے ہٹ کر فضا میں پھیل جائیں تو بہت بڑی تباہی کا سبب بن سکتے ہیں ۔ اب اس جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان مہلک ذرات کو ان کے مرکز میں رکھنے والی کون سی طاقت ہے ؟

بقول سائنسداں کہ ان ذرات کو قائم رکھنے کے لئے ایک ذرہ کی توانائی (طاقت) ہے جس کو طاقت یکجائی (BINDING ENARGY) کہتے ہیں وہ طاقت تمام مہلک ذرات کو ان کے مرکز میں رکھتی ہے ۔ وہ طاقت اتنی لطیف ہے جو نظر نہیں آتی اور یہ ذرہ کی غیر منظم طاقت ناقابل مشاہدہ ہے ۔ اس کے ذریعہ تمام ایٹمی ذرات ذرات اپنے مرکز میں مقید ہیں ۔ یہ سب کچھ درست ہے کہ ذرات کی توانائی بھی بہت بڑی طاقت ہے ۔

تو پھر اس مقام پر ہادی برحق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعوت (جو تلاش حق کے لئے پیش کی گئی ہے) مان لینے میں کیا گریز ہے کہ ان تمام ذرات کا پیدا کرنے والا ان کی توانائی سے زیادہ قوی ہے اور طاقت یکجائی (Bending Enargy) سے زیادہ لطیف ہے ۔ جب وہ چاہے گا ان پروٹان ، نیوٹران مہلک ذرات

کو فضا میں پھیلا دے گا اور دنیا تباہ ہو جائے گی۔ ایسے اسباب کا پیدا ہو جانا پیغام قیامت بن جائے گا۔ دنیا والو خدا سے ڈرو اسی کی عبادت کرو۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک

آج پوری دنیا ہادی برحق حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کو اپنے سامنے رکھ کر یہ کہنے پر مجبور ہے کہ بیشک حضورؐ سچے ہادی، بہت بڑے فلسفی اور کامیاب رہبر تھے۔ انہوں نے نہ صرف دین کی باتیں بتائیں بلکہ کائنات کے راز و رموز سے واقف ہو کر انسانی زندگی کے پیچیدہ مسائل کا ابدی حل بھی بتا دیا۔ اب یہ بات الگ ہے کہ مریض کو بہترین حکیم مل جائے۔ نسخہ بھی بہترین مل جائے لیکن مریض دوا استعمال نہ کرے تو یہ قصور کس کا ہے۔ اگر آپ غور و فکر کے ساتھ محمد رسول اللہ صلعم کی دعوت حق کے ہر پہلو پر نظر ڈالیں گے تو آپ کو کوئی مسئلہ تشنہ نظر نہیں آئے گا۔ ملاحظہ کیجیے۔

دعوتِ رسولؐ ۱: خدا وحدہ لاشریک ہے وہی عبادت کے لائق ہے۔

دعوتِ رسولؐ ۲: قرآنِ پاک نے انسانی زندگی کے مقاصد پر جو وضاحت پیش کی ہے وہ قطعی اور یقینی ہے چونکہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔

دعوتِ رسولؐ ۳: زندگی کا آغاز، زندگی کے اختتام حشر و نشر کے بارے میں خدا کا دعویٰ قطعی دلیل ہے۔ کیونکہ ایک زندگی سے دوسری زندگی تک موت ایک وقفہ موہوم ہے۔ آپ کی دعوت

موت سے غافل انسانوں کو اس لازمی حادثہ کا سچاؤ پیش
کرتی ہے۔ جو بہرصورت پیش آنا ہے۔

دعوتِ رسولؐ :۔ انسانی زندگی کے ہر شعبہ کو اصلاحی سانچہ میں ڈھالا
جائے تاکہ سماج کی تمام راہیں خطرات سے محفوظ ہو جائیں۔
یہ کام انسان ہی کو کرنا ہے۔ چونکہ یہ اشرف المخلوقات ہے
زمین پر اس کی خلافت منتخب ہے یہی جزا و سزا کا مکلف ہے۔

دعوتِ رسولؐ :۔ دنیا کی تمام دولتوں کو فانی اور بے سود سمجھو کیونکہ
دولت مند خود فانی ہے۔ آخرت کی ابدی دولت (جو نیک
اعمال سے حاصل ہوتی ہے) کا ذخیرہ کرنا احسن ہے کیونکہ
اسلام کی نظر میں مال۔ اولاد۔ جو خدا کی یاد سے غافل
کردے سراسر فتنہ ہے۔

دعوتِ رسولؐ :۔ انسانی شعور کو خدا کی جانکاری سے آگاہ کردیا جائے
وہ خدا کہ جس کا ثانی نہیں جسکو انتہائی مجبوریوں میں یاد
کرنا ہی پڑتا ہے۔

دعوتِ رسولؐ :۔ انسان کو اپنے جسم و جامہ کی پاکیزگی کے ساتھ قلب و روح
کو بھی عملی پاکیزگی سے مزین کرنا چاہیئے۔ تاکہ انسان کا ہر فکر و
عمل خدا کی منشاء کا مظہر رہے۔

دعوتِ رسولؐ :۔ رشتۂ انسانیت کو پورے پورے احترام سے نبھایا جائے
اور تمام انسانوں میں من حیث الانسان اخوت و

بھائی چارگی، صلہ رحمی، سلوک و ہمدردی کے اصولوں پر
عمل ہونا چاہیئے۔

دعوتِ رسولؐ:۔ جو چیزیں تمہارے لئے حلال وطیب ہیں وہ استعمال کرو۔
حرام سے بچو۔ اپنی زبان پر اور زیر ناف (ستر) پر قابو رکھو۔
کسی انسان کو مت ستاؤ۔ کسی کا ناجائز طور پر مال مت
کھاؤ۔ عدل کرو حقوق ادا کرو۔ یتیموں کے ساتھ سلوک کرو۔
پورا تولو۔ رشوت نہ لو اور نہ دو۔ میاں بیوی کے حقوق پورے
کرے اور بیوی میاں کے حقوق پورے کرے۔ اپنی عزت و عصمت
کی حفاظت کرو۔ یہ تمہارا حق ہے۔ عورتوں پر پردہ فرض ہے
پردہ نشین عورتیں خدا کی امانت ہیں اور خدا کو محبوب ہیں۔
غریبوں یتیموں۔ بیوگان کے ساتھ سلوک کرو۔ ظالموں
اور ظلم کے خلاف محاذ جنگ اور مظلوموں کے ساتھ مستقل
سلوک کی ترغیب و انفرادی کردار میں نیک فطرت کا نمونہ
بنو، اجتماعی خطرات کے وقت ملک و ملت کے محافظ بنو
دولت کماؤ لیکن اس میں سے غریبوں کا حق ادا کرو (زکوٰۃ)

دعوتِ رسولؐ:۔ اسلام کے پانچ بنیادی اصولوں کی عملی تشریح ہے۔
جو دین محمدی کا مستقل دستور العمل ہے۔

دعوتِ رسولؐ:۔ خدا پرستوں (مسلمانوں) میں ذہنی غلامی احساس کمتری
دور ہونا چاہیئے۔ عظمتِ ایمانی اور عملی بیداری کے اوصاف

نمایاں ہونے چاہئیں جیسا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم
کی سیرت سے ثابت ہے۔

دعوتِ رسولؐ :- فاتح و حکمراں ہونے کی صورت میں محکوم و مغلوبین کے
ساتھ اچھا سلوک کرو۔ لوگوں کے قصور معاف کرو جیسا کہ
فتح مکّہ کے وقت حضور کے شاہانہ خطبہ سے ثابت ہے۔

دعوتِ رسولؐ :- داورِ حقیقی (اللہ عادل روز جزا غفار و جبار) کی
اس عدالت کی خبر دیتی ہے کہ جس عدالت میں ہر قول کا ہر
فعل کا حساب و کتاب ہوگا۔ جس عدالت میں دنیا کے جملہ
جسٹس اور چیف جسٹس حضرات کے بھی مقدمات پیش ہونگے۔
(اس عدالت میں مجرموں کے اعضا گواہی دینگے)
تب حاکمانِ دُنیا پر احکم الحاکمین کے فیصلے صادر ہونگے۔
تو اس وقت کوئی سفارش نہ چلے گی۔

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ فَمَا لَهُ — جس دن سب کی قلعی کھل جائے گی
مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ — اس دن کوئی طاقت بچانے والی نہ ہوگی

جس عدالت میں بڑے بڑے جلیل القدر بزرگانِ دین بھی پیشی میں حاضر
ہونگے جن بزرگوں کو زندگی میں لاکھوں آداب و سلام اور مرنے کے بعد کروڑوں
عقیدت کے سجدے کئے گئے اور اسی عدالت میں مشرکین کو چیلنج ہوگا کہ

اَنْتُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ — تم اور وہ سب جن کی تم خدا کے سوا عبادت کرتے تھے آج جہنم کا ایندھن ہیں۔

معاذاللہ اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔ اس دن نیک بندے معافی مانگ کر نجات پالیں گے لیکن مشرکین اور مشرکین کے معبود سب جہنم میں ڈالدیئے جائیں گے۔

اس عدالت میں حق غالب ہوگا باطل مغلوب ہوجائیگا۔ صحیح صحیح فیصلے ہونگے۔

رسولِ خدا محمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعوتِ حق کے تمام پہلوؤں پہ نظر ڈالتے ہوئے سکونِ دل سے سوچئے کہ تلاشِ حق (معرفتِ خدا) تمام بندوں کے لئے کتنا ضروری ہے۔ چنانچہ اس ضرورت کو محسوس کر ناحق پرستی کی معراج ہے اور تصوف کی پہلی منزل ہے۔ لیجئے اس مضمون سے اس مسئلہ کی بھی وضاحت کردی جائے کہ تصوف اور اسلام کیا ہے۔

اسلام اور تصوف

تصوف اور صوفیانہ زندگی اہل علم کی نگاہوں میں بظاہر تحریک تارک دنیا نظر آتی ہے اور یہ بھی مُسَلَّم ہے کہ بعض فقہا اور علمائے دین کے نزدیک ایسا تصوف جو علم سے خالی ہو اور صرف تسبیح و سجادہ۔ مسند و لبادہ کے پھیر میں ہو اخدا تعالیٰ کے توحیدی مشن کے خلاف ہے۔ اس موضوع کے ماتحت تصوف کیا ہے؟ اور اسلام کیا ہے؟ سے ناظرین کرام کو روشناس کرانا ضروری ہے۔ یہ جاننے کے لئے سہل طریقہ یہ ہے کہ تصوف کو دو قسموں میں تقسیم کر دیا جائے جیسا کہ آج کل ہے۔ رہا اسلام تو یہ خدا کا قائم کردہ دین ہے۔ یہ ناقابلِ تقسیم و تبدیل ہے۔

اصل تصوّف:۔ تصوف کی نسبت لفظی و معنوی اعتبار سے

جن بزرگان دین اور اصحاب علیہم کرام کی طرف سے منسوب کر کے مختلف مسالک اختیار کئے گئے ہیں۔ اگر واقعی یہ تصوف اصحاب صفہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تقویٰ۔ طہارت۔ توکل۔ اجتناب گناہ۔ اتباع دین۔ تصفیٔ قلب۔ تخلیہ الذکر اور مقصود اصلی معرفتِ الٰہی مراد ہے تو اس سے کسی کو اختلاف نہیں۔

کیونکہ ایسا صوفی جو قرآن و سنت کی روشنی میں فنا بقا۔ استہلاک انسلاخ کی منزلوں کو طے کرے۔

★ ایسا صوفی جو سعادت کے وصف کو بروے کار لاکر فطرت ملکیت کو قوت پہنچائے اور شقاوت کے سبب فطرتِ بہیمیت کو قوت نہ پہنچائے۔

★ ایسا صوفی جو اسلام کے بنیادی مشن دعوت و تبلیغ کا پابند ہو۔

★ ایسا صوفی جو کلمۂ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے ساتھ پوری ملت اسلامیہ کے لئے اتحادی مرکز ہو۔

★ ایسا صوفی جو قانون شریعت کی تمام حدود کا پابند ہو اور وہ دنیا کے ضابطۂ حیات سے مکمل واقف ہو۔ آخرت کے محاسبات سے پوری طرح باخبر ہو۔

★ ایسا صوفی جو اصحاب صفہ کی طرح فقر و فاقہ کی حالت میں شکر الٰہی بجالانے والا اور خوانِ نعمت کا مالک بن کر غریبوں کی پرورش کرنے والا ہو۔

★ ایسا صوفی جو عقائد کے اعتبار سے صدفِ توحید کا موتی۔ معاملات کے اعتبار سے خدا و رسول کا سچا فرمانبردار۔ ذکر کے اعتبار سے دائم الذکار۔ قومی و ملی خطرات کے وقت جانباز شاہسوار۔ جیالا سالار۔

★ ایسا صوفی نہ صرف خدا کو پیارا ہے بلکہ وہ پوری ملت اسلامیہ کا عظیم سہارا ہے۔

لیکن بات کچھ اور ہی ہے جس کے سبب یہ پیچیدہ مسئلہ بن گیا۔ وہ یہ ہے۔ کہ جب تک تصوف محققین علماء اور فاضل اولیاء سے متعلق رہا اس وقت تک اس مسلک کی قدروں کو معراج نصیب رہی مگر جب یہ سلسلہ جہلا کے طبقہ میں آیا اور مختلف مسالک اختیار کئے گئے۔ ہر مسلک نے دوسرے مسلک کو تنقیدی نظر سے دیکھا اور دین کی فقاہت کو ختم کر دیا تب سے تصوف فنا بقا۔ استہلاک۔ انسلاخ میں محدود ہو کر رہ گیا اور صوفی منش انسان نے ان ہی چار چیزوں کو مقصود اصلی بنا کر اپنی زندگی کو سماجی بہبودی اور تبلیغی شعور، انتظامی امور، نیابت حضورؐ سے جدا ہو کر صرف گوشہ نشینی۔ رنگین کپڑے، محفل حق و ہو میں محدود کر لیا ہے علمائے دین نے ایسی زندگی کو رسول خدا صلعم کی زندگی کے مطابق نہ پاکر اچھا نہ سمجھا اور ایسے صوفیا کے مسلک کو معرفت کے لئے مقصود اصلی تسلیم نہیں کیا۔

چنانچہ تصوف اور شریعت پر نہایت جامع اور مدلل ایک مکالمہ جناب حجۃ الاسلام امام العصر مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا درج ذیل ہے جس کو پڑھ کر بات کافی حد تک صاف ہو جاتی ہے۔ یہ مضمون رسالہ فصل الخطاب مصنفہ شاہ عبداللطیفؒ (مدراس) سے ماخوذ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا بدو النست کہ میان ما و مشائخ — یہ جان لینا چاہیئے کہ ہمارے اور آجکل کے مشائخ کے

دریں زماں اختلاف است صوفی
نشاں گویند کہ اصل مطلوب
(در مسلک تصوف) فنا و بقا و
استہلاک و انسلاخ است و
مراعات معاش و اقامت طاعات
بدنیہ کہ شرع بداں وارد شدہ۔
برائے آن است کہ ہمہ کس آں
اصل را نمی تواند بجا آوردہ۔
ما لایدرک کلہ لایترک کلہ۔

درمیان اس بات میں اختلاف ہے (کہ مطلوب حقیقی
کیا ہے؟) صوفی منش کہتے کہ مقصود اصلی فنا، بقا،
استہلاک، انسلاخ ہے اور احکام شریعت پر عمل کرنا
ان لوگوں کا کام ہے جو تصوف کے مذکور بالا مقام
حاصل نہیں کر سکتے (کیونکہ احکام شریعت کا تعلق ہماری
ضروریات زندگی اور بدنی عبادات سے ہے
چنانچہ عام لوگ فنا و بقا کے درجات حاصل نہیں کر سکتے۔
یہ قاعدہ ہے کہ جس چیز کو پورا پورا حاصل نہ کیا جا سکے
اسکو بالکل چھوڑا بھی نہیں جاتا (گویا احکام شریعت
عوام کے لئے ہیں مقصود اصلی نہیں۔

متکلماں گویند کہ غیر از آنچہ شرع بداں
وارد شدہ چیزے مطلوب اصلی نیست

متکلمین کا یہ کہنا ہے کہ احکام شریعت (کی پابندی)
کے سوا کوئی دوسری چیز مقصود اصلی نہیں۔

و ما میگوئیم کہ مطلوب باعتبار صورت
نوعیہ انسانی بجز اتباع شرع نیست
و شارع بیان آں اصل فرمودہ
برائے خاصہ و عامہ

اور ہم یہ کہتے ہیں کہ مطلوب نوع انسانی کے
لحاظ سے اتباع شریعت اور دین مطہر کے احکام
کے سوا دوسری چیز نہیں۔ شارع شریعت کا یہ
فرمان ہر خاص و عام کے لئے ہے

تفصیل ایں اجمال آنست کہ نوع
انسان بوجہ مخلوق شدہ کہ جامع است
میان قوت ملکیہ و بہیمیہ و سعادت ایں

خلاصہ یہ ہے کہ نسل انسانی ایک مخلوق خدا ہے
اور وہ قوت ملکیہ و قوت بہیمیہ کے درمیان مربوط
ہے۔ انسان کی سعادت کا کام یہ ہے وہ فطرت

در تقویت ملکیہ است وشقاوت
در تقویت بہیمیہ است
چنانچہ خداوند تعالیٰ در فطرت بشری
سہ چیزہا آفریدہ ۔

ملکیہ کو قوت پہنچائے اور انسان کی شقاوت کا
کام یہ ہے کہ وہ فطرت بہیمی کو قوت پہنچائے
خدا تعالےٰ نے فطرتِ بشری میں تین چیزیں
پیدا کی ہیں ۔

اول اینکہ انسان بوجہ مخلوق شدہ
او ملکیت و بہیمیت در خود دارد
واز ہر دو فطرت متاثر میشود واز
سعادت ملکیت را مزین سازد
واز شقاوت بہیمیت را نگاہ دارد ۔

اول یہ کہ انسان بوجہ مخلوق ہونے کے دو خصلتیں
ملکیت و بہیمیت اپنے اندر رکھتا ہے اور ان دونوں
فطرتوں سے متاثر بھی ہوتا ہے چنانچہ سعادت سے ملکیت کو
مزین کرے اور شقاوت سے بہیمیت کی
نگرانی کرے ۔

دوم اینکہ انسان بوجہ مخلوق شدہ
کہ نفس وے رنگہائے اعمال و اخلاق
قبول کند و در جذر خود در آرد
و بعد موت آن را مستصحب سازد
و بمثل آنکہ بدن وے کیفیات
غذا را بروی دارد و با خود مستصحب
می سازد و لہذا امنتجمہ و حمی و غیر آں
مبتلا می گردد و اثرات مرض بعد
موت بر جسم نمایاں می شود ۔

دوسرے یہ کہ انسان بوجہ مخلوق خدا ہونے کے اپنے
اندر اعمال و اخلاق کے اثرات قبول کرتا ہے اور
انسان کی فطرت (ہر اچھے برے اعمال) کے اثر
کو جذب کر لیتی ہے یہاں تک کہ وہ اثرات مرنے کے
بعد تک قائم رہتے ہیں (اور روح سے متعلق رہتے ہیں)
جیسا کہ انسان کا جسم ہر غذا کے اثر و کیفیات
کو قبول کرتا ہے۔ اچھی و بری غذا کا اثر جسم کا
مصاحب بن جاتا ہے پھر وہ بخار و بدہضمی
بن کر جسم سے وابستہ رہتا ہے اور مرض کے اثرات موت کے
بعد بھی جسم پر رہتے ہیں جیسے زہر کے اثر سے جسم نیلا ہو جاتا ہے ۔

سوم اینکہ:- انسان بوجہ مخلوق شدہ می تواند کہ بحوق بخطیرۃ القدس و تلقی الہام ازآنجا کند و آنچہ در حکم الہام است از تلقی سرور و بہجت اگر بہ نسبت آں ملائکہ ملائمتے داشتہ باشد و تلقی ضیق و وحشتے اگر بہ نسبت ایشاں منافرتے کسب نمودہ بود۔

تیسرے یہ کہ انسان بحیثیت مخلوق ہونے کے خطیرۃ القدس (عالم بالا) سے تعلق رکھ سکتی ہے اور وہاں سے الہامی کیفیات کو حاصل کرنا چاہتی ہے۔ اس مقام سے جو بھی حکم ہوتا ہے اگر وہ فرشتوں سے متعلق ہوتا ہے تو اس کی خوشی و سرور حاصل ہوتا ہے۔ ورنہ پریشانیاں اور وحشت حاصل ہوتی ہیں جو اعمال کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

بالجملہ چوں نوع انسان بوجہ واقع شدہ بود اگر ایشاں را بایشاں گزارند امراض نفسانیہ اکثر افراد را الم رساند حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ بمحض فضل و کرم خود کارسازی ایشاں کرد و برائے ایشاں تعیین راہ نجات نمود۔ و ترجمان لسان غیب کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم است از ایشاں بدیشاں فرستاد و نعمت تمام و ربوبیتے کہ اول مقتضی ایجاد ایشاں بود و دیگر بار دست ایشاں گرفتہ باشد۔

جب نسل انسانی اس طرح (تین فطرتوں پر) واقع ہے تو ظاہر ہے کہ اگر انسان کو اسکے حال پر چھوڑ دیا جائے (یعنی اصلاح نہ کیجائے) تو امراض نفسانی اکثر انسانوں کو درد و الم میں مبتلا رکھے گی۔ اسلئے اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے انسان کی نجات کا راستہ متعین کیا اور ترجمان لسان غیب آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نفسانی نسل میں مبعوث فرمایا اور انسان کی اس نسل پر آپ کے طفیل کارسازی فرمائی اپنی تمام و کمال نعمتیں نازل کیں جو دنیا و آخرت تک پھیلا دیں اور خدا کی وہ ربوبیت (پرورش) جو شروع میں انسانی ایجادات و تحقیقات کا ذریعہ بنی تھی وہی ربوبیت آج (ترقی پسند انسان کی دستگیری کر رہی ہے۔

پس صورت نوعیہ بلسان حال خود
شرع را از مبدءِ فیاض دریوزہ کرد
حکم آں لازم است کہ جمیع افراد نوع را
بہ حکم سریان صورت نوعیہ در ایشاں و
خصوصیت افراد را در آنجا دخل نیست۔

گویا انسان بصورت نوعیہ اپنی فطری مانگ و طلب
میں مبدء فیاض (اللہ) سے ایسی چیز کا طالب تھا
جو اسکو نیکی اور نجات کا راستہ دکھائے۔ خدا نے
اسکی مانگ کو پورا کیا۔ وہ احکام شریعت ہے"
جو تمام افراد انسانی پر اسی طرح لازم ہے جس طرح
نوع انسانی تمام افراد میں پائی جاتی ہے۔

فنا و بقا و استہلاک و انسلاخ مطلوب
اند باعتبار خصوصیت افراد و استعداد
وے زیرا کہ بعض نفوس در غایت علو
و تجرد مخلوق می شوند۔ خدائے تعالیٰ
اینہارا برائے ایشاں دلالت
می فرماید۔ و آں حکم نوامیس
نیست بلکہ بلسان حال این فرد
از جہت خصوصیت فردیت
تقاضائے آں کردہ و کلام شارع
ہرگز بریں محمول نیست نہ صریحاً
و نہ اشارۃً۔ آرے قومے ایں
مطالب را از کلام شارع فہمیدہ
اند۔ مثل آنکہ کسے

البتہ فنا۔ بقا۔ استہلاک و انسلاخ بعض افراد انسانی
کی فطری خصوصیات و صلاحیت کیلئے مقسوم ہو سکتا
ہے نہ کہ عام انسانوں کے لئے۔ کیونکہ بعض افراد روحانیت
و تجرد کی اعلیٰ قابلیت پر پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ
ان ہی کو مخصوص کاموں پر معمور فرماتا ہے۔ یہ قابلیت
عوام میں نہیں ہوتی۔ جو آج کل تصوف سمجھا ہے
یہ احکام الٰہی نہیں یہ تو شخصی فطرت کا انصرام
ہے۔ شارع علیہ السلام کے کلام پاک سے ایک خاص
جماعت نے اسکو صحیح سمجھا ہے۔ شارع علیہ السلام کا
کلام غیر شرعی حرکات کی ہرگز اجازت نہیں
دیتا۔ ظاہراً یا باطناً البتہ ایک مخصوص
قوم نے اپنے اصل مطالب کو کلام
شارع علیہ السلام سے سمجھا

قصہ لیلیٰ و مجنوں شنود و ہر سخنے
را بر سر گذشتن خود را محل نماید
و آں را در عرف اعتبار گویند و آنگاہ
کہ عاشقے ذکر حال معشوق می شنود
از احوال خود رفتہ و از دنیا بے خبر
می شود) ایں حالت جذب را
اعتبار گویند۔ ولے بالجملہ افراط
در مقامات انسلاخ و استہلاک
مشغول شدن ہر کس و ناکس باں
داء عضال است در ملت مصطفویہ
خدائے کریم رحم کناد براں کسے کہ
او سعی در اخمال آنہا کند کہ گو بحسب
استعدادات داشتہ باشد۔
ہر چند ایں سخن بر بسیارے صوفیہ
زماں دشوار خواہد بود۔ اماں
مرا کارے فرمودہ اند بر حسب آں
می گویم و با زید و عمر کارے نیست
واللہ یہدی من یشاء

آسان طریقہ پر اسکی مثال یوں سمجھے کہ کوئی شخص
لیلیٰ و مجنوں کے حالات سنے اور سننے والے کی
زندگی پر وہی عاشقانہ حالات منطبق ہونے لگیں
اس وقت جو کیفیات اس پر ہونگی اسکو اعتبار
کہا جاتا ہے یعنی کہ کوئی عاشق معشوق کا ذکر
سنے اور اتنا منہمک ہو جائے کہ اس کو دنیا کی
خبر نہ رہے۔ اس حالتِ جذب کو اعتبار کہتے ہیں۔
الغرض یہ کہ انسلاخ اور استہلاک کے مقامات
میں ہر کس و ناکس کا مشغول ہو جانا یہ ملت
مصطفویہ کے لئے مہلک بیماری ہے۔
خدا کریم اس پر رحم کرے جو بندگانِ خدا کو
مقصدِ زندگی سے ہٹانے کی کوشش کرتا ہے
خواہ اسمیں گوشہ نشینی کی قابلیت کیوں نہ ہو
کیونکہ دنیا میں دنیا کے مسائل و وسائل
کے بغیر چارہ نہیں۔ اگرچہ اس زمانہ کے صوفیہ
کو میرا یہ کلام بجید ناگوار گزرے گا لیکن
مجھ کو خدا کے حکم کی تعمیل کرنی ہے۔ زید و
عمر سے کوئی کام نہیں اور جس کو چاہتا
ہے ہدایت دیتا ہے۔

خلاصہ: صوفیہ علیہم کرام نے تصوف کے جن درجات کو مقصودِ اصلی مانا ہے (فنا۔ بقا۔ استہلاک۔ انسلاخ۔ اعتبار) یہ معرفت کی راہ میں ضروری تو ہیں لیکن عوام کے لئے مقصود اصلی اس لئے نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مطلوب اصلی دین حق کی تبلیغ ہے۔ بندگانِ خدا کو سیدھی راہ دکھانا ہے اور بحیثیت انسانی مخلوق ہونے کے نظام دنیا کو قائم رکھنے کے لئے تمام حقوق پورے کرنا بھی ضروری ہیں۔ اگر تمام انسان تارکِ دنیا ہو کر استہلاک و انسلاخ میں لگ جائیں (جبکہ قدرت کی جانب سے ان کی فطرت کو یہ قابلیت نہ ملی ہو) تو ظاہر ہے کہ ادھر اسلام لنگڑا لولا ہو جائے گا اور ادھر اصل تصوف کے مسلک میں نااہلوں کی بھرتی کے سبب بہت بڑا بگاڑ پیدا ہو جائے گا۔

صوفیہ کرام کی اصطلاح میں اعتبار کا لفظ آتا ہے۔ ان کے نزدیک اعتبار معرفت کے لئے بنیادی چیز ہے۔ ہم کو اس سے انکار نہیں یہاں سب سے پہلے اعتبار اور مدلول کے لفظی معنوں کا فرق معلوم کر لیجئے۔ پھر فیصلہ کیجئے کہ معرفت کی راہیں کتنی عظیم ہیں اور کتنی کٹھن ہیں اور یہ کس کے لئے لائق ہیں۔

اعتبار:- احسان و خلوص کا ایک درجہ ہے اسکے معنی یہ ہیں کہ جب کوئی عارف قرآن شریف کی کوئی آیت یا حدیث پاک سُنے تو فوراً اس کا ذہن الفاظ کے لفظی معنی سے ہٹ کر حقیقی معنی کی طرف منتقل ہو جائے اور ایک خیال سے دوسرا خیال پیدا ہو یہاں تک وہ خالق مطلق کی ذات پاک

کے جاننے تک پہنچ جائے اس کا نام اعتبار ہے۔ یہ درجہ اشارات وہدایات کی قیود سے باہر ہے کیونکہ اس درجہ میں عالم بالا سے الہامی کیفیات کا نزول ہوتا ہے۔ اعتبار کے بھی تین درجات ہیں۔ اعتبار (انتقال ذہن) کبھی کبھی نفس انسانی کی طرف ہوتا ہے اور کبھی وسوسۂ شیطانی سے ہوتا ہے۔ کبھی ذکر اللہ کے کمال سے عقلی شعوری ہوتا ہے۔ چنانچہ جو اعتبار علم کی روشنی میں عقلی اور شعوری ہوتا ہے وہی تعلیمی والہامی ہوتا ہے۔ اس الہام کے سبب قلب کو ایک یقین ہوتا ہے۔ لیکن اعتبار کا تیسرا درجہ حق ہے مگر وہ علم و فقاہت کے ساتھ مشروط ہے۔ اب آپ ہی فیصلہ کیجیے کہ کیا یہ بلند مقامات جہلا کو۔ دُنیا پرست کو۔ ریاکار کو مل سکتے ہیں۔

مدلول :- کسی اشارہ کے ذریعہ یا کسی آواز کے ذریعہ یا کسی رہبر کے ذریعہ کسی منزل کا پتہ چلا۔ مدلول سالک کا مطلوب ہو گیا۔ اس کا ذہن ادھر مائل ہو گیا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ لوگ دنیا کے عاشقانہ افسانے سنتے ہیں اور ان کو اسی میں لطف آنے لگتا ہے۔ اسی کیفیات کے دوران خدا اور رسول کی باتیں ہونے لگیں تو وہ اپنے دنیاوی جذبات کو منتقل کر کے اِدھر کے بھی مزے لینا چاہتے ہیں اور پھر ادھر کے بھی مصنوعی جذب پیش کر کے اس حالت میں نورانیت کا دعویٰ کرتے ہیں حالت یہاں تک ہوتی ہے کہ مصنوعی مریدوں کو مصنوعی پیروں کی نماز میں نورانیت معلوم ہوتی ہے۔ نُصْلِیْهِمْ نَارًا ۔ ہم ان کو جہنم میں ڈال دیں گے۔ (قرآن)

اللہ کے نزدیک اصل مقصود توحید کے مشن کو رائج کرنا ہے۔ اسلام کے احکامات کی تبلیغ کرنا ہے اور اس پر عمل کرنا ہے۔ اسلام کا سب سے بڑا یہی کام ہے جو خود حضور نے بھی کیا ہے اور آپ کے اصحاب نے بھی کیا ہے اولیاء اللہ نے اور صوفیائے حق نے بھی کیا ہے اور اس کے رسول کے نزدیک عالم کا مرتبہ صوفیا سے اونچا ہے کیونکہ صوفی صرف اپنے نفس کا مربی ہوتا ہے اور عالم دین پوری دنیا کے لئے ہادی و مربی ہوتا ہے۔ کیا ہی خوب ہو کہ صوفیہ علیہم کرام عالم با عمل ہو جائیں۔

اعتبار اور رسول خدا

اعتبار کا لفظ اپنے اندر جس مفہوم کو لئے ہوئے ہے اسکو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا اور اختیار کیا ہے۔ لیکن دیکھنا ہے کہ اعتباری کیفیات میں آپ پر وحی آتی تھی کیونکہ آپ ہی کی فطرت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن سمجھنے اور نزولِ قرآن برداشت کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی تھی۔ وحی آپ ہی پر اترتی تھی۔ اگر اعتبار کوئی عام چیز ہوتی تو حضور اپنے اصحاب کو لے کر بیٹھ جاتے اور حلقہ بنا کر سب کو وحی سنوا دیتے مگر ایسا نہ تھا آپ سنہ ۶۱۰ء میں رمضان المبارک شب قدر میں غار حرا کی تاریک گھاٹی میں قرآن پاک کا نزول وحی کا ذکر پڑھئے اور اس وقت حضور پر کیا گذرتی تھی وہ پڑھئے پھر فیصلہ کیجئے۔ اگرچہ وحی کا درجہ بہت بلند ہے اور اعتبار کے درجہ سے بھی بہت اونچا ہے۔ اس طرح قیاس کیجئے کہ جو کیفیات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر، حضرت عمر فاروق رضؓ پر حضرت عثمان غنی رضؓ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر طاری ہوتی

تھیں وہ عوام پر کہاں تھیں۔ ان کے بعد حضرت حسن بصریؒ سے لیکر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ تک اور ان کے بعد تمام اولیاء اللہ پر جو کیفیات روحانی نازل ہوتی تھیں وہ ان ہی حضرات کی اپنی صلاحیتوں کا حق تھا۔ آج اگر کوئی شخص ان کی نقل بھی کرے تب بھی تو بڑے متقی بننے کی ضرورت ہے کیونکہ کسی اچھے کام کی نقل کرنے کے لئے اچھا بننا لازمی ہوتا ہے۔

موجودہ تصوف

دورِ حاضر میں تصوف کا جو رنگ پیش کیا جاتا ہے اس میں اصلیت تو رہی درکنار اولیاء اللہ و بزرگان دین کی نقل بھی صحیح نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ غیر قومیں مذاق اڑاتی ہیں۔ اس کی وجہ صاف ہے کہ آج کل کے صوفیہ تصوف کی شرائط پوری نہیں کر پاتے بلکہ موجودہ تصوف کے طور و طریقے بعض وقت تو احکاماتِ شریعت کے بالکل خلاف نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے شریعت اور آج کل کے صوفیائے طریقت میں اتحاد نہیں ہو پاتا۔

علمائے شریعت کے نزدیک دین کا مشن (تبلیغ) عقائد کی درستگی اور اجتماعی نیکیاں زیادہ ضروری ہیں۔

صوفیہ کے نزدیک انفرادی نیکی اور صرف اپنے نفس کو ستھلاک میں رکھنا ضروری ہے۔

اب آپ اس پورے مضمون کو پڑھ کر خود فیصلہ کیجئے کہ خدا کی منشا رسولؐ کی منشا۔ قانونِ الٰہی کا مقصد کون سا طبقہ پورا کر رہا ہے۔ تاریخ سے یہ بھی ثابت ہے کہ سب سے زیادہ دین اولیاء اللہؒ نے پھیلایا ہے۔ یہ

بالکل درست ہے مگر یہ وہی اولیاء اللہ تو تھے جو پہلے عالم بنا کرتے تھے پھر ذاکر بنا کرتے تھے۔ پھر اپنی قابلیت کے سبب ولایت کے درجات پاتے تھے۔ ان کو تبلیغ کے لئے خدا کی جانب سے مقرر کیا جاتا تھا۔

آج بھی علمائے شریعت میں صوفی منش حضرات موجود ہیں جن کا کام معرفت و طریقت کی راہیں بنانا اور ساتھ ہی احکام شریعت کی پابندی کرنا بھی ہے۔

اسلامی عقیدہ اور تصوف

اسلامی عقائد کی درستگی اور احکاماتِ شریعت کی پابندی کے ساتھ تصوف کی چادر میں نورِ الٰہی نظر آسکتا ہے لیکن گناہوں کے تاریک اس کالبد خاکی میں خدا کی نورانیت کا دعویٰ سراسر لغو اور غلط ہوتا ہے۔ ایمان و اسلام کی مثال لالٹین کی صاف شفاف چمنی کی ہے جس کے ذریعہ روشنی تیز ہو جاتی ہے اور تیز روشنی میں ہر چیز صاف صاف نظر آجاتی ہے۔

عقیدۂ توحید کی امانت کو سینہ میں رکھ کر احکاماتِ شریعت پر عمل کرکے معرفت کی راہ پر چلنا گویا روحانیت و نورانیت کو حاصل کرنا ہے۔

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کا مسلک بھی یہی تھا کہ پہلے اپنے آپ کو پابند شریعت کیا جائے پھر تبلیغ کے مشن کو کامیاب بنانے کے لئے روحانی قوت کو استعمال کیا جائے۔ تاکہ کامیابی ہو۔

سماع (قوالی)

آج کل سماع کا جو طریقہ ہے (باجے۔ طبلہ۔ طماشے)

کے ساتھ اور رسول خدا کی شان میں مناجات پڑھنا یہ خلاف شرع ہے۔ اسلامی عقیدہ کی رُو سے۔ کیونکہ اسلام میں غیر شرعی حرکات حرام ہیں یا مزامیر وغیرہ کا مخالف ہے اولیاء اللہ کے زمانہ میں سماع کا طریقہ یہ تھا کہ کسی خوش الحان شاعر سے یا مغنی سے بغیر باجے کے خدا کی شان میں نبی کی شان میں کلام سنا کرتے تھے۔ آج یہ ہے کہ جس باجے کی آواز کے ساتھ رنڈی کو نچاتے ہیں اسی باجے کی آواز کے ساتھ نبیؐ کی شان میں کلام سناتے ہیں۔ بھائیو اس میں عظمت کہاں رہی۔

حال اور وجد

جو لوگ کلام کے سمجھنے والے ہیں اور ان کو اللہ و رسول سے سچا عشق ہے ان کا وجد میں آجانا ممکن ہے۔ آج کل رسماً حال کھیلنا جبکہ کلام کی سمجھ بھی نہ ہو آداب محفل کے خلاف ہے اور بزرگان دین کے طریق کا مذاق اُڑانا ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو صحیح عقیدہ کے ساتھ اور نیک اعمال کے ساتھ زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ (آمین)

پتہ:- ڈاکٹر مولانا محمد فاروق واصفی مجددی ۳-۱۸۰-احمد منزل کلاں محل دہلی ۶

دوسرا پتہ

ڈاکٹر مولانا محمد فاروق واصفی مجددی مہتمم مسلم مسافر خانہ بلیماران دہلی